ایک سماجی، اچھوتا ناول

طوبیٰ

روبینہ نازلی

ناز کتاب گھر، شاندار مارکیٹ، ٹیا محل دہلی

بار اوّل : ایک ہزار

ناول : طوسیہ

مصنفہ : زوبینہ نازلی

کتابت : ایس۔ نواب

آرٹسٹ : ای۔ روزر

بلاک : رنگ محل

پریس سرپرستی : کہکشاں پریس

مطبوعہ : اعلیٰ پریس دہلی

قیمت : آٹھ روپے 8/-

باہتمام محمد انوار و ناز کتاب گھر

شاندار مارکیٹ،

مٹیا محل، دہلی ۶

میرا ناول "طوسیہ" آپ کے ہاتھوں میں

طوسیہ ایک کردار ہے۔ ایک عام گھریلو کردار۔ محبت،
فرت، الجھنوں اور مصائب سے پُر کردار۔
طوسیہ ایک عورت ہے جسے سہارے کی ضرورت ہے۔
جانتی ہے:

تمام عمر سہاروں کی آس رہتی ہے
تمام عمر سہارے فریب دیتے ہیں

زمانہ کتنا ہی بدل جائے لیکن سہارا عورت کی کمزوری
ی رہے گا۔ اسے ہر دم سہارے کی تلاش رہے گی۔ یہ سہارے

ماں باپ کی شکل میں ملے یا بھائی کی صورت میں ظاہر ہو۔ چاہے خوابوں کی دنیا میں آ کر ہلچل مچا دینے والا محبوب حقیقی دنیا میں اس کا ہاتھ تھام لے۔

اس ناول کے تمام ہی کردار گھریلو ماحول میں رچے بسے ہیں۔۔۔ اس کے باوجود آپ اس کہانی کو عام ڈگر سے ہٹ کر پائیں گے۔ اس میں کچھ تو میری جدت پسندی کا تقاضا ہے اور کچھ یہ خیال کہ ایک سی چیز بار بار پڑھ کر لوگ بور ہونے لگتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں میری تحریر میں ایک چبھن ہے اس پر میں نے اپنا انداز تحریر بدلنے کی کوشش کی تھی لیکن شاید یہ چبھن میری روح میں سرائت کر چکی ہے۔

بہرحال "طوسیہ" پڑھیں، لیکن یہ لکھنا نہ بھولیں کہ میں اپنی کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکی ہوں۔

روبینہ نازلی

ش

تیرے تصوّر کے نام!

تنہائیوں میں بھی مجھے محسوس یہ ہوا
تیرا خیال ساتھ ہے تنہا نہیں ہوں میں

بس درجہ دل شکن تھے محبت کے حوصلے
ہم زندگی میں پھر کوئی حسرت نہ کر سکے

۷

جمیل نے پوری قوت سے بریک لگایا تھا۔ لیکن اس کے
باوجود اس کی لمبی لمبی سیاہ بیوک کئی فٹ آگے تک گھسٹتی چلی گئی
پہیوں سے خارج ہوتی ہوئی چراہٹ کی آواز سے گذرتے
ہوئے قدم رک گئے۔ نظریں سڑک کے وسط میں ٹھہری ہوئی
بیوک پر تھیں اور بیوک سہمی ہوئی طوسیہ کے قدموں میں کھڑی تھی
پتہ نہیں لوگ زندگی سے اتنے بیزار کیوں ہو گئے ہیں
کہ گاڑیوں سے ٹکراتے پھرتے ہیں۔
جمیل بڑبڑاتا ہوا اچھل کر باہر دیکھنے لگا۔
طوسیہ نے سہمی ہوئی نگاہوں سے جمیل کی طرف دیکھا
اور پھر گردن جھکالی۔
"لب ہٹ بھی چکئے محترمہ" وہ مسکرا دیا۔
"خیالوں میں اس قدر غرق بھی نہ رہا کیجیے کہ ٹریفک ہی

رک جائے"

طوسیہ گھبرا کر ایک طرف ہو گئی۔ جمیل کی مسکراہٹ اور اس کی طرف جمی ہوئی راہ گیروں کی نگاہوں نے اسے بدحواس کر دیا تھا۔

شکریہ۔ جمیل گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے۔ بولا

طوسیہ نے اپنے قریب سے گذرتی ہوئی کار پر ایک اجنبی سی نظر ڈالی اور ایک طویل سرد سی آہ دل کی گہرائیوں سے نکل کر کانپتے ہوئے ہونٹوں پر رک گئی۔

دیوانی لڑکی۔ سر جھکائے اس طرح جا رہی تھی۔ جیسے اس کے گھر کا لان ہو۔"

جمیل آہستہ سے بڑبڑایا۔

لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل چکی تھی، نظروں کے سامنے سہمی ہوئی ویران سی نگاہیں گر کر رک گئی تھیں

جمیل کو یوں لگا جیسے وہ گھبرائی گھبرائی سی لڑکی اسے بڑی بے کسی سے دیکھ رہی ہو۔

تم نے گاڑی کیوں روک لی۔ گذار لے جاتے مجھ پر سے

تم نے یہ ظلم کیوں کیا۔
اس کی معصوم سی ویران نگاہیں کہتی ہوئی معلوم دیں۔
جمیل کا دل چاہا۔ ایک بار وہ لڑکی پھر مل جائے۔ کتنی حسرت تھی اس کی آنکھوں میں کتنی معصومیت تھی اس کے چہرے پر... کاش وہ ایک مرتبہ پھر میری گاڑی کے سامنے آجائے
اسے محسوس ہوا جیسے وہ سچ مچ اس کی گاڑی کے سامنے آگئی ہو۔ اور جمیل نے ایک مرتبہ پھر پوری قوت سے بریک لگا دیئے۔ سڑک کے سینے پر گھسٹتے ہوئے ٹائروں کی چیخ نے راہ چلتے لوگوں کو چونکا دیا۔
جمیل نے سر کو جھٹکا اور کار کو آگے بڑھا دیا۔ اس لڑکی کی معصوم سی اداس آنکھیں جمیل کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ اسے ایک بار اور دیکھنے کی حسرت میں جمیل نے پورے شہر کا چکر لگا ڈالا۔ لیکن وہ لڑکی دوبارہ کہیں نہیں ملی۔
" لڑکی تھی یا کوئی بھٹکی ہوئی روح "
اتنی رات گئے تک ایک انجانی خواہش کے تحت سڑکوں پر ایک سائے کی تلاش میں پھرنا۔ وہ اپنی حماقت پر مسکرایا۔

جمیل سیٹی پر مغربی موسیقی کے دھن بجاتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ انگلی میں کار کی چابی گھماتا ہوا اپنی والدہ کے کمرے کے سامنے سے گذرا۔ کمرا روشن تھا اندر سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ جمیل رک گیا اس نے سوچا والدہ کو سلام کرتا چلے۔

کمرے میں اس کی والدہ اور بہن نبیلا بیٹھی باتیں کر رہی تھیں سیٹی کی آواز سنتے ہی والدہ نے نبیلا کو بھائی کے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا۔ نبیلا نے بھائی کو آواز دی اور دوسرے ہی لمحے جمیل کمرے کا پردہ اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"ہیلو ممی۔ کیسے یاد فرمایا آپ نے اپنے نالائق بیٹے کو" جمیل مسکراتے ہوئے بولا۔

جمیل کو دیکھتے ہی نبیلا نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب پر نظریں جما دیں۔ وہ ایسی بن گئی جیسے اس نے جمیل کو دیکھا ہی نہ ہو

"زیادہ دیر تک نظریں جمانے سے بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔" جمیل نے نبیلا کی چٹیا کھینچتے ہوئے کہا۔

"اوئی.. ممی..... اللہ کرے ہاتھ ٹوٹیں۔"

"نہ کر نالائق۔" ممی مصنوعی غصہ سے بولیں۔

"ممی سنا ہے اس طرح لڑکیوں کے دماغ میں روشنی آتی ہے۔"

" اچھا.. اچھا.. بیٹھو مجھے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" جمیل کی والدہ مسکراتے ہوئے بولیں۔
" لیجئے بیٹھ گئے۔" جمیل قریب رکھی ہوئی کرسی پر دھم سے بیٹھتے ہوئے بولا۔
" اللہ بھائی جان۔ ہم صبح سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ بڑی شاندار خوشخبری آپ کے لئے بھلا بتائیے کیا ہو سکتی ہے؟" نبیلا کرسی چھوڑ کر جمیل کے کاندھوں پر جھولتی ہوئی بولی۔" ارے پہلے اسے دم تو لینے دے۔ ابھی تو وہ کلینک سے آرہا ہے۔" ممی نے پیار سے نبیلا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔
" آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں آج کلینک نہیں گیا۔" جمیل گلدستہ سے پھول نکال کر سونگھتے ہوئے بولا۔
" ڈاکٹر صاحب کی تشریف کہاں سے آرہی ہے پھر کیا کر رہے تھے صبح سے اب تک۔
" سڑکیں ناپ رہا تھا۔" جمیل بولا۔
" پھر کتنی ناپیں۔" نبیلا ہنستے ہوئے بولی۔
کچھ بھی نہیں۔ ناپتا جاتا تھا، بھولتا جاتا تھا" جمیل مسکراتے ہوئے بولا۔
" یعنی حساب برابر رہا۔"

عقلمند ہوتی جارہی ہو۔ ممی کی صحبت کا اثر ہے آخر ہے نا ممی۔
جمیل ماں کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔
اللہ کا شکر ہے لیکن اپنی کہو۔ بدھو کے بدھو ہی رہے۔
ابھی تک۔"
نبیلا ہنستے ہوئے بولی۔
"دیکھئے ممی سمجھا لیجئے اپنی لاڈلی بیٹی کو"
لاڈلے تو آپ ہیں جبھی تو آئے دن۔ کلینک سے بھاگتے رہتے ہیں۔"
ممی دونوں کی باتیں سن سنکر دل میں مسکرا رہی تھیں۔
"ممی آپ خاموش کیوں ہیں"
جمیل ممی کو خاموش دیکھ کر بولا۔
"تم دونوں لڑ چکو تو بولوں۔"
ممی مسکراتے ہوئے بولیں۔
"آپ فرمائیں ممی۔ لڑکیاں تو تمام عمر لڑ سکتی ہیں۔ جمیل نبیلا کو منہ چڑاتے ہوئے بولا۔
"بیٹا آج میں نے تمھارے لئے ایک لڑکی دیکھی ہے۔ میرا خیال ہے اب جلد تمھاری شادی کر دوں۔"
ممی نے بیٹے کو پیار بھری نظروں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر ممی میرا ابھی ایسا کوئی خطرناک ارادہ نہیں"
جمیل گھبرا کر بولا۔
"دل میں چاہے لڈو پھوٹ رہے ہوں"
نبیلا زبان دکھاتی ہوئی بولی۔
شادی کے لئے بچوں ۔۔۔۔۔ کا ارادہ نہیں معلوم کیا جاتا۔
ممی نے کہا۔
"مگر ممی شادی والدین کی نہیں اولاد کی ہوتی ہے۔" جمیل
نے جواب دیا۔
خوب... خوب... اچھے ڈائلاگ ہیں۔ بھائی جان اچھے
جا رہے ہیں آپ۔ واللہ کسی نئے آنے والی فلم کے ہیرو لگ
رہے ہیں ایکدم۔
"آپ تو اپنی چونچ بند ہی رکھیئے۔"
جمیل نبیلا کو گھورتے ہوئے بولا۔
لیجیئے بھلائی کا زمانہ ہی نہیں۔ میں تو تعریف کر رہی تھی۔
"اپنی تعریف اپنے پاس ہی رہنے دیجئے۔
جمیل سنجیدگی سے بولا۔
اچھا جناب نہیں کرتے آپ کی تعریف لیکن انکار کی کوئی

وجہ تو بتایئے۔

نیلا بھی سنجیدہ ہو گئی

" ذرا سوچو نبیلا میں اس لڑکی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا پھر شادی میری ہونی ہے میری پسند... میرا معیار...

تم بھول رہے ہو بیٹا۔ ماں ہمیشہ اپنے بچوں کی بھلائی چاہتی ہے۔ وہ لڑکی بہت نیک اور خوبصورت ہے یہی شریفوں کا معمول ہوا کرتا ہے۔

مجھے معلوم نہیں تمہارا آئیڈیل کیا ہے لیکن تم اگر کسی مغرب زدہ لڑکی کے لئے سوچ رہے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ جمیل تعلیم اور آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ بچے بے بہرہ ہو جائیں۔

" لیکن ممی میں ابھی اس جنجال میں پھنسنا نہیں چاہتا۔"

جمیل جھنجھلا کر بولا۔

" تو کیا بڑھاپے میں شادی کرو گے ؟"

ممی نے جواب دیا۔

" ممی ابھی تو بھیا کے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ۔"

نبیلا بولی..

اے نبیلی تو چپ رہ کو نہیں تو...."

ابھی رو پڑوں گا۔ نبیلا بات کاٹ کر بولی۔
خاموش رہو نبیلا۔ ممی نے کہا۔
پھر وہ جمیل کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔
کل اتوار ہے۔ تمھیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔
"کہاں۔ ممی۔" جمیل نے پوچھا۔
"لڑکی کی ماں تمھیں دیکھنا چاہتی ہیں۔ میرا خیال کل ہی منگنی کر دینے کا ہے۔"
ممی نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔
ڈیڈی سے تو بات کرتیں۔
"بات کر چکی ہوں۔ ان کا بھی یہی خیال ہے۔"
ممی نے جواب دیا۔
مر گئے بیٹا جمیل
جمیل دھیرے سے بولا۔
"کیا کہہ رہے ہو۔" ممی نے جمیل کی بات سنی نہ تھی۔
"کچھ نہیں ممی۔ میں کہہ رہا تھا اس اتوار کو تو مجھے بہت ضروری کام ہے۔ اگلے اتوار پر رکھ لیجیے۔
جمیل ہنستا ہوا بولا۔

" بکواس مت - کل تمھیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔
میں نے کہہ دیا ہے ممی - میں ابھی شادی نہیں کروں گا - جمیل
اٹھتا ہوا بولا -
شب بخیر !
شب بخیر !
ممی نے جواب دیا -
جمیل کے کمرے سے نکلنے کے بعد چند لمحے خاموشی رہی -
پھر نبیلا نے سکوت توڑا -
میں نے کہتی تھی ممی بھیا بہت خود سر ہو گئے ہیں - وہ ......
" بیکار بات مت کرو - ممی بات کاٹ کر بولیں " لڑکی غریب
ضرور ہے لیکن ہیرا ہے ہیرا "
" پھر اسے سہارے کی تو ضرورت ہے - اللہ اگر بھائی جان
مان جائیں تو کتنا اچھا ہو "
نبیلا حسرت سے بولی -
" ہاں بیٹی ایسے میں تو دشمن اپنی دشمنی بھول جاتے ہیں
پھر وہ تو رشتہ دار ہیں - تم جا کر جمیل کو سمجھاؤ -
" اچھا ممی کوشش کرتی ہوں " نبیلا اٹھتے ہوئے بولی

"اچھا اب تم بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

"ارے بھائی جان۔ آپ نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کل کو نسا سوٹ پہنکر جائیں گے۔"

نبیلا جمیل کی بات نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

"نبیلی بہن" جمیل نے دکھ سے کہا۔ نہ ستایا کرو۔ میں ویسے ہی پریشان ہوں۔

"اوہو... کیا شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو گئے ہو۔"

نبیلا شرارت سے بولی۔

"یا اللہ عورت اور شیطان سے محفوظ رکھ"۔

جمیل ہاتھ جوڑتا ہوا۔

نبیلا ہنس پڑی۔

بھئی یہ اچانک ممی کے دماغ میں زلزلہ کیوں آیا کونسی پری زاد نظر آگئی انھیں... ذرا جغرافیہ تو بتانا اس بد قسمت لڑکی کا۔"

"ہائے اللہ۔ بھائی جان۔ بد قسمت تو نہ کہیں اسے۔"

اچھا بھئی وہ خوش قسمت ہے ہم ہی بد قسمت سہی کچھ اگلو تو جمیل جھنجھلا کر بولا۔

آپ بھی خوش قسمت ہیں۔ بھائی جان۔ اللہ۔ کتنی پیاری ہے وہ... بالکل سنگ مرمر کا مجسمہ ہے۔ لمبے لمبے بال۔ معصوم سی نگاہیں لوٹا سا قد...

ممی نے طویل سانس لی اور نبیلا کے جانے کے بعد مسہری پر دراز ہو گئیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے لڑکی بھولی بھالی سی معصوم صورت پھرنے لگی۔

جمیل نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکا شالی بستر پر اچھال کر وہ صوفے پر ہی بیٹھ گیا

"لو بیٹے جمیل ..... اب تم بھی لائن پر لگ جاؤ۔"

وہ جیب سے سگار نکال کر سلگاتے ہوئے بڑبڑایا۔

"ممی کو یہ ایکا ایکی سوجھی کیا۔"

جمیل نے سگار کا کش لیتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ دروازہ پر قدموں کی آہٹ سن کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ نبیلا تھی۔ وہ پھر ممی کے متعلق سوچنے لگا۔

"پیارے بھیا۔"

نبیلا پیچھے سے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر جھولتے ہوئے بولی

ارے ہٹو.. کہاں اپنا بارہ من کا بوجھ لاد دیا مجھ ناتواں پر۔"

وہ اس کے ہاتھ ہٹاتا ہوا بولا۔

"واقعی ناتوانی تو چہرے سے ظاہر ہو رہی ہے۔"

نبیلا ہنستے ہوئے بولی۔

بس بس ... پھر تو ان کی شادی کسی شاعر سے ہونی چاہیے جو
ان کو سامنے بٹھا کر شعر سنایا کرے۔ میں تو ڈاکٹر ہوں شعر نہیں کہہ
سکتا۔ انجکشن لگا سکتا ہوں چیر پھاڑ کر سکتا ہوں۔
جمیل نبیلا کی بات کاٹ کر بولا۔
"بھائی جان اتنے سنگدل نہ بنیئے۔ وہ بے سہارا لڑکی ہے۔
ایک ماں کے سوا اس دنیا میں اس کا اور کوئی نہیں۔ ماں بیچاری
بھی قریب المرگ ہے۔ اسے سہارا چاہیئے آپ اگر چیر پھاڑ کر سکتے
ہیں تو زخموں پر پھایا بھی تو رکھ سکتے ہیں۔
نبیلا کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔
"بہت خوب"۔ جمیل طنز سے بولا۔ ممی اور تم کو اتنی ہی ہمدردی
ہے تو یتیم سمجھ کر پال لو ثواب بھی ملے گا۔
بھیا آپ بڑے ظالم ہیں۔ آپ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ
بھول گئے کہ کبھی آپ بھی پریشان ہو سکتے ہیں کوئی آپ کی بے بسی پر
بھی ہنس سکتا ہے۔
نبیلا نے غصہ میں جواب دیا۔
"اچھا بابا جاؤ۔ سر میں درد کر دیا تم نے۔ آج نہ معلوم کس کا منہ
دیکھا تھا۔ ایک وہ محترمہ ٹکرا گئیں ... اور اب ...

کون محترمہ۔ نبیلا نے پوچھا۔
"مادام نہیں کون تھی۔ کار کے نیچے آنے سے بال بال بچی ہے"
جمیل پھر اس کی گھبرائی ہوئی آنکھوں کی تصور میں کھو گیا۔
ہوگی کوئی دیوانی۔ کل کلینک سے جلدی آجائیے۔ ممی نے کہا ہے۔

نبیلا کمرے سے نکلتے ہوئے بولی۔
نبیلا کے جانے کے بعد وہ کافی دیر تک اسکے متعلق سوچتا رہا
کھوئی کھوئی سی ویران آنکھیں معصوم سا چہرہ۔ اسے ایسا لگا
جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔ کون تھی وہ ..... وہ دیر تک اس
کے متعلق سوچتا رہا "چھوڑو جمیل" وہ سر جھٹک کر بولا۔
کوئی بھی ہو تمھیں۔ تم تو کل کی سوچو۔ کل کیا کروگے۔ بھاگ
جاؤں گا صبح ہی ..... اور رات کو گھسوں گا گھر میں ممی ناراض
ہوں گی۔

اس نے اپنے آپ سے کہا۔
نہیں ممی معاف کردیں گی میں ان سے کہوں گا۔ آپ ہی تو
کہتی ہیں۔ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو بھولا نہیں کہلاتا۔
وہ مسکراتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

اس نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے اور بستر میں گھس گیا۔ لیکن خوابوں میں بھی وہ سہمی ہوئی لڑکی بار بار اس کی گاڑی سے ٹکراتی رہی اور وہ منہ بنا بنا کر کروٹیں بدلتا رہا۔

حادثات بھی کتنے کٹھور ہوتے ہیں۔ طوبیٰ نے حسرت سے سوچا۔ یہ گاڑیاں ..... انھیں تو کچل دیتی ہیں جنھیں زندگی سے پیار رہے۔ مگر جو مرنا چاہتے ہیں۔ ان سے یہ بھی منہ موڑ لیتی ہیں۔

اپیل کی بلا نگذر نے کے بعد بھی وہ وہیں کھڑی سوچتی رہی۔ پھر تھکے تھکے قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ وہ صبح سے نوکری کی تلاش میں بی۔ اے کی ڈگری لئے پھر رہی تھی۔ لیکن آج اسے احساس ہوا کہ چودہ سالوں کی مسلسل محنت سے حاصل کی ہوئی اس ڈگری کی کوئی قدر نہیں ... دو ایک جگہ اسے نوکری ملی تھی لیکن طوبیٰ نے نوکری دینے والوں کے چہروں پر جنسی بھوک، عیاری کے سائے صاف جھلکتے ہوئے دیکھے تھے۔ طوبیٰ گھبرا کر ان کے دفتر سے نکل آئی تھی..

اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئے تھے۔ اور تب اس کا دل چاہا کہ ڈگری کے پرزے پرزے کر کے ہوا میں اڑا دے۔

"چلو تو اب۔ گھر لوٹ چلو۔ تمہارے مقدر میں نوکری نہیں ہے"
وہ تلخی سے بولی
اس نے پلکوں پر لرزتے ہوئے اشکوں کو ہاتھ سے ملتے ہوئے گھر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ بیمار ماں کا چہرہ اس کی نظروں میں گھوم رہا تھا۔ کمزور و ناتواں ہڈیوں کا ڈھانچہ چارپائی پر پڑا تھا۔
"امی" طوسیہ گھر میں قدم رکھتے ہی ماں کی طرف لپکی۔
بیمار ماں نے آنکھیں کھول کر بیٹی کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو
"کیا ہوا طوسیہ۔ نوکری ملی۔"
لیکن طوسیہ کی حسرت بھری ویران آنکھوں نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ سسک کر رہ گئی۔
"ماں" طوسیہ نے بچوں کی طرح ماں کی گود میں سر چھپا کر رونا شروع کر دیا۔
"پگلی" ماں اپنا کانپتا ہوا کمزور ہاتھ طوسیہ کے سر پر پھیرتی ہوئی بولی "تجھے نوکری کرنے کے لئے تو میں نے پڑھایا نہیں کوئی بھی ماں یہ نہیں چاہتی۔ خدا تیرا نصیب کھوٹے۔ کل وہ لوگ آ رہے ہیں۔ اللہ کو منظور ہوا تو جلد ہی تیری شادی کر دوں گی

ماں نے سرد طویل سانس لی اور خلا میں گھورنے لگی۔

"نہیں امی... میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

طوسیہ آنسوؤں بھری سرخ سرخ آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"جانا بھی پڑے گا بیٹی کیونکہ کوئی کب تک جوان لڑکی کو گھر میں بٹھاتا ہے۔" ماں نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا "ایک نہ ایک دن تو لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے۔"

"نہیں امی غریبوں کی لڑکیوں کی کبھی شادی نہیں ہوتی۔ اب لڑکیوں کی بجائے دولت سے شادی کی جاتی ہے۔ اور دولت بھی وہ چیز ہے جو ہمارے پاس نہیں۔"

طوسیہ کی آنکھیں حقارت سے سلگ اٹھیں۔

ماں کی پتھرائی ہوئی سی آنکھیں طوسیہ کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ ہونٹ کانپنے لگے جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔ لیکن جذبات کی شدت سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

"امی... آپ ہراساں نہ ہوں۔ خدا کارساز ہے۔"

طوسیہ نے ماں کے سرہانے سے دوا کی شیشی اٹھائی اور پیالی میں دوا انڈیل کر ماں کی طرف بڑھا دی۔

"بیٹیا کل کہیں نہ جانا۔ شاید وہ لوگ منگنی کے لئے آ جائیں۔"
ماں دوا کی کپ پیالی طوسیہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔
طوسیہ کے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا دل
چاہا ماں سے کہے۔
"دن میں خواب نہ دیکھا کرو ماں۔ ان خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی"
لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ الفاظ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئے
اس نے ماں کے چہرے پر نظر ڈالی جہاں تقدس کا نور برس رہا تھا۔
فضا مسکرا رہی تھی طوسیہ کی پلکوں پر آنسوؤں کے دو قطرے چھلک
آئے۔ اس نے گردن موڑ لی۔

دوسرے دن آنکھ کھلتے ہی طوسیہ ماں کے پلنگ کے پاس آئی۔ ماں آنکھیں بند کئے لیٹی تھیں۔ طوسیہ نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بخار کا اندازہ لگایا۔ اس وقت بخار بالکل نہیں تھا۔ طوسیہ مطمئن ہو کر گھر کے کاموں میں لگ گئی۔

جب سے ماں بیمار ہوئی تھیں، طوسیہ کا معمول بن گیا تھا۔ صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے وہ ماں کے پاس آتی طبیعت کے متعلق اندازہ لگانے کے بعد ان کے ناشتہ کا بندوبست کرتی پھر دوا پلانے کے بعد جو روکھا سوکھا ہوتا خدا کا شکر ادا کر کے کھاتی اور ماں کی تیمارداری میں لگ جاتی۔

گھر کا اثاثہ ایک ایک کر کے ختم ہو چکا تھا۔ طوسیہ کو اپنی تو فکر ہی نہیں تھی لیکن بیمار ماں کے لئے دوا تو بہر حال آنی تھی۔ چنانچہ کافی سوچ بچار کے بعد اس نے ملازمت کرنے کا تہیہ کر لیا۔

چنانچہ اب وہ ماں کے ناشتہ اور دوائی سے فارغ ہوتے ہی گھر سے

نوکری کی تلاش میں نکل جاتی لیکن بدقسمتی نے ابھی ماں بیٹیوں کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اسے ابھی تک کہیں نوکری نہیں مل سکی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ بددل ہو کر نوکری کا خیال ہی دل سے نکال پھینکتی۔ مگر یہ تو زندگی اور موت کا سوال تھا۔

وہ نوکری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے ماں کے پاس آئی تو ماں نے اسے باہر جانے سے منع کر دیا۔ طوسیہ نے ماں کی بگڑی ہوئی طبیعت دیکھی، تو اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ آنیوالے مہمانوں کے استقبال کی تیاری کر چکنے کے بعد۔ ماں کے کہنے پر ہلکے گلابی رنگ کی ساری لپیٹ مجاز کی آہنگ لے کر ایک طرف بیٹھ گئی۔

مجاز جواردو ادب کا کیٹس ہے۔ طوسیہ کا پسندیدہ شاعر تھا۔ نظریں اپنے محبوب شاعر کی آوارہ پر جمی تھیں۔ لیکن خیالات نے حالات کے تانے بانے میں الجھ کر اسے کہیں اور پہنچا دیا تھا۔

ایکا ایکی وہ چونک اٹھی۔ اس نے ماں کی طرف دیکھا جو ہر آہٹ پر حسرت سے دروازے کی طرف دیکھتی اور پھر دہل کر سی۔ اگر اس کی نگاہوں میں مایوسی چھا جاتی لے ماں

کی حالت پر ترس آنے لگا۔ دن تو ٹل گیا۔۔۔۔۔۔ اور انتظار ہی انتظار میں ماں کی آنکھ لگ گئی۔

وہ سوچنے لگی خدا باپ کا سایہ کسی کے سر سے نہ اٹھائے اس کا باپ کوئی امیر آدمی نہیں تھا۔ متوسط طبقہ کا فرد ہونے کے باوجود اس نے اپنی بیٹی کی بڑی ناز و نعم سے پرورش کی تھی۔ لیکن وہی طوسیہ جو کل والدین کی آنکھوں کا تارہ تھی۔ آج نوکری کی تلاش میں در در بھٹکنے پر مجبور تھی

ابھی وہ انٹر کے امتحان سے فارغ ہی ہوئی تھی۔ کہ باپ بیمار ہو گئے۔ جوں جوں باپ کی بیماری طوالت پکڑتی گئی۔ ماں بیٹی کی پریشانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آخرکار باپ کی طویل بیماری موت پر ختم ہوئی۔

طوسیہ کی ماں بڑی حوصلہ مند عورت تھی۔ شوہر کے انتقال نے مختصر سے عرصے کے لئے انھیں بدحواس تو ضرور کر دیا تھا۔ دور دور تک انھیں اپنا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں تنہا عورت نشیب و فراز سے ٹکر لینے کے لئے تنہا رہ گئی تھی حادثات زمانہ کسی سے رعایت نہیں کرتے جو بھی زد میں آیا پس کر رہ گیا۔ یہی سوچ طوسیہ کی ماں کو گھن کی طرح کھانے لگی لیکن جلد ہی انھوں نے اپنی اس کیفیت پر قابو پا لیا بیٹی کو زیادہ سے زیادہ تعلیم دلانے کی خواہش جسے باپ دل ہی دل میں

سے گئے تھے۔ ماں نے پورا کرنے کا تہیہ کیا۔ تھوڑی سی رقم مرحوم شوہر چھوڑ گئے تھے۔ طوسیہ کی ماں نے اس رقم کو طوسیہ کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ گھر چلانے کے سلئے محلہ پڑوس سے سینے پرونے کا کام آنے لگا
رقم اتنی زیادہ تو تھی نہیں کہ طوسیہ کی تعلیم کے کل اخراجات پورے ہو جاتے۔ چنانچہ اس رقم کے ختم ہونے کے بعد طوسیہ کی تعلیم جاری رکھنے کے لئے ماں کو اور زیادہ محنت کرنی پڑی۔ طوسیہ بھی خالی اوقات میں ماں کا ہاتھ بٹاتی لیکن اس کے باوجود ماں پر کام کا بار زیادہ تھا
طوسیہ بی اے کے آخری سال کا امتحان دے ہی رہی تھی۔ کہ ماں کی صحت جواب دے گئی۔ چنانچہ ان حالات کے تحت نتیجے کا اعلان ہوتے ہی طوسیہ کو نوکری تلاش کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔
مگر نوکری ملنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ صبح نوکری کی تلاش میں گھر سے نکلتی دن بھر بھوکی پیاسی مختلف دفاتر کے چکر لگانے کے بعد شام کو واپس گھر آ جاتی۔
ماں نے سوچا۔ باپ تو مر ہی چکا ہے۔ میرا بھی کوئی بھروسہ نہیں ہے طوسیہ کی شادی کر دوں تو بہتر ہے۔ لیکن ایک غریب لڑکی کے لئے مناسب شوہر ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا۔ نوکری کی طرح طوسیہ کے لئے شوہر ملنا بھی ناممکن نظر آنے لگا۔ بدقسمت ماں کے لئے یہ غم پچھلے تمام غموں سے زیادہ ثابت ہونے لگا اور اپنی صحت کی امید بھی ختم کر کے رکھ دی۔

ایک دن طوبیٰ شام کو گھر آئی تو کمرے میں کچھ مہمانوں کو بیٹھا دیکھ کر
بڑا تعجب ہوا۔ گھر کے دروازے پر ایک لمبی سی کار کھڑی تھی۔ مہمان
خواتین کسی امیر گھرانے کی معلوم دیتی تھیں۔ طوبیٰ سفید کاٹن کی ساری
پہنے تھی۔ ہاتھ میں دوائی کی شیشی اور چہرے پر فکر کی دبیز تہہ جمی ہوئی تھی۔

"آگئیں طوبیٰ ... بہت دیر کر دی بیٹیا آج تم نے"

ماں بیٹی کو دیکھتے ہی کھل اٹھی۔

"ہاں امی آج ذرا دیر ہو گئی۔"

طوبیٰ ماں کے قریب دوا کی شیشی رکھتے ہوئے بولی۔

"ان سے ملو بیٹی۔ یہ بیگم شہاب ہیں۔ رشتے میں تمہاری خالہ ہوتی ہیں
اور یہ تمہاری خالہ زاد بہن جمیلہ"

"آداب" طوبیٰ نے ماں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا:

جھجکی جھجکی نظروں سے ایک بار بیگم شہاب کی طرف دیکھا۔ اور سوچنے
لگی۔ یہ اتنی امیر خالہ کہاں سے پیدا ہو گئیں۔ اب تک یہ کونسے کھوہ
میں چھپی ہوئی تھیں۔

"بیٹی ان کی خاطر کرو گی۔ میں تو تمہارے انتظار ہی میں تھی۔"

ماں سوچ میں ڈوبی ہوئی طوبیٰ سے بولی۔

"جی اماں ... ابھی لیجئے" طوبیٰ اٹھتے ہوئے بولی۔

اسے احساس ہو رہا تھا۔ کہ مہمان خواتین اسے کن نظروں سے دیکھ رہی ہیں۔ باورچی خانے میں آ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ جلدی جلدی ناشتہ کے لئے چند چیزیں تیار کر کے جب وہ ٹرے میں رکھ رہی تھی کہ نبیلا اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"لائیے میں کچھ مدد کروں آپ کی۔"

نبیلا مسکراتے ہوئے بولی۔

"شکریہ۔ آپ نے ناحق زحمت کی۔ میں نے سب تیار کر لیا ہے۔"

طوبیٰ ٹرے اٹھاتی ہوئی بولی۔

"ماشاء اللہ بڑی اسمارٹ ہیں آپ۔ اتنی۔ اتنی جلدی یہ اہتمام کر لیا"

نبیلا تحسین آمیز لہجہ میں بولی۔

"مذاق اڑا رہی ہیں شاید آپ"

"توبہ کیجئے۔ میں تو حقیقت بیان کر رہی ہوں۔"

"غریب لوگ اہتمام کیا جانیں۔ روکھا سوکھا جو میسر ہے۔ حاضر ہے۔"

طوبیٰ کے لہجہ میں درد تھا۔

"آپ کے بال بہت حسین ہیں اتنے لمبے۔ اتنے دلکش۔ کالے دھوئیں جیسے۔"

نبیلا بات بدلتے ہوئے بولی۔

"پانی ہے" طوسیہ سادگی سے بولی۔
"کیا واقعی؟" نبیلا حیرت سے بولی
"جی ہاں! حقیقت ہے" طوسیہ دھیرے سے مسکرا دی۔ "آ یئے
کمرے میں چلیں"
"بہت تکلف کیا بیٹی تم نے" بیگم شہاب طوسیہ کو ٹرے لاتے دیکھ کر بولیں
"شرمندہ کر رہی ہیں خالہ جان یہ تو کچھ بھی نہیں۔ پھر پہلی بار تو آپ تشریف
لائی ہیں ہمارے یہاں۔
طوسیہ کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا
چائے کے دوران نبیلا اور طوسیہ باتیں کرتی رہیں۔ طوسیہ یوں
بھی کم گو تھی۔ نبیلا کے سوالات کا جواب دے دیتی۔ بیگم شہاب طوسیہ
کی ماں سے باتیں کرتے ہوئے کبھی کبھی طوسیہ کو بھی مخاطب کر لیتی تھی۔
تقریباً ایک گھنٹہ تک مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ رات ہو چکی تھی
بیگم شہاب نے گھڑی دیکھی اور کھڑی ہوئیں
طوسیہ بڑی اچھی بچی ہے بہن۔ میں آپ سے اسے اپنے بیٹے کے لئے
مانگتی ہوں۔
چلتے ہوئے بیگم شہاب طوسیہ کی ماں سے بولیں۔
طوسیہ نے لمبی لمبی پلکیں اٹھا کر حیرت سے دیکھا۔ ماں مسکرا رہی تھی۔

نبیلا کی شرارت بھری نظریں طوسیہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اور بیگم شہاب کی آنکھیں محبت اور شفقت کے جذبے سے چمکنے لگی تھیں۔ اس کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑنے لگی۔ اور وہ نظریں جھکا کر دوسرے کمرے میں چلی آئی۔

اور پھر وہ رات بھر سوچتی رہی۔ زندگی کے ان لمحات کے بارے میں جو شاید آ ہی جائیں۔ اسے زندگی کی تصویر بدلی بدلی سی نظر آنے لگی۔ مگر زندگی تو حادثات کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ بات بھی ایک حادثہ بن گئی۔

طوسیہ کی خالہ لوٹ کر نہیں آئیں۔ طوسیہ خیالوں سے نکل آئی۔

طوسیہ دیوان شیلف پر رکھتے ہوئے گنگنانے لگی۔ یہ دیوان ہی تو اس کے سرمایہ حیات تھے۔ پیسے بچا بچا کر وہ اپنے پسندیدہ شاعروں کے دیوان خریدتی اور انھیں بار بار پڑھتی۔ یہی تو غموں میں [illegible] بن جاتے ہیں۔ اس نے سوچا۔

طوسی دیکھو مہمان آ گئے۔۔۔؟

ماں کی خوابناک آواز پر وہ چونکی۔ دروازے کی طرف دیکھا۔ کوئی نہ تھا۔ وہ تلخی بھری مسکراہٹ لئے ماں کی طرف بڑھی۔

ماں کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ بڑبڑا رہی تھی۔

" دیکھو وہ ... میری طوسی کو دلہن بنا کے لے جا رہے ہیں "

" ماں " طوسیہ نے ماں کا ماتھا چھوا اور اس کا سر جھک کر رہ گیا۔

ماں کو بڑا تیز بخار ہے تھا، میرے معبود... طوسیہ سسک پڑی۔ رحم کریم پر۔ ماں... آنکھیں کھولو.. ماں ... خوابوں کی دنیا سے نکل آؤ۔ غریب زندگی تلخ کر دیتے ہیں.. ماں.. میری اچھی ماں...."

طوسیہ بے بسی سے ماں کو آوازیں دینے لگی۔

"طوسی... ماں نے جلتی ہوئی آنکھیں بڑی مشکلیں سے کھولیں۔ کیا آگئے جہان؟

ہاں۔ ہاں... طوسیہ نے تلخی سے کہا۔ کچھ اور غم ہمارے گھر مہمان آئے ہیں۔ ذرا سنبھلو ماں تاکہ انھیں بھی خوش آمدید کہہ سکیں۔"

ماں کی آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہونے لگیں۔ طوسیہ نے سہارا دے کر اٹھایا اور دوا کی آخری خوراک پلا دی پھر وہ خالی شیشی کو دیر تک دیکھتی رہی۔

"دوا بھی ختم ہوگئی۔ اب کیا ہوگا!" وہ سوچنے لگی۔ ایک خوراک سے تو ماں کا بخار نہیں اترے گا۔ پھر... پھر کیا کرو گی طوسیہ؟

طوسیہ نے اپنا پرس کھولا۔ دو چار روپے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن ابھی تو رات کے کھانے کا بھی بندوبست کرنا ہے۔ طوسیہ نے گہری سانس لی... اونہہ... چھوڑو رات کے کھانے کو۔ امی کے لئے تو کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ زندگی بڑی ڈھیٹ ہے تم بغیر کھائے نہیں

مر دگی طوسیہ۔

طوسیہ خود سے بولی۔

ماں کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ بخار اب کم تھا۔ ماں کو نیند آگئی تھی۔ طوسیہ نے ٹھیک سے کمبل اڑھایا۔ دھیرے سے دروازہ بند کیا۔ اور دوا لینے چلی گئی۔ واپسی پر سوچا، ماں کے لئے تھوڑا دلیہ تو پڑا ہوا ہے کچھ پھل لے لئے جائیں۔

جب وہ گھر پہنچی تو ماں جاگ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے دوا اور پھل ماں کے سرہانے پڑی ہوئی تپائی پر رکھی۔ اور ان کے قریب پلنگ پر بیٹھ گئی۔

"کہاں گئی تھیں بیٹی۔" ماں کی نقاہت بھری آواز ابھری۔

"آپ کے لئے دوائی لینے گئی تھی امی۔

طوسیہ ہلکے ہلکے ماں کی پیشانی دباتے ہوئے بولی۔

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔ دو گھونٹ پانی پلا دو۔"

ماں نحیف سی آواز میں بولی۔

طوسیہ نے صراحی میں سے پانی انڈیلا اور اس میں تھوڑا سا گلوکوز ڈال کے لے آئی۔

"لاؤ! میں پلا دوں امی۔"

وہ ماں کو سہارا دے کر بٹھاتی ہوئی بولی۔

"ارے... تمہیں بھی تو بخار ہے۔"

ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں تو امی۔" طوسیہ نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ کو خود بخار ہے نا۔ اس لئے لگ رہا ہے۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولی۔

ماں نے ایسی نظروں سے طوسیہ کی طرف دیکھا جیسے انہیں بیٹی کی بات پر یقین نہیں آیا ہو۔ طوسیہ نے دوائی کی شیشی سے ایک خوراک پیالی میں ڈالی اور پیالی ماں کے ہونٹوں سے لگا دی۔

"جیتی رہ میری بچی تجھے کتنا خیال ہے میرا۔"

"اچھا امی آپ آرام کریں۔ میں آپ کے لئے دلیا بنا لاؤں طوسیہ نے ماں کو آہستہ سے لٹاتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو آئی ہو باہر سے۔ ذرا آرام کر لو۔"

طوسیہ کمرے سے نکل چکی تھی۔ باورچی خانہ میں پہنچ کر اس نے جلدی جلدی دلیا تیار کیا۔ اور پلیٹ میں نکال کر ماں کے پاس لے آئی۔

اور جب وہ چمچہ سے دھیرے دھیرے ماں کو دلیا کھلا رہی تھی

تب ماں نے پوچھا۔

"تم نے بھی کچھ کھایا بیٹا؟"

مجھے ابھی بھوک نہیں ہے امی۔ بعد میں کھا لوں گی" طوسیہ نے

جواب دیا۔

ماں کھا چکیں تو طوسیہ ان کے سرہانے بیٹھ کر دیر تک سر دباتی

رہی۔ دھیرے دھیرے ماں کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ

گہری نیند سو گئیں۔

جمیل کی ممی جمیل سے سخت ناراض تھیں نبیلا نے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ ہوا یہ کہ منگنی والے دن جمیل کی ممی اور نبیلا تمام انتظام کے ساتھ اس کا انتظار کرتی رہیں مگر جمیل دن بھر غائب رہا۔ رات کو گھر میں گھسا تو عجیب انداز سے۔ سر کے بال بے ترتیب تھے ٹائی کی گرہ ڈھیلی اور تھکا تھکا سا چہرہ۔

وہ سیدھا اپنے کمرے میں پہنچ کر صوفہ پر گر پڑا۔ ممی جمیل کی حالت دیکھ کر چونکیں اور اس کی اس ہیئت کذائی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے اٹھیں۔ لیکن نبیلا نے برا سا منہ بنا کر انھیں روک لیا۔

"کہاں جا رہی ہیں ممی۔ بھیا ایکٹنگ کر رہے ہیں۔"

یہ سنکر ممی کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔

پھر کچھ دیر بعد نبیلا اپنے کمرے میں جانے کے لئے جمیل کے کمرے کے سامنے سے گذری تو جمیل اسی طرح صوفہ پر دراز تھا کہ اس کے قدم خود بخود رک گئے۔ بھائی کی حالت کو ایکٹنگ سمجھنے والی نبیلا ٹھٹک

میں مبتلا ہو چکی تھی - جمیل نے نبیلا کو دروازے پر کھڑا دیکھا تو اٹھکر بیٹھ گیا -

"باہر کیوں کھڑی ہو - اندر آ جاؤ نا -"

جمیل مسکراتے ہوئے بولا -

" ہم سے بات مت کیجیے - آپ بہت خراب ہیں - اتنی پیاری لڑکی کو لیکر بیٹھے مجھے اور امی کو الگ شرمندہ کیا - نبیلا روہانسی ہو گئی

" اوہ یہ بات ہے " جمیل کو جیسے بھولی ہوی بات یاد آ گئی ہو بھئی کیا کرتا ایک کیس ایسا آگیا تھا دوپہر سے اب فارغ ہوا ہوں"

" بس رہنے دیجئے - جھوٹی سچی باتیں بنانے کی ضرورت نہیں - "

نبیلا تنک کر بولیں -

" بھئی یقین نہ ہو تو فون کر کے پوچھ لو "

جمیل نبیلا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب صوفہ پر بٹھاتا ہوا بولا -

" کم از کم پچاس مرتبہ فون کیا ہے سارے دن میں - "

نبیلا اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی -

" دماغ خراب ہے کیا - میں کہہ رہا ہوں سیدھا ہسپتال سے چلا آ رہا ہوں - اور فرماتی ہیں پچاس فون کر چکی ہیں " جمیل بولا -

معلوم نہیں نرس کا دماغ خراب ہے - ہسپتال تو آپ بے ارادہ جبرات

کو جاتے ہیں۔
شاید میرا ہی دماغ خراب ہے۔ میں بتانا بھول گیا۔ اب منگل اور
ہفتہ کے دن ہو گئے ہیں۔"
جمیل کے لہجے میں افسوس تھا۔
"یہ تبدیلی کب سے ہوئی۔"
"کل ہی بتایا گیا تھا مجھے۔"
"ہوں... لیکن بھیا یہ اچھا نہیں ہوا۔ معلوم ہے ان سے
رشتہ داری بھی ہوتی ہے۔
اپنی رشتہ داری کا چکر چلا دیا تم نے۔" نیل ہنستا ہوا بولا۔
"یہ بھی اتفاق ہی سمجھو ورنہ ہمیں ان کے بارے میں کبھی علم
ہوتا اور نہ ان کو ہمارے متعلق پتہ چلتا۔"
"اچھا اب وہ اتفاق والی بات بھی کہتی چلئے۔"
انیل کو نیلا کی بات پر یقین نہیں آیا۔
شکورا چار یا پانچ دن دن سے کام پر نہیں آ رہی تھی۔ ادھر
پرسوں ممی کو معلوم ہوا ان کی انگوٹھی بھی غائب ہے۔ شک شکورا
کی طرف ہی گیا۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے غصہ میں ممی کچھ نہیں سوچتیں
چنانچہ میرا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں بٹھا شکورا کے گھر چل دیں۔ گھر کا

پتہ تو تھا نہیں۔ اس کے محلہ میں پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ اتفاق سے کہ جس گھر کے سامنے کھڑی کی تھی اس کا دروازہ کھٹکھٹا دیا اندر سے کسی عورت کی آواز سنائی دی اور ممی مکان میں داخل ہو گئیں آٹھ دس منٹ انتظار کرنے کے بعد میں جو مکان میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں۔ سامنے ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں پلنگ پر ایک عورت لیٹی ہیں ممی جھکی ہوئی ان کے سینے سے لگی ہیں جو آگے بڑھی تو دونوں رو رہی ہیں سسکیوں کی آوازیں کمرے کے باہر تک آ رہی تھیں۔ میں حیران سی ممی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ اتنی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ ممی کو ان سے الگ کر سکوں۔

تھوڑی دیر کے بعد ممی خود ہی ان سے الگ ہو گئیں دوپٹہ سے آنسو پونچھے اور میری طرف دیکھا۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ میں حیرت زدہ کھڑی کبھی ممی کو اور کبھی ان بیار خاتون کو دیکھتی رہی جن کے سینے سے لگی ممی رو رہی تھیں۔

پھر ممی نے میرا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر ان کے قریب کرتے ہوئے بولیں۔

یہ تمھاری خالہ ہیں نبیلہ۔

خالہ کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں لیکن جذبات کی شدت اور بیماری کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ خالہ نے میری طرف ہاتھ پھیلا دیئے اور میں ان کے سینے سے جا لگی۔

اور پھر جب خالہ ذرا بولنے کے قابل ہوئیں۔ تو ان کے منہ سے دعاؤں کی بوچھاڑ نکلنا شروع ہو گئی۔ ممی کی زبانی معلوم ہوا کہ کافی عرصہ کی بات ہے۔ خالو جان جن کا انتقال ہو چکا ہے کسی بات پر خاندان والوں سے لڑ کر الگ ہو گئے تھے۔ سب ہی سے قطع تعلق کرنے کے بعد خالو جان نے شہر ہی چھوڑ دیا تھا کچھ دنوں تک تو کسی نے پرواہ نہیں کی لیکن پھر خون نے جوش مارا اور ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی مگر کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ آخر رفتہ رفتہ سب نے صبر کر لیا۔ پھر ڈیڈی کا تبادلہ یہاں ہو گیا۔

"ہوں ..." انیل بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔

"خالہ جان کے ملنے کی کتنی خوشی تھی ممی کو۔ لیکن بھائی جان آپ نے ان کی تمام خوشی پر پانی پھیر دیا۔"

نبیلا منہ بناتے ہوئے بولی۔

"تم تو پگلی ہو بنو۔" انیل ہنس دیا۔

"ہاں میں تو پگلی ہوں۔ لیکن خدا کی قسم بھائی جان اگر آپ ایک بار

خالہ جان کا حسرت زدہ چہرہ دیکھ لیتے تو یہ نہ کہتے۔ ضبط کے باوجود نبیلا کا چہرہ غصّہ سے سرخ ہو گیا۔

"کاش تمھاری ان نئی خالہ جان کے کوئی صاحبزادہ ہوتا۔ اور ممّی تمھارے لئے اقرار کرلیتیں تو پوچھتا۔"

جمیل غصّہ میں بھری نبیلا کو چھیڑتا ہوا بولا۔

"کیا سوچتی ہوں گی خالہ جان ممی کے متعلق۔"

نبیلا جمیل کی بات کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

"ارے کچھ نہیں سوچیں گی میں ان کا علاج کردوں گی۔"

"بیار ڈالنے والے کیا علاج کریں گے کسی کا۔"

نبیلا جمیل کے چہرے پر نظریں جمائے دیکھتے ہوئے بولی۔

کیا بات ہے نبیلا تمھیں اس لڑکی سے اتنی ہمدردی ہے اور اپنے بھائی کا کوئی خیال نہیں۔"

"اس لئے کہ بھائی نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا معصوم سی بھولی بھالی لڑکی کے دل پر نہ جانے کیا گذر رہی ہوگی۔ اس لئے کہ میں نے خالہ جان اور ممّی میں ہونے والی ایک ایک بات سُنی ہے خالہ جان نے کہا تھا کہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر چھوڑ دینے سے بہتر ہے اسے سمندر میں دھکا دے دو۔ بہن کہیں ایسا نہ ہو یہ سب

کچھ فریب نظر ثابت ہو۔ میں پہلے ہی چراغِ سحری ہوں ان
تھپیڑوں کی زد میں آ گئی تو جانبر نہ ہو سکوں گی۔" نبیلا سسک پڑی۔
"مجھے تمہاری اور ممی کی پوزیشن کا احساس ہے نبیلا۔ لیکن
میں بھی مجبور ہوں۔" جمیل سنجیدہ ہو گیا۔ "میرے ذہن میں ایک لڑکی
کا تصور تھا۔ میں نے اسے ہمیشہ خوابوں میں محسوس کیا ہے۔ آج وہ
جیتی جاگتی حقیقت کی دنیا میں میرے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے۔ وہ
میری ہمسفر ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔"
"کیا تصور ہے وہ۔ کونسی کوہ قاف کی پری کے تصور میں آ گئے آپ۔"
نبیلا نے جل کر کہا۔
"پری تو نہیں... مگر ہاں آرٹسٹک سی لڑکی ہے۔ جس کی آنکھیں
گہنائے ہوئے چاند کی طرح ویران ہیں جس کی زلفیں میرے خیالوں
کی طرح پریشان ہیں جس کا چہرہ پھول کی طرح کومل ہے اور....."
"اچھی شاعری کر لیتے ہو ڈاکٹر صاحب"
نبیلا نے بات کاٹ کر طنز سے کہا۔
"اسے دیکھ کر ہی شاعر بنا ہوں۔" جمیل دھیرے سے بولا
نبیلا نے برا سا منہ بنایا اور گردن جھٹک کر کمرے سے باہر
نکل گئی۔ جمیل نے طویل سرد آہ لی اور سوچنے لگا۔ میرے معبود

کونسے دیس سے نکل آئی تھی وہ۔ کیا وہ کبھی اسے پا سکے گا۔ وہ آج بھی اسے سارے شہر میں تلاش کرنے کے بعد ناکام واپس لوٹا تھا کچھ کہتی ہوئی خاموش نگاہوں کے تصور میں آج بھی اس نے کئی مرتبہ بریک لگائے تھے۔ دوڑتی ہوئی کار ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی لیکن سہمی ہوئی ویران آنکھوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔

جمیل دھیرے سے صوفے پر اٹھا اور باغیچہ کی سمت کھلنے والی کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ باہر اندھیرا تھا۔ اس نے کھڑکی کھول دی اور دور خلا میں کسی گمکردہ راہ مسافر کی طرح اپنی منزل کی تلاش میں بھٹکنے لگا چاند آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن جمیل کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی منزل کہاں ہے۔ وہ نہ معلوم کب تک یونہی کھڑکی کے سہارے کھڑا رہتا کہ میونسپل ٹاور کے گھنٹے نے تین بجنے کی خبر دی۔ اینل چونک پڑا اس نے اپنے گردوپیش نگاہ اٹھا کر دیکھا ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا۔ کھڑکی کے باہر دبیز تاریکی کی چادر تنی ہوئی تھی۔ پھر اسی وقت چاند نے بادل کی اوٹ سے اپنا چہرہ نکالا۔ تاریکی بہا قدرے چھٹی ہوئے ہوئے جھومتی ہوئی رات کی رانی اسے کہتی معلوم دی جمیل ہمیں معلوم ہے تمہارا درد۔ لیکن یوں کب تک کھڑے رہو گے۔ جاؤ اپنے بستر پر کہ صبح قریب ہے

اور جمیل تھکے تھکے پاؤں اٹھاتا ہوا اپنے بستر تک
جا پہنچا اور یوں ہی بغیر کپڑے تبدیل کئے بستر
پر دراز ہو گیا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو کافی وقت گذر چکا تھا وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں لگا ہوا کلاک نو بجا رہا تھا۔

آج اسے کوئی جگانے بھی نہیں آیا۔ اس نے سوچا۔ اس سے پہلے اگر کبھی اس کے اٹھنے میں دیر ہو جاتی تو اب تک ممی کتنی مرتبہ اس کے کمرے میں آ کر اسے اٹھاتیں پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتیں اور نبیلا تو آ کر جھنجھوڑ ہی ڈالتی۔ لیکن آج دونوں ہی اس سے ناراض تھیں ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور اس نے بستر چھوڑ دیا۔ جلدی جلدی غسل سے فارغ ہوا کپڑے تبدیل کئے۔ اور ناشتہ کئے بغیر ہی کلینک چل دیا اس نے محسوس کیا اس دوران کسی نے اس کی طرف دیکھنا تک گوارا کیا تھا۔

کار کلینک کی طرف دوڑ رہی تھی - اور وہ سوچ رہا تھا
ماں جو اسے اپنی زندگی کا سہارا سمجھتی ہیں - جس کی ممتا اور
اور شفقت نے اسے اس قابل کیا جس نے اپنے بیٹے کے لئے
بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا - آج صرف اس لئے
ناراض ہے کہ اس نے اپنے حق کا استعمال کر لیا تھا
زندگی کے ہمسفر کا انتخاب اپنی مرضی سے کر لیا - جرم بن گیا تھا
نبیلا جسے اپنے بھائی پر ناز تھا جو فخر سے اپنی سہیلیوں کے
درمیان جمیل کا ذکر کیا کرتی تھی - آج اس سے روٹھ گئی تھی
اس لئے کہ بہن کے انتخاب پر اس نے اپنے انتخاب کو ترجیح دی تھی

جمیل کلینک پہنچا تو کافی مریض جمع تھے -
اس نے جلدی جلدی مریضوں کو دیکھنا شروع کر دیا - وہ جلد
از جلد مریضوں سے فارغ ہو جانا چاہتا تھا - ہنسنے ہنسانے
والا ڈاکٹر آج خود مریض معلوم ہو رہا تھا - شوخی اور ظرافت
کی جگہ چڑچڑے پن نے لے لی تھی - دو ایک مریضوں کو تو
اس نے ڈانٹ بھی دیا تھا - پرانے آنے والے مریضوں کو جمیل
کی یہ تبدیلی عجیب معلوم دی تھی وہ خود بھی اپنی اس تبدیلی کو
محسوس کر رہا تھا - اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش بھی

کی لیکن اس کے باوجود اس کا موڈ بحال نہ ہو سکا۔
مریضوں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ایک میڈیکل میگزین اٹھالی۔ ابھی آدھا ہی صفحہ پڑھا تھا کہ دل گھبرانے لگا اس نے میگزین ایک طرف اچھال دیا۔
پھر وہ اپنی کرسی سے اٹھنا ہی چاہ رہا تھا کہ ایک ہاتھ اس کے سامنے تھا۔ نازک سے سفید ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک خوبصورت گولڈ میڈل رکھا تھا۔
"ڈاکٹر... میری ماں سخت بیمار ہیں۔ یہ رکھ لیجئے اور میری ماں کے لئے دوا دے دیجئے۔"
درد بھری آواز جمیل کے کانوں سے ٹکرائی۔
اس نے نظریں اٹھائیں۔ وہی گھبرائی ہوئی ویران سی آنکھیں اسے حسرت سے دیکھ رہی تھیں۔ اب ان کی ویرانی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔
"جی کیا فرمایا" انیل کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔
اس نے غور سے لڑکی کی ہتھیلی پر رکھا ہوا سونے کا میڈل دیکھا یقیناً وہ گریجویشن میں اول آنے پر ملنے والا میڈل تھا۔
میری ماں کو بچا لیجئے ڈاکٹر وہ سخت بیمار ہیں۔ میں بہت

دنوں سے ان کا علاج ایک دوسرے ڈاکٹر سے کرا رہی تھی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ میری ماں کو دیکھ لیجئے چل کر لیکن آپ کی فیس اور دواؤں کے لئے اب میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

طوسیہ میڈیل ڈاکٹر کے سامنے کرتی ہوئی سسک پڑی انیل گم صم بیٹھا تھا۔ طوسیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ لڑکی جس کے لئے اس نے سارے شہر کی خاک چھان ڈالی تھی اس کے سامنے کھڑی ہے۔

"نہیں چلو گے ڈاکٹر؟" طوسیہ حسرت سے بولی۔

"خدایا اگر ہم غریب ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ تو نے ہمیں غریب پیدا ہی کیوں کیا۔

طوسیہ کی پلکوں پر ٹکے ہوئے آنسوؤں کے قطرے رخساروں پر ڈھلک آئے۔ اس نے ایک نظر ڈاکٹر کو دیکھا اور باہر جانے کے لئے مڑ گئی۔

"ٹھہرئیے!۔ انیل جیسے کسی خواب سے چونک پڑا ہوا۔"

"میں چلتا ہوں"!

وہ کرسی سے اٹھا۔ اپنا بیگ سنبھالا۔ اور کلینک سے باہر آگیا۔ طوسیہ کی ویران آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے چمک پیدا ہوگئی۔ جیسے اسے نئی زندگی مل گئی ہو۔ جمیل نے گاڑی میں بیگ رکھا اور طوسیہ کے لئے کار کا دوسرا دروازہ کھول دیا۔

تشریف رکھیئے۔ جمیل طوسیہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

طوسیہ ایک لمحہ کے لئے جھجکی پھر اپنا دوپٹہ درست کرتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

ایک چہرے سے پریشانی مترشح تھی۔ عجب کس میرسی کا عالم طاری تھا۔ کار تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی رہی۔

کچھ دیر بعد جمیل طوسیہ کی قیادت میں ایک اوسط درجے کے مکان تک پہنچا۔ جلدی سے دروازہ کھول کر وہ باہر آئی۔

میرے ساتھ آئیے ڈاکٹر صاحب۔ جمیل سے کہتے ہوئے آگے بڑھی۔ اور مکان کے اندر داخل ہوگئی۔

"ماں"! اس نے اندر پہنچکر بیتابی کے ساتھ پکارا۔

مگر اس کی آواز گونج کر رہ گئی۔

طوسیہ تیزی کے ساتھ اپنی ماں کی طرف بڑھی اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اپنی طرف گھماتے ہوئے ایکبار پھر کہا

"ماں!"

مگر اس کی ماں اب ہر مرض سے نجات حاصل کر چکی تھی۔

"ماں... پیاری ماں... بولو نا ماں... کیا ہوا تمھیں....

.....وہ دیوانہ وار چیخنے لگی۔

"صبر کیجیے" جمیل کا کانپتا ہوا ہاتھ اس کے شانوں پر تھا

"ڈاکٹر!" وہ پلٹی "میری ماں کو دیکھو ڈاکٹر... ان کو جگا دو

یہ بہت خواب دیکھتی ہیں۔ ان کو بیدار کر دو ڈاکٹر.. خواب کی

دنیا سے واپس لے آؤ۔ ڈاکٹر... جہاں کی رنگینیاں انسان کو ایسا

خمار بخش دیتی ہیں۔ اور وہ پھر کسی کا نہیں رہ جاتا.. کہتے ہوئے

وہ سسک پڑی.... اور بے تحاشہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اسی وقت باہر ایک گاڑی آکر رکی بیگم شہاب اور زیبا اندر

آئیں۔ جمیل کی حیرت زدہ نظریں ان دونوں پر مرکوز تھیں۔

"آگئیں آپ!" طوبیٰ نے دیوانگی سے کہا "میری ماں کو

آپ کا بڑا انتظار تھا.. بڑے حسین فریب دیتی ہیں آپ" کہتے ہوئے

وہ ہنس پڑی "آئیے ملیے میری ماں سے" وہ ماں کی نعش

کی جانب مڑتی ہوئی بولی۔ اور پھر یکبارگی اس نے ماں کا منہ

چوما۔ پھر رونے لگی۔

"بیٹی ہم تم سے معافی مانگنے آئے ہیں۔ مرحوم سے بھی ہم شرمندہ ہیں، آج دراصل ہم لوگ اسی واسطے آ رہے تھے۔" بیگم شہاب شدت جذبات میں رو پڑیں۔

"یہی میرا باغی لڑکا ہے۔ جسے تم مسیحا سمجھ کر گھر لائی ہو۔" دفعتاً انھوں نے جمیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جو سر جھکائے ہوئے قسمت کے اس کھیل پر داد دے رہا تھا مگر طوسیہ ماں سے لپٹی روتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئی۔

مرحوم کی تدفین وغیرہ کا سارا انتظام بیگم شہاب نے کیا۔ طوسیہ اب تک بیہوش تھی۔ جمیل اس کو ہوش میں لانے کی مسلسل کوشش کر رہا تھا۔

لیکن اس کو ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے اب وہ بھی بیہوش ہو جائے گا۔ حادثات کی کڑیوں نے بڑے دکھی ڈرامے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اور قسمت کے اس کھیل نے ایک عجیب سے ماحول کو جنم دے دیا تھا۔ جس میں حصہ لینے کے لئے پتہ نہیں کتنے کردار اور بھی منتظر تھے۔

طوسیہ کی بے ہوشی کو آج دوسرا دن تھا۔ بیگم شہاب اسے اپنے گھر لے آئی تھیں۔ جمیل دوسرے ڈاکٹر کے ساتھ مل کر مسلسل کوشش کر رہا تھا۔ نیلا نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔

شہاب صاحب بھی جمیل کی نادانیوں کا اتنا بڑا المیہ دیکھ کر بہت متأثر ہوئے تھے۔ انھوں نے رائے دی تھی کہ طوسیہ کو اپنے گھر لے چلیں۔ کیونکہ وہ اب تنہا رہ گئی ہے۔ اور ایک تنہا لڑکی بھلا کسی اکیلے گھر میں کیسے رہ سکتی تھی۔

جمیل طوسیہ کے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ کمرے میں اس وقت کوئی اور نہ تھا۔ اس نے ایک بار اور کوشش کی۔ امونیا کئی مرتبہ سنگھائی جا چکی تھی۔ اس مرتبہ پھر وہی عمل دہرایا گیا.... چند سیکنڈ بعد بوجھل پلکوں میں خفیف سی حرکت پیدا ہوئی۔ چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہوئے۔ ہونٹ تھرتھرائے.... اور طوسیہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"ماں ... !" پہلا لفظ اس کے منہ سے نکلا۔
ویران آنکھوں میں تجسس نمایاں تھا۔ طوسیہ کو ہوش میں دیکھکر
خوشی سے جمیل کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔
"ڈاکٹر ...!" طوسیہ جمیل کو بغور دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے
بولی اور پھر آنکھیں جھپک کر بند ہو گئیں۔
"پانی" اس نے دھیرے سے کہا۔
جمیل چمچہ سے طوسیہ کے منہ میں پانی دینے لگا۔ چند چمچے پانی کے
طوسیہ کے حلق سے اترے اور وہ سو گئی۔ جمیل نے ایک لمبا سا سانس
کھینچا اور سوتی ہوئی طوسیہ کے چہرے پر نظریں جما دیں کچھ دیر پہلے تک
چھائے ہوئے کرب کی جگہ معصوم سے چہرے پر سکون تھا۔ جمیل کا
اضطراب بھی اطمیناں میں بدل گیا۔
شام کو سب ہی اس کے کمرے میں جمع تھے۔ بیگم شہاب نے
جمیل کی زبانی طوسیہ کے ہوش میں آنے کی خوش خبری سنتے ہی نماز
شکرانہ ادا کی۔ نبیلا جو اس حادثہ کے بعد سے اب تک خاموش تھی
خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے طوسیہ سے لپٹنے کے لئے لپکی لیکن
جمیل نے روک لیا۔
"نہیں .. بے بی ... سونے دو۔"

شہاب صاحب بھی مطمئن نظر آرہے تھے۔ چار دن سے فکر و پریشانی میں لپٹا ہوا گھر کا ماحول بدلنے لگا تھا۔ گھر کے افراد کے چہروں پر اطمینان و سکون تو آ ہی گیا تھا۔ فضا کو بدلنے کیلئے مسکراہٹیں اور قہقہے باقی تھے۔

رات کو طوسیہ نے آنکھیں کھولدیں۔ باری باری سب سی پر نظر پڑی۔

"کہاں ہوں میں؟" طوسیہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی
"بہت کمزور ہوگئی ہو۔ لیٹی رہو بیٹی۔"
بیگم شہاب پیار سے طوسیہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولیں۔
طوسیہ کی حیرت زدہ نظروں نے لیٹے لیٹے کمرے کا جائزہ لیا۔ جگہ انجانی تھی۔

"یہ کونسی جگہ ہے" طوسیہ نے پوچھا۔

"تم ہمارے گھر میں ہو بیٹی۔" بیگم شہاب طوسیہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"کیوں" حیران نظروں سے اس نے بیگم شہاب کی طرف دیکھا اور اٹھکر بیٹھ گئی۔

بیگم شہاب ایک طویل سرد سانس لے کر رہ گئیں۔ نبیلا اپنے

ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ شہاب صاحب پہلو بدل کر رہ گئے۔ جمیل نے ندامت سے نظریں جھکا لیں۔ اور کھوئی کھوئی سی طوسیہ ماضی کے دریچے میں جھانکنے لگی۔ ذہن نے سب کچھ سمجھا دیا۔ اس نے بیگم شہاب کے شانوں پر سر رکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی جمیل آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اسکی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگے۔

طوسیہ روتے روتے چپ ہو گئی۔ لاوا بہہ چکا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ماحول پر اداسی طاری ہونے لگی۔

اب لیٹ جاؤ۔ تمھیں آرام کی ضرورت ہے بیٹی۔

شہاب صاحب کمرے کی بوجھل خاموشی کو توڑتے ہوئے بولے

"شکریہ۔ اب میں گھر جاؤں گی" اس نے ایک نظر جمیل پر ڈالی جو ابھی کھڑکی کے پاس کھڑا طوسیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کونسے گھر" نیلا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اپنے گھر" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"بیٹا" شہاب صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ "یہ گھر بھی تمھارا ہے۔ وہاں اب جا کر کیا کرو گی۔ اکیلے کیسے رہو گی لڑکی ذات اکیلی نہیں رہ سکتی۔ پھر وہ علاقہ بھی ایسا نہیں۔۔۔۔

میں آپ لوگوں کو تکلیف دینا نہیں چاہتی۔" طوسیہ شہاب صاحب کی بات کاٹتے ہوئے بولی

طوسیہ بہن تم یہاں رہو۔ اس سے بڑی خوشی ہمارے لئے کیا ہو سکتی۔ نبیلا طوسیہ کو پلنگ سے اٹھتے دیکھ کر بولی۔

آپ لوگوں کی محبت کا شکریہ۔ لیکن میرا یہاں سے چلا جانا ہی مناسب ہے۔

طوسیہ جانے کیلئے آگے بڑھی اور تب ہی اسے چکر آیا قریب تھا کہ وہ گر پڑے کہ جمیل نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا۔

یہ تو حالت ہے کہ دو قدم بھی نہیں چل سکتیں لیکن جانے کیلئے ضد کر رہی ہو۔ نہیں میری بچی تم نہیں جاؤ گی۔ ہم پہلے ہی بہت شرمندہ ہیں۔ ممکن ہے تمہاری خدمت کر کے مرحومہ کی روح سے ہم معافی حاصل کر سکیں۔

بیگم شہاب رو پڑیں۔

"مان جائیے نہ طوسیہ بہن" نبیلا کی آنکھیں بھی پرنم ہو گئیں۔

"اچھا... طوسیہ کا دل بھر آیا.. جب تک آپ لوگ مجھ سے بیزار نہیں ہو جاتے۔ میں رہوں گی۔

تم کتنی اچھی ہو میری بہن.... تم سے کون بیزار ہو سکتا ہے

نبیلا طوسیہ سے لپٹ گئی

طوسیہ خاموشی سے آنکھیں بند کر کے پلنگ پر لیٹ گئی۔ نبیل پھر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ اب وہ مطمئن تھا۔ مگر وہ طوسیہ سے نظریں ملاتے ہوئے ندامت محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دیوانے پن نے حالات کو اتنا بھیانک بنا دیا تھا۔ ایسے اس کا کوئی قصور تو نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود طوسیہ کی آنکھوں میں چھپی ہوئی نفرت دیکھ کر اسے ایسا لگتا جیسے اس تمام المیہ کا ذمہ دار شہزادہ خود ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد شہاب صاحب اٹھ کھڑے ہوئے "چلو بھئی آرام کرنے دو اسے" وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولے۔

بیگم شہاب اور نبیلا بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئیں طوسیہ نے آنکھیں کھولیں تو بیگم شہاب اور نبیلا کمرے کے دروازے پر تھیں انیل کھڑکی بند کر رہا تھا۔

رات سیاہ تھی۔ وہ کھڑکی بند کر کے پلٹا۔ طوسیہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نظروں میں نفرت اور غصہ چہرے پر۔ بیزاری نمایاں تھی۔ انیل کانپ گیا۔

"میں برابر کے کمرے میں ہوں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیل

بجا دیجیے - جمیل رک رک کر بولا -

طوسیہ نے کوئی جواب نہیں دیا - جمیل پر سے نظریں ہٹا کر چھت کو گھورنے لگی - جمیل بوجھل قدموں سے باہر نکل آیا

تیسرے دن طوسیہ کی طبیعت سنبھل چکی تھی - مگر ماں کی جدائی کے صدمہ کا اثر ابھی باقی تھا: حساس تو وہ پہلے ہی سے تھی لیکن اب تو سراپا غم ہو کر رہ گئی تھی - نبیلا ہر وقت طوسیہ کے ساتھ رہتی اس کا دل بہلاتا - اسے ہنسانا اور مصروف رکھنا نبیلا کا دلچسپ شغلہ تھا

طوسیہ زیادہ تر خاموش رہتی - اس سے جو پوچھا جاتا - اس کا جواب دیدیتی اور پھر خلاؤں میں اس طرح گھورنے لگتی جیسے اس کی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی ہوں - کبھی کبھی تو ایسا لگتا جیسے وہ اپنی تلاش میں کامیاب ہو گئی ہو - ہولے ہولے ہلتے ہونٹ ماں سے باتیں کرتے معلوم دیتے - اور نبیلا کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو جھلک آتے وہ جلدی جلدی سے اپنے آپ کو سنبھالتی اور طوسیہ کا دھیان بٹانے کے لئے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیتی -

طوسیہ چونک پڑتی - وہ اس طرح نبیلا کو دیکھتی گویا ابھی ابھی سوتے سے جاگی ہو - نبیلا اپنی بات دہراتی تو جواب دیدیتی - ورنہ خاموشی سے اس کا چہرہ تکتی رہ جاتی -

اپنے گھر سے وہ تمام کتابیں لے آئی تھی - اس کا کمرہ ایک چھوٹی سی لائبریری بن گیا تھا - جب کبھی تنہائی پاتی کمرے میں بند ہوکر کتابوں میں محو ہو جاتی - رات کو تو اکثر وہ دو دو تین تین بجے تک انہیں کتابوں میں کھوئی رہتی -

جمیل نے ایک بات شدت سے محسوس کی تھی - طوبیہ جمیل سے بات نہیں کرتی تھی - بلکہ اس کے سامنے آنے سے کتراتی تھی - اور اگر کبھی آمنا سامنا ہو بھی جاتا تو اسکے چہرے پر کرب کے آثار پیدا ہو جاتے - جمیل نے کئی بار چاہا کہ اس سے معافی مانگ لے - اسے بتا دے کہ اس نے انکار بھی کیا تھا تو صرف تمہاری وجہ سے - اسے کیا معلوم تھا کہ جسکی تلاش میں وہ بھٹک رہا ہے اسی کے قرب سے وہ انکار بھی کر رہا ہے اسے کیا معلوم تھا کہ اس کی تمنا اور ممّی کی خواہش ایک ہی ہے - مگر طوسیہ نے اسے صفائی کا موقع ہی نہیں دیا - اسے دیکھکر طوسیہ کی پیشانی پر پڑجانے والی شکنیں دیکھ دیکھ کر جمیل کڑھتا رہا اور طوسیہ بے نیازی رہا -

دوپہر کا وقت تھا گھر کے تمام افراد اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔ جمیل اپنے کمرے میں صوفہ پر بیٹھا سگریٹ کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا۔ ریڈیو آن تھا اور اس پر مغربی موسیقی کی ایک دلکش دھن بج رہی تھی۔ دھن کے زیر و بم کے ساتھ ساتھ جمیل کے پاؤں فرش سے ٹکرا رہے تھے اس کے ساتھ ہی وہ اپنے ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں سکیڑے ہولے ہولے سیٹی بجا رہا تھا۔

دھن کے ختم ہوتے ہی اناؤنسر نے کسی صاحب کی تقریر کا اعلان کیا۔ جمیل صوفہ سے اٹھ کر ریڈیو کے قریب آیا اور ریڈیو کو بند کر دیا۔ اور سیٹی بجاتا ہوا کھڑکی میں آ کر کھڑا ہو گیا یہاں سے طوسیہ کا کمرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے دیکھا۔ طوسیہ دیوار سے تکیہ لگائے بستر پہ نیم دراز تھی۔ گود میں کوئی کتاب کھلی ہوئی پڑی تھی مگر

اس کی نظریں سامنے کی دیوار پر لگی ہوئی تھیں
جمیل نے سوچا موقع اچھا ہے اس سے پہلے کہ نبیلا آجائے
اسے صفائی کی کوشش کر لینی چاہیئے۔ اسے معلوم تھا کہ نبیلا ہر
وقت سائے کی طرح طوسیہ کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے سامنے
اس قسم کی کوشش بار آور ہونا ممکن نہیں تھا۔ اس نے اسی وقت
طوسیہ سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔
وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا طوسیہ کے کمرے کے سامنے پہنچ گیا
ایک لمحہ کے لئے ہچکچاہٹ محسوس کی لیکن پھر دروازے پر دستک
دے ہی دی۔ مگر طوسیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ جمیل
نے چند لمحے جواب کا انتظار کرنے کے بعد دوبارہ دستک دی۔
" دروازہ کھلا ہے آجائیے " طوسیہ کی آواز آئی
جمیل آہستہ سے اندر داخل ہوگیا۔ طوسیہ دروازے
ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جمیل کو دیکھ کر طوسیہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے
" اوہ... ڈاکٹر... آپ " طوسیہ قدرے ناگواری سے بولی۔
" کیا حال ہے...؟" جمیل نے زبردستی مسکرا کر کہا۔
زندہ ہوں.. طوسیہ نے سردمہری سے جواب دیا۔
" کیا پڑھ رہی تھیں " جمیل ڈھیٹ بن کر اس کی شیلف دیکھنے لگا

"نقش فریادی" طوسیہ نے مختصر جواب دیا۔

اس کی ویران نگاہیں لمحہ بھر کیلئے جمیل کے چہرے پر ٹھہریں اور پھر کتاب پر جم گئیں۔

"بہت کم بولتی ہیں آپ" جمیل نے مڑکر دیرے سے کہا۔

طوسیہ نے بوجھل پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر کتاب پڑھنے لگی۔

"آپ مجھ سے کچھ ناراض معلوم دیتی ہیں"

"اجمیل صاحب" طوسیہ کی پیشانی کی سلوٹیں کچھ اور گہری ہو گئیں "بے کار باتوں سے کیا حاصل جائیے آرام کیجئے"

ایک لمحہ کے لئے جمیل کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نمایاں ہوئے۔ لیکن پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔ وہ چپ چاپ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ انداز ایسا ہی تھا۔ جیسے کچھ کہنا چاہ رہا ہو۔

طوسیہ نے کتاب بند کردی اور اس کی طرف گھورتی ہوئی بولی "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں یہاں نہ رہوں"

"شوق سے رہیئے صاحب لیکن پتھر بن کر نہیں"

جمیل کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولا۔

جمیل کے جانے کے بعد طوبیہ دیر تک سوچتی رہی - دل کے کہا اسے اس طرح پیش نہیں آنا چاہیئے تھا - اسی کے گھر تو رہ رہی تھی وہ - اسے جمیل کی بیچارگی کا خیال آگیا - اس نے کتنی بداخلاقی کا ثبوت دیا تھا - حالانکہ جمیل نے اسکے بیماری کے دنوں میں دن رات صرف اس کے ہی لئے وقف کر دیئے تھے - اس نے سوچا اسے خود جمیل کے کمرے میں جا کر معذرت کرنی چاہیئے -

لیکن پھر دوسرے ہی لمحہ اس کے سوچنے کا انداز بدل گیا - جمیل کے چہرے پر برستی ہوئی بیچارگی اور حسرت اسے ظلم اور طنز معلوم دینے لگی "نہیں طوبیہ وہ ظالم ہے - وہ تیری ماں کا قاتل ہے - اس نے تیری مجبوریوں کا مزید مذاق اڑانے کے لئے یہ نیا روپ دھارا ہے - تیرا گھر اجاڑ کر اپنے در پر لا ڈالا ہے - تاکہ اطمیناں سے تیری بے بسی کا تماشا دیکھ سکے - اسے تجھ سے کیا نسبت وہ خوبصورت ہے - ڈاکٹر ہے - امیر ہے طوبیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا مٹھیاں بھینچ گئیں - نہیں ... نہیں ... یہ نہیں ہو سکتا - میں اپنی ماں کے قاتل کو اپنے قریب نہیں دیکھ سکتی - جب بھی حالات سازگار ہوئے میں یہاں سے چلی جاؤں گی -

وہ دیر تک کبھی جمیل کے خلاف اور کبھی حمایت میں سوچتی

وہی۔ کبھی چہرہ غصے اور نفرت سے سرخ ہو جاتا اور کبھی اس کی آنکھوں میں نرمی ابھر آتی۔ کتاب اس نے ایک طرف ڈال دی تھی۔ یہی سب کچھ سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

خواب میں بھی یہ الجھی ہوئی گتھیاں اس کے سامنے تھیں۔ جمیل اور ماں کا چہرہ باری باری اس کے سامنے آ جاتا۔ ماں جو بیماری کی حالت میں دل میں حسرتیں لے کر چل بسی۔ جمیل جس کی وجہ سے ماں اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ کبھی ماں کا متین چہرہ اور معصوم آنکھیں اسے تسکین دیتیں کبھی انیل کا حسرت زدہ چہرہ اور کچھ کہتی معلوم دیتی ہوئی آنکھیں اسے بے چین کر دیتیں۔

اسی حالت میں گھبرا کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وحشت زدہ نگاہوں سے کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔ نبیلا قریب ہی نہ جانے معلوم کب آ کر بیٹھ گئی تھی۔ طوسیہ کا گھبرایا ہوا انداز دیکھ کر چونک پڑی۔

"کیا ہوا طوسی؟ کوئی خواب دیکھا ہے کیا؟"

نبیلا اس کے قریب آتی ہوئی بولی۔

طوسیہ چند سیکنڈ پیشانی پہ ہاتھ رکھے خاموش بیٹھی رہی پھر گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"کہیں چلیں" نبیلا اسے کمرے سے نکلتے دیکھکر بولی۔

"نماز کا وقت ہوگیا۔ نبو!"

پھر نبیلا بھی اس کے پیچھے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

جمیل کمرے سے باہر نکلا تو طوسیہ نماز سے فارغ ہونیکے بعد قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی۔ طوسیہ پر نظر پڑتے ہی جمیل ٹھٹھک گیا۔ کالا دوپٹہ اوڑھے وہ بڑی حسین لگ رہی تھی۔

جمیل اس کے پیچھے کھڑا ہوکر دیر تک اسے دیکھتا رہا۔

طوسیہ نے تلاوت ختم کی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ جمیل نے بھی ہاتھ اٹھائے اور بلند آواز سے بولنے لگا۔

"یا اللہ مسلمانوں کے دلوں سے ناراضگی دور کردے"

طوسیہ ضبط کے باوجود مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

ماشاء اللہ آپ بڑی اللہ والی ہیں۔ طوسیہ دعا مانگ چکی تو جمیل مخاطب ہوا۔

"ہم بے سہاروں کا ہے ہی کون سوائے خدا کی ذات کے"

طوسیہ نے یاس سے کہا۔

"مگر شاید ہمارا وہ بھی نہیں ہے۔" جمیل نے حسرت سے کہا

ایسا نہ کہیے۔ اگر وہ ناراض ہو جائے تو پھر کہیں ٹھکانا نہ ہوگا!"

طوسیہ نے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا۔
"ٹھکانا تو اب بھی کہیں نہیں ہے۔"
"کفر کے کلمے نہ نکالئے... جمیل صاحب۔"
جمیل نے طوسیہ کے لہجے میں اپنائیت سی محسوس کی
"بہت بہتر۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔"
جمیل سادگی سے بولا۔
طوسیہ خاموش ہو گئی۔ جمیل نے سوچا یہ خاموشی کہیں پھر اسے اداسیوں کی وادی میں نہ پہنچا دے۔ اسے اداس دیکھ جمیل بے چین ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت اس کا موڈ قدرے بحال دیکھ کر اس کا جی چاہا وہ اپنے دل کی بات کہہ دے اس کی غلط فہمی دور کر دے۔ پھر ایک خیال آتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
"آج آپ کی ممی کی فاتحہ ہے مزار پر نہ جائیے گا۔"
"ضرور جاتی۔ لیکن خالہ جان نے بتایا کہ ڈرائیور چھٹی پر ہے شام کو پاپا آئیں گے تو لے جائیں گے۔ طوسیہ نے جواب دیا۔
"محترمہ یہ خاکسار بے دردی کا ڈرائیور حاضر ہے۔ آئیے لے چلوں"
"جی نہیں۔ اب شام کو ہی جاؤں گی" طوسیہ نے بات ٹالتے ہوئے کہا

طوسیہ نے بات ختم کر دی تھی۔ جمیل سوچ میں پڑ گیا۔ اسی وقت بیگم شہاب آ گئیں۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی" بیگم شہاب نے شفقت سے پوچھا
انیل جلدی سے بولا۔

"ممی یہ مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ انہیں قبرستان لے چلوں۔
اب آپ ہی دیکھیئے نا کلینک بھی جانا ہے .... اور ...۔"

"لے جاؤ نا۔ بری بات ہے بات نہیں ٹالتے" بیگم شہاب انیل کی بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

"مگر ممی .. خیر اگر آپ کہتی ہیں تو لے جاتا ہوں" اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا "چلیئے" پھر وہ طوسیہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا
طوسیہ پریشان ہو گئی "مگر میں تو ...."

"چلی جاؤ بیٹا۔ وہ تو بہت شام کو آئیں گے .. جمیل کے ساتھ چلی جاؤ۔ شاباش"
بیگم شہاب طوسیہ کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔
جمیل مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور طوسیہ با دلِ ناخواستہ اس کے پیچھے ہو لی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے جناب" طوسیہ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا

جمیل نے مسکرا کر سگریٹ سلگایا ۔ کوٹ سیٹ پر ڈالتے ہوئے شوخی سے بولا ۔

اگر میں یہ ڈرامہ نہ کرتا ۔ تو آپ میرے ساتھ کیسے چلتیں اور مجھے آپ کی ناراضگی دور کرنے کا موقع نہیں ملتا ۔"

"جمیل صاحب ۔ میری آپ سے دوستی کب تھی ۔ جو اب ناراضگی ہو گئی ۔ طوسیہ سنجیدگی سے بولی ۔" آپ مجھ میں اتنی دلچسپی نہ لیجیئے کہ مجبوراً مجھے یہ گھر چھوڑ کر چلا جانا پڑے ۔ آپ نے میرا گھر تو اجاڑ دیا اب ۔ ۔ ۔ ۔"

طوسیہ سسک پڑی ۔ الفاظ اس کی زبان پر اٹک کر رہ گئے

"طوسیہ میں آپ کے دل سے یہی غلط فہمی نکالنا چاہتا ہوں وہ حالات بڑے عجیب تھے ۔ بلکہ میرے ساتھ قدرت کا زبردست مذاق سمجھو ۔

جمیل سگریٹ کا لمبا سا کش لیتا ہوا بولا ۔

"جی ہاں ۔ ۔ وہ بھی مذاق ہی تھا جو میری ماں سے کیا گیا تھا لیکن یہ مذاق کرتے ہوئے شاید آپ لوگوں کو خیال نہ رہا ہو کہ وہ غریب اس مذاق کی متحمل بھی ہو سکتی ہے ۔"

" مجھے خود بھی ندامت ہے طوسیہ ۔ دراصل میں نے آپکو ۔

" چھوڑیئے جمیل صاحب - طوسیہ بات کاٹتی ہوئی بولی - مذاق ختم ہو چکا - اب گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ ۔"

" طوسیہ... جمیل آئینہ میں اسے دیکھتے ہوئے بولا -.. جو کچھ ہو چکا اسے فراموش کر دو... اب اپنی آنکھوں سے یہ اداسی سمیٹ لو - اتنی سی عمر میں بزرگوں کی سی سنجیدگی اچھی نہیں لگتی ۔"

کیسے ہنسوں جمیل صاحب .. بچپن سے روتے روتے عادت ہو گئی ہے - اب تو ہنسنے کی بات پر بھی آنسو نکل آتے ہیں - آپ لوگوں کی کرم فرمائیوں نے ہم بے بسوں کی آنکھوں میں برسات بھر دی ہے - طوسیہ تلخی سے مسکراتے ہوئے بولی -

" مجھے غلط نہ سمجھو طوسیہ ۔" جمیل نے پھر اسے سمجھانا چاہا -

" کسی نے اب کچھ سمجھنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ۔" طوسیہ بیزاری سے بولی -

" میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں - سن تو لو ۔" جمیل بیچارگی سے بولا -

" کیا کرونگی سنکر - جھوٹی تسلیوں سے یہ زخم بھر نہ سکیں گے ۔"

" میں تسلی نہیں دے رہا - حقیقت بیان کرنا چاہ رہا ہوں ۔"

" حقیقت اور افسانہ دونوں ہی برابر ہیں میرے لئے - طوسیہ

نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

انیل نے ایک طویل سرد سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ سگریٹ کے دو تین لمبے لمبے کش لئے اور ختم ہوتی ہوئی سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگا کر سڑک پر دیکھنے لگا۔

بازار میں ایک جگہ اس نے گاڑی روک کر پھول خرید لیے شام کی سیاہی بڑھنے لگی تو خنکی میں بھی کافی اضافہ ہو گیا۔ جب وہ دونوں قبرستان پہنچے تو طوسیہ کانپ رہی تھی۔

"اگر اعتراض نہ ہو۔ تو یہ کوٹ اپنے کاندھوں پر ڈال لیجئے۔"

جمیل نے طوسیہ کو سردی سے کانپتے ہوئے دیکھا تو اپنا کوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ۔ رہنے دیجئے۔" طوسیہ گریز کرتی ہوئی بولی۔

"پہن لیجئے۔ آپ کو بخار بھی ہے۔" جمیل نے اصرار کیا۔

"کیسے معلوم آپ کو۔" طوسیہ نے جمیل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"محترمہ ڈاکٹری کرتا ہوں۔ بھوسی ٹکڑے نہیں بیچتا۔"

جمیل نے کوٹ اس کے شانوں پر ڈال دیا۔

طوسیہ جمیل کی بات پر مسکرا دی۔ جمیل کو گویا زندگی مل گئی وہ کھل اٹھا لیکن یہ مسکراہٹ چند ہی لمحوں بعد سسکیوں میں تبدیل ہو چکی تھی

ماں کی قبر دیکھ کر طوسیہ کی آنکھوں کے سوتے بہہ نکلے۔ جمیل نے سلیقے سے پھول قبر پر چڑھائے۔ اور ایک طرف کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھنے لگا۔

طوسیہ ماں کی قبر سے لپٹ گئی۔ آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو قبر پر چھڑکاؤ کرنے لگے۔

"ماں ... تم کہاں جا چھپی ہو.. ماں ... مجھے گلے لگا لو۔ دیکھو میں کتنی دور سے تمھارے پاس آئی ہوں مجھ سے کب تک روٹھی رہو گی ماں ... بولو.. کچھ تو بولو ماں۔ تمھارے پاس آئی ہوں۔ تمھارے بغیر مجھ سے اس دنیا میں نہیں رہا جائے گا۔۔ مجھے اپنے پاس بلا لو ..."

طوسیہ ماں کی قبر پر سر رکھ کر بچوں کی طرح روتی رہی۔ جمیل کا دل بھر آیا۔

"اٹھو طوسیہ رات ہو رہی ہے۔ اب گھر چلیں"

"رہنے دو .. جمیل مجھے اپنی ماں کی قدموں میں رہنے دو شاید ان کی ناراضگی دور ہو اور وہ مجھے اپنے سینے سے لگا لیں"

طوسیہ نے قبر کو اس طرح بھینچ لیا جیسے وہ اپنی ماں کے سینے سے لگی ہو۔

"بچی اِس دنیا میں آنے والے۔اس دنیا کے طور طریقوں سے آزاد ہو جاتے ہیں تمھاری ماں ایسی دنیا میں چلی گئی ہیں جہاں جانے کے بعد کوئی واپس نہیں ہوتا۔ اس طرح ضد رو کر انکی سوح پریشان ہو جائے"
انیل نے آگے بڑھ کر طوسیہ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

طوسیہ آہستہ سے اٹھی۔ ماں کی قبر پر حسرت سے نظر ڈالی۔ اچھا امی خدا حافظ کہتی ہوئی انیل کے ساتھ نڈھال سی تھکے قدم اٹھاتی واپس ہو لی۔

سیاہ بیوک قبرستان کے باہر کھڑی تھی۔ جمیل نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا اور طوسیہ چپ چاپ بیٹھ گئی جمیل نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے گھر کی جانب موڑ دیا۔ طوسیہ پشت سے سر لگائے آنکھیں بند کئے کچھ سوچ رہی تھی۔

"طوسیہ....." جمیل نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے پکارا۔

"جی..." وہ ذرا سی آنکھیں کھولتے ہوئے بولی۔

"سردی زیادہ لگ رہی ہے کیا؟"

"نہیں تو... سر میں درد ہو رہا ہے۔" طوسیہ کی نڈھال سی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔

"لو یہ مفلر لپیٹ لو۔" جمیل نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا۔ اور دوسرے ہاتھ سے مفلر طوبیہ کے گلے میں پہنا دیا۔

طوبیہ کی نیند میں ڈوبی ہوئی بوجھل پلکوں نے آنکھوں کے دریچے کو چھپالیا۔ وہ نیند سے جھولنے لگی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کا سر آہستہ آہستہ ڈھلکتا ہوا جمیل کے کاندھوں سے آلگا۔ جمیل نے کار کی رفتار اور سست کر دی۔ وہ ان لمحات کو زیادہ سے زیادہ طویل کر دینا چاہتا تھا۔

"امی... طوبیہ کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ مجھے اپنی گود میں چھپالو۔۔ امی۔"

جمیل اس کی معصومیت پر مسکرا دیا۔ ایک نظر سوتی ہوئی طوبیہ پر ڈالتا ہوا دھیرے سے بولا۔

"کتنی اداسی ہے اس چاند پر۔"

طوسیہ کو جمیل کے گھر رہتے ہوئے تین ماہ گذر چکے تھے۔ اس تین ماہ کے عرصے میں بیگم شہاب اور نبیلا نے اس کی دلجوئی میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ جمیل نے بھی طوسیہ کے غم میں شریک ہونے کی امکانی کوشش کی تھی۔ اس نے طوسیہ سے گھل مل جانا چاہا لیکن طوسیہ کا رویہ اس سے ہمیشہ ہی روکھا رہا۔ جمیل کو اس کا افسوس تھا وہ اکثر تنہائی میں اسی کے متعلق سوچتا۔ لیکن اس کی سمجھ میں اب تک نہ آسکا تھا کہ طوسیہ کی غلط فہمی کس طرح دور کی جائے۔

اتنے عرصے رہنے کے بعد طوسیہ اس ماحول سے قدرے مانوس ہو چکی تھی۔ وہ جمیل کے خاندان کی ایک فرد بن چکی تھی۔ اب کبھی کبھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جایا کرتی جمیل کا خیال تھا۔ اگر اسی طرح طوسیہ کا خیال رکھا گیا۔ تو کچھ عرصہ بعد ان ویران آنکھوں میں زندگی کی چمک پیدا ہو جائیگی۔ مسکراہٹ سے نا آشنا لب ہنسنا سیکھ جائیں گے لیکن اس کے باوجود سب سے بڑی فکر اپنی تھی۔ کیا کبھی وہ طوسیہ کے دل میں

اپنی محبت پیدا کر سکے گا؟ جمیل کو دیکھ کر اس کے ذہن میں پچھلے واقعات کروٹیں بدلنے لگتے۔ اور اس کا دل چاہتا وہ جمیل کی نظروں سے دور رہے۔

جمیل ایک میڈیکل کانفرنس میں شرکت کے لئے باہر گیا ہوا تھا طوسیہ اس کی غیر حاضری میں کچھ مطمئن سی نظر آنے لگی۔ اس کا پریشان سا بہکا بہکا ذہن سکون محسوس کرنے لگا۔ جمیل کی تجھتی ہوئی نگاہیں اس کی ذہنی الجھنوں میں مزید اضافے کا باعث بنی رہتی تھیں۔

طوسیہ باغیچہ میں کرسی ڈالے بیٹھی کوئی شعر گنگنا رہی تھی۔ نبیلا کرسی کے پیچھے کھڑی اس کے بال سلجھا رہی تھی۔

"کتنے اچھے بال ہیں تمہارے طوسیہ۔" نبیلا بالوں کو سلجھاتے ہوئے ان پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"اور میں۔۔" طوسیہ نے گردن موڑ کر نبیلا کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم تو اتنی اچھی۔۔۔ اتنی اچھی ہو۔" نبیلا کسی اچھی سی تشبیہہ کے متعلق سوچنے لگی۔

"آخر کتنی اچھی۔" طوسیہ مسکرائی۔

"حقیقی بہن۔۔۔" نبیلا کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو اپنے سے تشبیہہ دے ڈالی۔

نبیلا کے منہ سے "بہن" کا لفظ سنکر مسکراتی ہوئی طوسیہ ایکدم ہنس پڑی۔ نبیلا کا قہقہہ پوری کوٹھی میں گونج گیا۔

"طوسیہ تم مجھ سے کہیں زیادہ اچھی ہو" نبیلا سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"اب لگیں چپکنے" طوسیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"بھئی اگر یقین نہ ہو تو چلو ممی سے پوچھ لیں۔ وہ تو یہی کہتی ہیں" نبیلا شوخی سے بولی۔

طوسیہ چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد بولی۔

"اگر خالہ جان اور نبیلا تم نہ ہوتیں تو کیا ہوتا میرا" طوسیہ کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہونے لگی۔

"چھوڑو طوسیہ کیا باتیں لے بیٹھیں۔ تم کیا میری بہن نہیں ہو" نبیلا ڈانٹتی ہوئی بولی۔

"ہاں نبیلا اب تو بہن ہی سمجھتی ہوں تمہیں"

نبیلا نے طوسیہ کو جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کیدی پھلانگ کر ڈالیا ان کی طرف آتا نظر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ

تھا۔ جسے اس نے نبیلا کی طرف بڑھا دیا۔ نبیلا نے لفافہ لیکر پڑھا
اس کے نام تھا [illegible] تحریر جمیل کی تھی۔ نبیلا [illegible] لفافہ چاک کیا اور
خط پڑھنے لگی۔ طوسیہ [illegible] جھتی ہوئی نبیلا [illegible] سرسری نظر ڈالی
نبیلا مسکرا رہی تھی۔

ایسا کیا لکھا ہے خط میں جو مسکرا رہی ہو۔

طوسیہ نے یونہی پوچھ لیا۔

"دیکھ لو میرا بھائی اتنی دور جا کر بھی تمہیں نہیں بھولا"

نبیلا نے شوخی سے کہا۔

"کیا مطلب ..." طوسیہ کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی

تم خود پڑھ لو۔" نبیلا نے خط اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر طوسیہ
کو جھجکتے محسوس کر کے بولی۔

"اچھا لاؤ میں خود ہی پڑھ کر سنا دوں۔"

نبیلا نے گلا صاف کرتے ہوئے خط پڑھنا شروع کر دیا۔

خیریت کے بعد لکھتے ہیں۔ نبیلا میری اچھی بہن طوسیہ کا خیال رکھنا
وہ بہت دکھی ہیں، ان کی دل آزاری نہ ہو۔ میں جانتا ہوں تمہیں
خود اس کے دکھوں کا احساس ہے لیکن میری طرف سے کچھ اور
توجہ دو تاکہ اس کے زخم جو مندمل ہوتے جا رہے ہیں جلد اچھے

ہو جائیں۔ اور یہاں میں کل پہنچ رہا ہوں۔
نبیلا خط بند کر کے اسے پیار سے دیکھنے لگی۔
"ان سے زیادہ دل آزاری کون کرے گا" طوسیہ دھیرے سے بولی۔
"طوسیہ ڈارلنگ تم نے اب تک میرے بھائی کو معاف نہیں کیا۔ بھیا دل کے برے نہیں ہیں۔ ہاں مگر ضدی بہت ہیں انھوں نے جس چیز کو حاصل کرنا چاہا کر کے رہے۔"
نبیلا نے طوسیہ کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ "دیکھو نا تم کو پہلی بار دیکھ کر ہی وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ کہیں اور شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر بیچارے کی قسمت کہ بعد میں معلوم ہوا کہ تم ہی وہ اجنبی محبوبہ ہو جس کے لئے انھوں نے ممی کی بات بھی رد کر دی۔
"ڈرامہ تو اچھا جوڑ لیتی ہو۔ طوسیہ طنزیہ بولی"
"اللہ طوسیہ تم یقین کیوں نہیں کرتیں، نبیلا بولی"
"اس لئے کہ میں پہلی نظر کی محبت کی قائل نہیں ہوں۔"
طوسیہ اپنے بالوں کو انگلی میں لپیٹتی ہوئی بولی
طوسیہ.. ایک بات پوچھوں، نبیلا نے طوسیہ کی آنکھوں میں جھانکا
"ضرور پوچھو" طوسیہ لاپرواہی سے بولی۔"

"کیا تم کو بھیا سے بہت نفرت ہے ؟"

"نفرت تو مجھے اپنے سوا کسی سے بھی نہیں "

"طوسیہ نے پلکیں جھکا کر کہا۔"

"پھر تم بھیا کے ذکر سے اتنی بیزار کیوں ہو جاتی ہو "

نبیلا کے لہجہ میں درد تھا۔

"تمہارا خیال ہے نبیلا۔ میں ان سے بیزار کیوں ہونے لگی۔"

"جانتی ہو بھیا کیوں چلے گئے ہیں؟"

"مجھے کیا معلوم "طوسیہ سرد مہری سے بولی"

"تمہاری وجہ سے۔" نبیلا نے اسے شکایت بھری نظروں سے دیکھا تم نے ان سے کبھی سیدھے منہ بات نہیں کی۔ ان کے سامنے تم سے بیزار رہیں تم۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے طوسیہ کو میری وجہ سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ میں کچھ عرصے کے لئے باہر چلا جاتا ہوں۔

"کاش تم یہ سب مجھے پہلے بتا دیتیں۔"

طوسیہ نبیلا کو گھورتی ہوئی بولی۔

"پھر کیا کرتیں تم " نبیلا نے پوچھا۔

"میں خود یہاں سے چلی جاتی، یہ ان کا گھر ہے میں نہیں چاہتی میری وجہ سے وہ اپنا گھر چھوڑیں۔"

"تم بہت جذباتی ہو... طوسیہ... تمھیں یہ گھر چھوڑنے ہی کون دیتا۔ فکر نہ کرو... تمھیں چھوڑ کر کہیں نہ جانے دوں گی"

نبیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنجیدہ باتوں کو ہنسی میں نہ ٹالو نبیلا۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ مجھے گھر جانے دو۔ مگر...."

طوسیہ اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

"خبردار طوسیہ جو تم نے یہاں سے جانے کا نام لیا۔ کیا یہ گھر تمھارا نہیں.... اور اگر یہی بات ہے تو بہت جلد تم کو اس گھر کا قانونی حقدار بنا دیا جائے گا۔

نبیلا شوخ نظروں سے طوسیہ کو دیکھنے لگی۔

"ہونہہ... طوسیہ ہنس پڑی.. تلخی اس کی آنکھوں میں اتر آئی "تم بھی امی کی طرح خوابوں کی دنیا میں رہتی ہو؟"

طوسیہ کی آنکھوں میں اپنی ماں کی تصویر کھنچ گئی۔ اس کی آنکھوں میں پہلے کی سی ویرانی جھانکنے لگی۔ اور چہرے پر اداسی پھیلنے لگی نبیلا نے اسکی کیفیت دیکھی اور ایک سرد سانس لیکر رہ گئی۔

دونوں ہی خاموش تھیں۔ نبیلا سوچ رہی تھی اسے بھیا کے متعلق اتنی وضاحت سے باتیں نہیں کرنی چاہیئے تھیں۔ اور طوسیہ

کو وہ وقت یاد آگیا جب اس کی ماں بستر پر پڑی منگنی کے لئے آنے والے مہمانوں کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔

نہ جانے یہ خاموشی کب تک قائم رہتی کہ بیگم شہاب آگئیں۔ ان کے ہاتھ میں کھلا ہوا خط تھا اور چہرے سے عجلت نمایاں۔

ارے تم لوگ یہاں ہو۔ اور میں کمروں میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔ بیگم شہاب دونوں کے قریب آتے ہوئے بولیں۔

"خیریت.. کیا بات ہے ممی۔" نبیلا نے پوچھا

"ہاں بھئی خیریت ہے سب۔ وہ عامر کی ماں کل آرہی ہیں۔ بیگم شہاب ہاتھ میں تھامے ہوئے خط کو ہلاتے ہوئے بولیں

بیگم شہاب کو دیکھ کر طوسیہ کھڑی ہوئی۔ اور کرسی پیش کرتی ہوئی بولی۔

تشریف رکھیں خالہ جان!

"نہیں بیٹی... ابھی بہت کام کرنے کے لئے پڑے ہیں۔ تم لوگ کیا کر رہی ہو۔

بیگم شہاب کچھ یاد کرتے ہوئے بولیں۔

کچھ بھی نہیں۔ یوں ہی باتیں کر رہے تھے۔

طوسیہ نے معصومیت سے جواب دیا۔

"تو چلو بیٹی چل کر ذرا کمرے وغیرہ ہی ٹھیک کروا دو۔ یہ نوکر لوگ خود سے تھوڑے ہی کام کرتے ہیں۔ جب تک ان کے سر پر نہ کوئی کھڑا ہو۔"
"گھبرائیں نہیں سب کچھ آپ کی حسب منشا ہو جائیگا خالہ جان"
طوسیہ نے جواب دیا۔ پھر وہ نیبلا سے مخاطب ہوئی۔" آؤ نبیلا"
" ممی خالہ جان اکیلی آ رہی ہیں یا فرناز بھی ساتھ ہے"
نیبلا نے طوسیہ کے ساتھ چلتے ہوئے ممی سے پوچھا۔
" فرناز کے علاوہ عامر بھی ساتھ آ رہا ہے"
بیگم شہاب نے مسکرا کر نبیلا کو دیکھا۔ اور نبیلا شرما کر بھاگ گئی
" یہ شاہدہ بیگم تمھاری خالہ ہوتی ہیں۔ عامر اور فرناز ان کے بچوں کا نام ہے۔ عامر نبیلا کا منگیتر ہے۔
نبیلا کے جانے کے۔۔۔۔۔ بعد بیگم شہاب نے ہنستے ہوئے طوسیہ کو بتایا۔
" اچھا بیٹی تم اور نبیلا کمرے ٹھیک کروا لو۔ میں دوسرے کام دیکھتی ہوں"
بیگم شہاب باورچی خانہ کی طرف مڑ گئیں۔
دوسرے دن صبح ناشتہ کی میز پر شہاب صاحب بیگم شہاب

نبیلا کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ ان کے مقابل کرسی پر صرف طوسیہ گردن جھکائے بیٹھی تھی۔

"ارے بھئی یہ لوگ کہاں ہیں آج؟"

شہاب صاحب نے اخبار سے نظر ہٹا کر طوسیہ سے پوچھا۔

"خالہ جان تو آپ کے آنے سے پہلے یہیں تھیں۔ میں جا کر دیکھتی ہوں" طوسیہ اٹھتی ہوئی بولی۔

شہاب صاحب دوبارہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ طوسیہ ان دونوں کو دیکھنے اٹھی ہی تھی۔ کہ بیگم شہاب کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کہنا ماننا تو جانتی ہی نہیں آجکل کی لڑکیاں۔"

"کیا ہوا بیگم کس نے آپ کا کہنا نہیں مانا؟"

شہاب صاحب نے اخبار ایک طرف ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"یہ نبیلا ہے اور کون ہو گا۔ منع کیا تھا۔ لیکن شام کو ٹھنڈے پانی سے نہا بیٹھی۔ اور اب بخار میں پڑی ہے"

بیگم شہاب منہ بناتے ہوئے بولیں۔

عجیب لڑکی ہے۔ یہ ٹھنڈے پانی سے نہانے کی کیا تک تھی بھلا۔ اور وہ بھی۔ . . . ایسے موسم میں"

کل ذرا کمرے وغیرہ صاف کروائے تھے۔

ہوں۔۔ زیادہ تیز تو نہیں ہے بخار۔ چلو دیکھیں "شہاب صاحب اٹھنے لگے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پیرا سیٹامول سا گرم ہے۔ آپ ناشتہ کر لیں پھر دیکھ لیجئے۔ میں نے بخار کی گولی کھلا دی تھی"

شہاب صاحب کے ساتھ ہی طوسیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن جب شہاب صاحب قدرے مطمئن ہو کر ناشتہ کے لئے بیٹھ گئے تو طوسیہ کمرے سے نکلتے ہوئی بولی۔

"خالہ جان ذرا میں دیکھ آؤں"

"بیٹی پہلے ناشتہ تو کر لو" بیگم شہاب نے کہا۔

لیکن اتنے میں طوسیہ نبیلا کے کمرے تک پہنچ چکی تھی۔ دروازہ کھلا تھا وہ پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گئی۔ نبیلا بستر پر آنکھیں بند کئے دراز تھی۔

"کیوں بھئی کیسے چڑھا لیا یہ بخار۔ طوسیہ نبیلا کے ماتھے پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔

نبیلا نے آنکھیں کھول دیں "ذرا آرام کرنے کو طبیعت چاہ رہی تھی" نبیلا مسکراتے ہوئے بولی۔

"بخار تو اس وقت زیادہ نہیں معلوم ہوتا"
"ارے بھئی یونہی ذرا سی حرارت ہے۔ گولی ممی نے کھلا دی ہے
ابھی گھنٹہ دو گھنٹہ میں ٹھیک ہو جاؤں گی"
اچھا لاؤ میں تمہارا سر دبا دوں۔ طوسیہ دباتے ہوئے بولی۔
"نہیں بھئی۔۔۔۔ طوسی۔۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو"
نبیلا نے طوسیہ کا ہاتھ ماتھے سے ہٹا کر اپنے دونوں ہاتھوں
میں لے لیا۔
کیا حرج ہے اگر دو چار منٹ دبوا لوگی تو۔ آرام آ جائے گا۔
طوسیہ اصرار کرتی ہوئی بولی۔
"جناب مجھے تو معاف ہی فرمائیے تو اچھا ہے"
نبیلا مسکراتی ہوئی ہاتھ جوڑتی ہوئی بولی۔
دونوں میں بحث ہو رہی تھی۔ کہ شہاب صاحب اور بیگم شہاب
کمرے میں داخل ہوئیں۔
"کیوں بھئی کیسی طبیعت ہے بیٹی" شہاب صاحب نبیلا کی
نبض ٹٹولتے ہوئے بولے۔
"ہلکا سا بخار ہو گیا ہے۔ ڈیڈی!"
بخار ہلکا ہی تھا۔ شہاب صاحب نبیلا کی نبض دیکھ کر قدرے

سطمئن ہو گئے لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو بلوانے کی تاکید کرتے ہوئے بیگم
سے بولے۔
اچھا بیگم میں چلتا ہوں۔ آج کافی لیٹ ہو گیا۔
شہاب صاحب نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی
اور کمرے کے باہر نکل گئے۔ بیگم شہاب خدا حافظ کہتی ہوئی کمرے
کے دروازے تک ان کے پیچھے آئیں چند سیکنڈ دروازے پر
کھڑی ہو کر شہاب صاحب کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں اسکے بعد
واپس آکر طوسیہ سے بولیں۔
"بیٹی مجھے تو فرصت ہے نہیں۔ تم ایسا کرو جمیل کو لینے ایرپورٹ
چلی جاؤ۔ نبیلا جاتی لیکن اسکی طبیعت خراب ہے۔
خالہ کی زبان سے جمیل کو لینے جانے کے متعلق سنکر طوسیہ
چونک اٹھی۔ اس کا جی چاہا فوراً انکار کر دے لیکن بیگم شہاب کے
سامنے انکار کرتے بن نہ آئی۔ چنانچہ دھیرے سے بولی۔
کتنے بجے آئیں گے وہ۔ میرا مطلب ہے مجھے کب جانا ہو گا
ائرپورٹ۔
"ایک گھنٹہ باقی ہے۔ میرا خیال ہے تیار ہو جاؤ۔ میں ڈرائیور
سے کہہ دیتی ہوں۔"

بیگم شہاب واپس جاتے ہوئے بولیں۔
ایک گھنٹہ کے بعد طوبیٰ سیاہ ساڑی میں ملبوس ایروڈروم پر ریلنگ کا سہارا لئے کھڑی سوچ رہی تھی۔ جمیل کوئی بچہ تو ہے نہیں ورنہ ہی پہلی مرتبہ یہاں آرہا ہے کہ اسے لینے کسی کا یہاں آنا ضروری ہوتا پھر اسے بیگم شہاب کا خیال آگیا۔ ماں ہیں نا۔ اور وہ ایروڈروم پر چکر لگاتے ہوئے جہاز کو دیکھنے لگی۔
دو تین چکر لگانے کے بعد جہاز میدان میں اتر کر دوڑنے لگا۔ رفتار کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہوگئی۔ سیڑھیاں لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد مسافر جہاز پر سے اترنے لگے۔
ہوا خاصی تیز تھی۔ طوبیٰ کے بال بار بار اس کے چہرے پر لوٹنے لگے۔ وہ بالوں کو ہٹاتے ہوئے ایک ایک مسافر کو اترتے ہوئے دیکھنے لگی۔ مشکل سے دو تین مسافر اترنا باقی رہ گئے ہوں گے کہ اسے جمیل نظر آیا۔ وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ میں بریف کیس تھامے دھیرے دھیرے اتر رہا تھا۔
طوبیٰ نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ لیکن اس نے ایروڈروم کی طرف دیکھا تک نہیں۔ طوبیٰ کا دل چاہا چیخ کر کہے نامعقول ہو گیا۔ اتنی بڑی پانچ فٹ کی لڑکی تم کو نظر نہیں آتی دیکھو میں یہاں کھڑی

ہوں۔ لیکن اتنے ہجوم کے بیچ میں وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی اس نے غصّہ سے ہاتھ گرا لیا۔ اور تیزی سے نیچے آ گئی۔ جمیل کسٹم چیکنگ کے بعد باہر نکل رہا تھا۔

"ہیلو... جمیل۔ طوسیہ آگے بڑھی۔

"اوہ طوسیہ دی گریٹ... کس کو ریسیو کرنے آئی ہیں۔"

"آپ کو... طوسیہ نے سادگی سے جواب دیا۔

"زہے نصیب۔ جمیل خوش ہوتا ہوا بولا۔

پھر اس نے طوسیہ کی طرف غور سے دیکھا۔

"میرے آنے کا ماتم کر رہی ہو شاید۔ تبھی یہ ماتمی سیاہ لباس زیب تن ہے۔

یہ تو... طوسیہ ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ سیاہ رنگ میرا پسندیدہ رنگ ہے۔ میرا دل چاہتا ہے تمام سیاہ چیزوں کو اپنا لوں"

"کاش قدرت نے مجھے افریقہ میں پیدا کیا ہوتا"

جمیل نے حسرت سے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب انسان کالے پسند نہیں مجھ کو"

طوسیہ نے پیچھا چھڑانے کی نیت سے جلدی سے کہا۔

"یعنی میرے جیسا گورا پسند ہے.."

جمیل نے طوسیہ کا بازو کھینچا۔
"بہت فخر ہے آپ کو خود پر" طوسیہ بولی۔
"بالکل" جمیل کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ "آپ ہی لفٹ نہیں دیتیں ورنہ لڑکیاں تو میرے پیچھے پیچھے بس لگاتی ہیں۔"
"اوہو... طوسیہ ہنس پڑی اتنی خوش فہمی ہے آپ کو۔"
جمیل خاموش رہا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ طوسیہ نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ اس وقت جمیل اسے اچھا لگ رہا تھا۔ سیاہ گھنگھریالے بال۔ گلابی رنگت۔ بڑی بڑی شوخ آنکھیں چوڑا سینہ اور دراز قد۔
کیا دیکھ رہی ہیں۔ جمیل شرارت سے مسکراتا ہوا بولا۔
بہت گندے ہیں آپ... ایکدم سرسے پیر تک۔ میرا خیال ہے وہ لڑکیاں اندھی ہوں گی جو آپ کے پیچھے بھاگتی ہیں۔"
"اچھا تو آپ اتنی دیر سے یہی سوچ سوچ کر جل رہی تھیں"
"میں کیوں جلنے لگی" جواب دے طوسیہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔
"تو میرا خیال درست ہی تھا" جمیل آہستہ سے بڑبڑایا۔
"کیا" طوسیہ نے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔
"یہی کہ میرے جانے سے آپ کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا! واقعی ماشاءاللہ صحت مند نظر آرہی ہو۔

طوسیہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے اسے کسی نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو ذہن جو کسی نئی دنیا میں بھٹکنے لگا تھا۔ جمیل کے جملے نے اسے واپس اپنی دنیا میں لا پھینکا۔

"آپ ہمیشہ میرا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ طوسیہ اداس ہو گئی۔

"بھئی یہ کیا بوریت ہے۔"

طوسیہ خاموش رہی۔ جمیل نے سگریٹ سلگاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا طوسیہ کی اداس نگاہوں نے اسکی ساری خوش مزاجی چھین لی ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ جیسے اسے بھی ماحول کے ایک تلخی میں مبتلا ہو جانے کا احساس ہو گیا ہو۔ باقی راستہ خاموشی سے کٹا طوسیہ کی نگاہیں جو کھڑکی سے باہر جمی تو گھر پہنچنے تک وہ باہر دیکھتی رہیں۔ گھر پہنچے پر چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ جمیل کو ادب سے سلام کرتے ہوئے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ لان میں شہاب صاحب۔ بیگم صاحبہ اور نبیلا بیٹھے ہوئے انہی کا انتظار کر رہے تھے۔ نبیلا کی طبیعت اب ٹھیک تھی وہ دوڑ کر بھائی کے گلے سے لٹک گئی۔ جمیل نے اسے ایک ہلکا سا چپت لگایا اور قریب پڑی ہوئی کرسی پر اسے بٹھا کر ماں سے لپٹ گیا۔ "ہیلو ممی" یہ شہاب صاحب مسکرا رہے تھے۔ ماں سے فارغ ہونے کے بعد جمیل باپ کے سامنے جھک کر آداب بجالایا۔

"جیتے رہو بیٹے۔ کیا طوسیہ وہیل کم کرنے گئیں تھیں۔"
شہاب صاحب ایک طرف اداس سی کھڑی ہوئی طوسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔
نہیں پپا... یہ تو ایرپورٹ پر ملیں۔ کہیں بھاگ رہی تھیں میں پکڑ لایا۔ جمیل ہنستا ہوا بولا
"جھوٹے... جمیل کی ممی ہنس پڑیں۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے سوچا کسی کو تو جانا ہی چاہیئے ایرپورٹ۔ نبیلا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اسلئے بیچاری طوسیہ کو جانا پڑا۔ بیگم شہاب نے اپنے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"کیوں بھئی کیا بات ہے۔ شہاب صاحب اداس کھڑی طوسیہ کی طرف دیکھ کر بولے۔
"جی... سر میں درد ہو رہا ہے۔ طوسیہ نے ساڑی کا پلو اپنی انگلی میں لپیٹتے ہوئے کہا۔
"اوہو... جاؤ بھی جاکر آرام کرو۔ جمیل کوئی دوائی دے دے گا۔"
"جی نہیں تھوڑی دیر کے بعد آپ ہی ٹھیک ہو جائے گا۔
طوسیہ اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔ نگاہیں چھت پر لگی ہوئی تھیں اور خیالات جمیل کی طرف۔ وہ کافی دیر تک یونہی چھت کو گھورتی رہی

پھر جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

جمیل اسے سر درد کی گولیاں دینے آیا تو وہ سو رہی تھی۔ وہ یونہی بغیر مقصد کے اس کے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ سامنے میز پر ڈائری پڑی تھی۔ جمیل اٹھا کر صفحے پلٹنے لگا۔ ہر صفحہ پر چند شعر یا کچھ جملے تحریر تھے۔ ڈائری کے اوپر لکھا تھا۔

اس زندگی کے نام جو خیابوں کی طرح ویران ہے۔

جمیل نے مڑ کر طوبیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ کاش میں اس ویرانی میں رنگ بھر سکتا۔ اس نے اور صفحے پلٹے۔ ایک جگہ لکھا تھا

"کیا تو سمجھتی ہے۔ تو نے غموں سے نجات حاصل کر لی۔ بیوقوف ابھی تو سیاہ رات آنے والی ہے۔ تاریکیاں تیرا مقدر بن چکی ہیں۔

جمیل نے جھلا کر وہ صفحہ ہی پھاڑ دیا۔ طوبیٰ کی آنکھ کھل گئی۔ جمیل کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ" طوبیٰ کی نظر اپنی ڈائری پر پڑ گئی۔"

"غموں کی سیاہ رات میں نے پھاڑ دی ہے" جمیل طوبیٰ کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"کیوں پھاڑی میری ڈائری" طوبیٰ بستر سے اٹھ بیٹھی۔"

"ہم ساری ڈائری پھاڑ دینگے۔ اگر آپ نے ایسی ہی لکھی۔"

جمیل اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولا۔
"محترم ڈاکٹر صاحب۔ دوسرے کے کمرے میں بغیر اجازت داخل ہونا۔ ڈائری پڑھنا اور اسے پھاڑ دینے کے بعد اکڑنا۔ بدتمیزی ہے"
طوسیہ تنک کر بولی۔
"محترمہ طوسیہ صاحبہ... اس قسم کے پیغام لکھ کر دوسروں کو دکھ پہنچانا اور پھر ڈانٹنا اس سے زیادہ بدتمیزی ہے"
طوسیہ برا مان کر دوسری طرف دیکھنے لگیں۔ جمیل ایک چھوٹی سی شیشی اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔
"خیر چھوڑیے ان باتوں کو۔ اس میں سے ایک گولی کھا لیجئے سر درد ٹھیک ہو جائے گا"
"شکریہ اب نہیں ہے سر میں درد" طوسیہ بغیر دیکھے بولی۔
"ہوں... تو اب خود مجھے کھانی پڑے گی یہ گولی۔ تم نے میرے سر میں درد کر دیا ہے"
جمیل کے جانے کے بعد۔ طوسیہ کمرے سے باہر نکلی تو نبیلہ اسی کے کمرے کی طرف آ رہی تھی۔
خیریت تو ہے۔ بھائی جان کہہ رہے تھے۔ تم درد کے مارے چیخیں مار رہی ہو۔

"تمھارے بھائی جان تو خفتی ہیں۔ اور تم ان کے تن میں آ جاتی ہو"

"کیا مطلب؟" نبیلا حیرت زدہ سی طوبیہ کو دیکھنے لگی۔

"پگلی میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ طوبیہ مسکرا دی۔

"ٹھہرو میں ان کی خبر لیتی ہوں۔ یہ بھی کوئی شرافت ہے۔"

نبیلا جھلا کر کمرے کی طرف پلٹی۔ جمیل خود انکی طرف آ رہا تھا اور

پھر پیشتر اس سے کہ نبیلا کچھ کہتی جمیل بول پڑا

"پاپا اور ممی تم دونوں پر خفا ہو رہے ہیں۔"

"کہاں ہیں خالہ جان۔ طوبیہ گھبرا گئی۔

"کھانے کے کمرے میں۔" جمیل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

دونوں گھبرائی ہوئی کھانے کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ طوبیہ آگے

تھی۔ بیگم شہاب نے جو طوبیہ کو گھبرائے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے

دیکھا تو انھیں بھی تشویش ہوئی۔

"کیسا ہے سر کا درد بیٹی۔ ہم کھانے پر کب سے انتظار کر رہے ہیں"

"جی..." طوبیہ کچھ نہ سمجھ سکی۔

"اب یہ بالکل ٹھیک ہیں ممی..." جمیل کھانے کے میز پر بیٹھتا ہوا

بولا "میری ایک ہی گولی سے ہر قسم کا درد فوراً ٹھیک ہو جاتا ہے"

جمیل نے سوپ کا پیالہ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"پھر تو بھیا۔ فٹ پاتھ پر مجمع لگا کر بیچا کرو۔ خوب چلے گی۔" نبیلا جمیل کو گھورتے ہوئے جل کر بولی۔

"کیا بچپنا ہے تم دونوں میں طوسیہ بیٹی کو دیکھو کتنی سنجیدہ ہے"
شہاب صاحب مسکرائے۔

جمیل نے طوسیہ کا پاؤں دبایا۔ طوسیہ نے ایک نظر جمیل کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا کر خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔

کھانے سے فرصت ہوتے ہی بیگم شہاب اپنی بہن شاہدہ بیگم کو رسیو کرنے جانے کے لئے کپڑے تبدیل کرنے کے لئے اٹھیں تو نبیلا نے بھی ان کے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی۔

چلو تمھاری مرضی لیکن جلدی تیار ہو جاؤ۔
بیگم شہاب کمرے سے نکلتے ہوئے بولیں۔

"تم بھی چلو طوسیہ" نبیلا نے طوسیہ سے کہا

"اے... میڈم... سارے قبیلے کو لے جاؤ گی۔ تو گھر پر کون رہے گا" جمیل بولا۔

"آپ اور کون رہے گا گھر میں" نبیلا نے مسکرا کر جمیل کو منہ چڑا دیا۔

"ٹھہر ذرا" جمیل نے اس کی چوٹی پکڑ لی۔

"ممی... ممی... میرے بال" نبیلا چیخی۔

"ارے.... جمیل اس کی چوٹی چھوڑتے ہوئے بولا "یہ آپ ہیں بال بیٹا۔ میں تو چوہے کی دم سمجھا تھا۔"

"تمھیں کہیں جانا ہے کیا" شہاب صاحب نے جمیل سے پوچھا۔"

"جی ہاں.. پاپا" جمیل سنجیدہ صورت بناتے ہوئے بولا۔

"تو پھر تم چلے جانا۔ طوبیہ رہ جائیں گی" شہاب صاحب بولے

"جی ہاں ٹھیک ہے میں رہ جاؤں گی" طوبیہ بولی۔

شہاب صاحب بیگم شہاب اور نیلا کے ایرپورٹ جانے کے بعد طوبیہ ڈرائینگ روم میں آکر ریڈیو آن کر کے بیٹھ گئی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ جمیل گھبرایا ہوا پریشاں سی صورت لئے ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔

مدد.... مدد... یا اللہ میں کیا کروں... طوبیہ صاحبہ ایک شریف آدمی کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔

جمیل کو گھبرایا ہوا دیکھ کر طوبیہ بھی قدرے پریشان ہو گئی۔ وہ جلدی سے اٹھکر اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔

"خیریت... کیا بات ہے"

"ذرا میرے ساتھ آئیے"

"جمیل اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔"

طوسیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرہ میں داخل ہوئی۔ کمرے میں چاروں طرف ایک نظر ڈالی لیکن اُسے کوئی ایسی بات محسوس نہ ہو سکی جسے وہ جمیل کی گھبراہٹ کا باعث قرار دیتی۔ وہ حیران سی اسکی شکل دیکھنے لگی

" اتنی دیر سے مغز کھپا رہا ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سوٹ پر کونسی ٹائی باندھوں۔ ذرا میری مدد کر دیجئے۔ عنایت ہوگی۔" جمیل ٹائی کے ہینگر کی طرف اشارہ کرتا ہوا بڑی بیچارگی سے بولا۔

اور طوسیہ کوشش کے باوجود اپنے لبوں پر آئی ہوئی بیساختہ مسکراہٹ کو نہ روک سکی

کوئی اور نہیں ملا آپ کو بے وقوف بنانے کے لئے۔"

اس وقت تو پورے گھر میں آپ ہی ہیں۔"

جمیل کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

طوسیہ واپس جانے کے لئے مڑی تھی کہ جمیل لپک کر دروازے پر آ کھڑا ہوا۔

آپ کو قسم ہے جو آپ میری مدد کئے بغیر کمرے سے جائیں۔

" کیا مذاق ہے یہ۔" طوسیہ بولی

مذاق نہیں۔ میں سنجیدہ ہوں۔

طوسیہ نے ایک نظر جمیل پر ڈالی اور پھر ٹائی کے ہینگر کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔
کوئی سی بھی باندھ لیجئے۔
آپ جس پر ہاتھ رکھ دیں گی۔ میں باندھ لوں گا۔
اچھا بابا... یہ باندھ لو" طوسیہ بیجا چڑانے والے انداز میں ایک سیاہ ٹائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔
شکریہ۔ اب ذرا اسے پریس بھی کرتی جائیں۔
"واہ... طوسیہ تنک کر بولی" میں کوئی آپ کی وہ ہوں"
"وہ کیا" جمیل نے شوخی سے پوچھا۔
" تو یہ ہے... وہ جھلا" استری کا پلگ لگانے لگی۔
" تم لڑکیوں کو نخرے کرنے کی کچھ عادت ہو گئی۔
آج بات کیا ہے۔ بہت بن سنور رہے ہیں۔
طوسیہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔
تمھیں وہ... فرناز آ رہی ہے نا۔
جمیل طوسیہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔
جی طوسیہ نے پلکیں جھپکا کر اسے دیکھا۔
۔ فرناز آپ کو پسند ہے۔ طوسیہ کہیں دور سے بولتی ہوئی معلوم ہوئی

مجھے تو سب ہی لڑکیاں پسند ہے ۔ چاہے کوئی ایک آنکھ کی ہو یا ایک ٹانگ کی ۔ اسلئے تو اب تک شادی نہیں کر سکا ۔ جمیل بے نیازی سے بولا ۔ انتخاب ہی نہیں کر سکتا ۔"

" فرناز کیا بہت خوبصورت ہے "طوسیہ نے دھیرے سے پوچھا ۔

ہاں ۔ ۔ ں ۔ ۔ ۔ اگر اس کے بال چار انچ کے نہ ہوتے ۔ رنگ ذرا زیادہ ہی کالا ہو گیا ۔ باقی سب ٹھیک ہے ۔ بس ذرا دانت بڑے بڑے ہیں ۔ اور آنکھوں کا تو جواب ہی نہیں ۔ قریب جا کر غور سے دیکھنا پڑتا ہے ۔ رہا قد تو زیادہ نہیں چار فیٹ سے دو ڈھائی انچ کم ہوگا ۔ اس پر صحت کا یہ عالم ہے کہ کسی پہلوان کا دھوکہ ہوتا ہے ۔ بظاہر تو لمبائی اور چوڑائی ایک ہی معلوم ہوتی ہے ۔ تھوڑا بہت فرق ہو تو کہہ نہیں سکتا ۔"

طوسیہ بے ساختہ ہنس پڑی ۔ ٹائی پریس ہو چکی تھی ۔ اس نے جمیل کی طرف بڑھا دی ۔

" ذرا باندھ بھی دیجئے ۔" جمیل سر جھکاتے ہوئے بولا ۔

" اب بہت زیادہ مت اترائیے " طوسیہ ٹائی جمیل کی طرف اچھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی ۔

زور زور سے دھڑکتا ہوا دل ۔ اور چہرے پر دوڑتی ہوئی ہلکی ہلکی سرخی دیکھ کر اس کی دلی کیفیت کا اندازہ لگا لینا مشکل نہیں تھا ۔ ورانڈے میں کر

ستون کے سہارے کھڑی ہو گئی۔

جمیل ٹائی کی گرہ درست کرتا ہوا کمرے سے نکلا۔ برآمدے میں کھڑے طوسیہ کو دیکھ کر اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ طوسیہ پھاٹک کی طرف منہ کئے خلا میں تک رہی تھی۔ اسے جمیل کے کی خبر تک نہ ہوئی۔ جمیل کو اس آنکھوں میں پھیلی ہوئی ہلکی سی چمک میں زندگی مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے مولا!"

جمیل نے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں اوپر اٹھا دیئے۔

طوسیہ نے جمیل کی طرف دیکھا۔ کس بات پر شکر ادا کیا جا رہا ہے۔" طوسیہ نے پوچھا۔

"ان روتی بسورتی آنکھوں میں آج زندگی محسوس کر رہا ہوں طوسی" جمیل جذباتی لہجہ میں بولا۔

"خالہ جان ابتک نہیں آئیں" طوسیہ موضوع بدلتے ہوئے بولی

جمیل نے ایک لمبی سی طویل سانس کھینچی اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا: "طوسیہ تم حسین ہو مگر بہت کٹھور ہو۔"

"ہو سکتا ہے" طوسیہ نے شانے جھٹک کر بے نیازی سے جواب دیا۔

"تم معصوم ہو لیکن بے وفا بھی" وہ جھکتا ہوا بولا۔

"ممکن ہے" طوسیہ کی بے نیازی قائم تھی۔

"تمھارے ان لمبے لمبے حسین بالوں میں میرا سکون الجھ کر رہ گیا ہے طوسیہ"

"میں کاٹ دیتی ہوں۔ نکل جائے گا۔"

"تمھاری خوابناک آنکھوں میں میرا مستقبل کھو گیا ہے۔ تمھاری ان معصوم باتوں میں....."

"جمیل" طوسیہ کی آنکھوں میں نمایاں زندگی کی لہریں یکلخت سمٹنے لگیں۔ "مجھے اس قسم کی باتوں سے نفرت ہے" وہ ٹھہر ٹھہر کر دو تارے بولی۔ اور اس کا ہاتھ جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

جمیل نے ستون تھام لیا۔ جاتی ہوئی طوسیہ کو حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"مجھے تمھاری نفرت سے بھی محبت ہے طوسیہ" وہ تلخی سے مسکراتا ہوا دھیرے سے بولا۔

کوئی محفل ہو دنیا کی وہی ہے دل کی تنہائی
نہ جانے یاد کیا آیا۔ ہماری آنکھ بھر آئی

شاہدہ بیگم اپنے بچوں سمیت آگئیں، ان کے دو ہی بچے تھے۔ عامر اور فرناز شاہدہ بیگم کے شوہر کاروباری مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکے تھے۔ گھر میں مہمانوں کی وجہ سے خاصی گہما گہمی تھی۔ طوسیہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے قریب کھڑی تھی۔ اچانک کسی نے پیچھے سے آکر بچوں کی طرح اس کو ڈرا دیا۔

"کون" طوسیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ گھوم گئی۔

"اوہ.... سوری،" عامر نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھا تھا نبیلا کھڑی ہے۔"

"نبیلا کا کمرہ برابر والا ہے" طوسیہ نے دوسرے کمرے کی جانب اشارہ کیا۔ عامر نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ استفسار کیا۔

"آپ ڈریں تو نہیں؟"

"جی.. نہیں ..." طوسیہ سپاٹ لہجے میں بولی۔
"ارے جانیے۔ ابھی تک تو کانپ رہی ہیں آپ" عامر نے مذاق اڑایا۔

طوسیہ بغیر کوئی جواب دیئے خاموشی کیساتھ باہر کی جانب دیکھنے لگی۔ پھر اچانک اس کی نظر لان میں بیٹھے ہوئے جمیل .... اور فرناز پر پڑی جمیل اس کھڑکی ہی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جہاں طوسیہ کھڑی تھی۔ فرناز کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی...... طوسیہ غیر ارادی طور پر کھڑکی بند کرتے ہوئے پلٹی۔ عامر اب تک وہاں پر ہی کھڑا ہوا تھا۔

"عامر صاحب میں نے بتایا۔ کہ نبیلا کا کمرہ یہ نہیں ہے" اس نے عامر کو دیکھ کر جلدی سے کہا۔

وہ سوچ رہی تھی۔

اگر جمیل نے اسے میرے کمرے میں دیکھ لیا۔ تو مجھ پر کہیں یہ الزام نہ لگا دے۔ کیونکہ عامر اس کی بہن کا منگیتر ہے۔

دیر تک طوسیہ سوچتی رہی۔

"یہ فرناز... اس نے بسورتے ہوئے سوچا۔ معمولی شکل کی لڑکی... مگر خود کو قلوپطرہ سمجھتی ہے۔ جمیل کے پیچھے دم

بلائے پھرتی رہتی ہے۔جب سے آئی ہے۔

"طوسی! توبہ کہاں ہو..." نبیلا نے تاریک کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"یہاں..." طوسیہ نے ایک کونے سے کہا۔

"توبہ ہے... شام ہوگئی... مگر اب تک لائٹ نہیں جلائی۔"

نبیلا نے سوئچ آن کرتے ہوئے کہا۔

کمرے میں روشنی پھیل گئی۔

"سنو... ایک مزے کی بات نبیلا نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا

"عامر ہم سب کو موری دکھانے لے جا رہا ہے۔ تم بھی جلدی سے تیار ہو جائیے۔

"میں نہیں جاؤں گی نبیلا ڈیئر" طوسیہ نے کہا۔

"کیوں بھلا" نبیلا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"بس تم چاروں ہی چلے جاؤ۔ طوسیہ بولی۔

"چاروں کون ؟" نبیلا نے استفسار کیا۔

"تم، عامر، قرناز، جمیل" طوسیہ نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مگر میں تمھارے بغیر نہیں جاؤں گی" نبیلا معنوی انداز میں جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"بھئی۔ آپ کے بھائی جان نہیں جا رہے۔ کہتے ہیں... کہ تم چاروں

چلے جاؤ۔ یعنی۔ میں آپ فرناز نبیلا" اچانک عامر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

نبیلا ہنس پڑی۔

"آپ کیوں ہنس رہی ہیں؟" عامر اس کو گھورتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولا۔

"محترمہ طوسیہ بھی یہی فرما رہی ہیں" نبیلا نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"ہیں ..." عامر نے حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں نبیلا میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے مووی دیکھنے سے زیادہ ہو جائے گا..." طوسیہ نے بیچارگی کا اظہار کیا

اوہ پھر تو واقعی تمہارے ساتھ زبردستی کرنا ظلم ہوگا" نبیلا نے جاتے ہوئے کہا۔

ان کے جانے کے بعد طوسیہ بیگم شہاب کے پاس گئی۔ وہ باورچی کو ہدایت دے رہی تھیں۔

"ممی میری کسی خدمت کی ضرورت ہو تو بتائیے" طوسیہ نے ان کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ شائد وہ خود کو مصروف رکھنا چاہتی تھی کیونکہ اس نے سوچا ایل فرناز نبیلا عامر سب ہی گئے ہوں گے۔"

"نہیں بیٹا... بیگم شہاب نے پیار سے کہا" کوئی کام نہیں ہے
پھر بھی طوسیہ ان کے قریب ہی کھڑی رہی اور جب وہ واپس
آئی۔ تو جمیل کے کمرے کے پاس سے گذرتے ہوئے اس نے جھانک
کر دیکھا کمرہ تاریک پڑا تھا۔

طوسیہ اندر چلی گئی۔ کچھ دن ہوئے جمیل اسکی ڈائری اٹھا کر لیگیا تھا
طوسیہ نے سوچا وہ ڈھونڈھ کر لے جائے۔ موقع اچھا ہے۔

وہ میز کی طرف بڑھی۔ اور میز پر رکھی ہوئی چیزوں کو ٹٹول ٹٹول
کر دیکھنے لگی۔

کمرہ روشن کر لو طوسیہ۔ تاکہ اطمینان سے چوری کر سکو۔ اچانک جمیل
کی آواز کمرے میں گونجی۔ وہ شاید بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔

طوسیہ نے گھبرا کر بستر کی جانب دیکھا

"جب لوگ سمجھتے ہیں ان کوئی نہیں دیکھ رہا۔ تو بھی میں دیکھ
چکا ہوتا ہوں" جمیل نے شام کے واقعہ کی جانب اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔

طوسیہ خاموش کھڑی رہی اور سینے میں شور ہو رہی تھی۔ ندامت
اور غصے نے ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔

ادھر آؤ طوسیہ... جمیل نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

طوسیہ بے اختیار اس کے قریب پہنچ گئی۔
"ج ۔۔ جی میں تو۔۔۔۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔
"بیٹھ جاؤ" جمیل نے قریب رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
وہ بے ساختہ جمیل کی ہدایت پر عمل کرتی ہوئی اس کرسی پر بیٹھ گئی۔
"اب بولو۔۔۔ کیا چاہیئے" جمیل نے تکیہ سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔
"کاک۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ طوسیہ نے نسوانیت کے ساتھ کہا۔
پھر اس طرح کمرے میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور آ بھی گئی تھیں۔۔ "تو چوہوں کی مانند کیا کھٹر پٹر کر رہی تھیں" جمیل رک رک کر بولا۔
"اپنی ڈائری ڈھونڈ رہی تھی" طوسیہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا
"یہ لو اپنی ڈائری۔۔۔ جمیل نے تکیے کے نیچے سے سیاہ رنگ کی ڈائری نکال کر اس کو دی۔
"کچھ اور" چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا۔ اور غور سے طوسیہ کی جانب دیکھنے لگا۔
"اور کچھ نہیں" طوسیہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"سوئی کیوں نہیں تم ابھی" جمیل نے استفسار کیا۔

"بس یونہی۔۔ مگر آپ کیوں نہیں گئے؟" طوبیٰ آہستگی سے بولی
"بس یونہی۔۔۔۔" جمیل نے نقل اتاری۔
اور پھر چند لمحوں کے توقف سے بولا۔
"میں سمجھ رہا تھا۔ کہ تم سو دی گئی ہو۔۔ مگر شاید تم یہ سمجھیں کہ
میں گیا ہوں لیکن دونوں موجود ہیں"
طوبیٰ خاموشی کے ساتھ ڈائری کے صفحات پلٹتی رہی۔ جمیل
کی نظریں اس پر مرکوز تھیں۔
"طوبیٰ" جمیل نے اچانک گمبھیر سے لہجے میں کہا۔
"میں نے ایک بار اس سے قبل بھی کہا تھا۔ کہ یہ سوگواری کا لبادہ
اتار پھینکو۔۔۔ اور مجھے اپنے غموں میں شریک کر لو۔ میں تمھیں خوش
دیکھنا چاہتا ہوں" میری تمنا ہے۔۔۔ طوبیٰ۔۔۔ کہ تم ہمیشہ اسی طرح
میرے سامنے بیٹھی رہو۔ اور میں تمھیں اسی طرح دیکھتا رہوں۔
تمھاری پرستش کرنا چاہتا ہوں۔۔ مگر نہ جانے کیوں تمھیں میری
محبت کا یہ سجدہ قبول نہیں نہ جانے کیوں تمھیں میری عبادت
سے کوفت ہوتی ہے۔
میں تمھاری پوجا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ تم دھتکار دیتی ہو۔
میں تمھارے چرن چھونا چاہتا ہوں۔ تم ٹھکرا دیتی ہو شاید

نہیں جانتی کہ تم ہی میری کلپنا ہو۔۔۔ جمیل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔۔۔ میں چلوں اب"۔۔۔۔ طوسیہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

جاؤ۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔ جمیل نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

طوسیہ دروازے کی طرف بڑھی اور مڑ کر ایک لمحے کیلئے جمیل کی جانب دیکھا پھر دوسرے لمحے وہ دروازے سے باہر تھی۔

"تم کسی مایوس مصور کا شاہکار لگتی ہو"

جمیل دھیرے سے بڑبڑایا اور سرہانے رکھی ہوئی کتابوں میں سے شیلے کا کلام اٹھا کر پڑھنے لگا۔ شاید اس لئے کہ تنہائیوں کی ساتھی کتابیں ہی تو ہوتی ہیں۔

اتوار کا روز تھا۔ شام ڈھلتی جارہی تھی۔ وہ سب گھر پر ہی موجود تھے۔۔ پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد سب ڈرائینگ روم میں آگئے۔

رات بے حد سرد تھی۔۔ کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔۔۔۔ آتشدان سلگ رہا تھا جس سے کمرے کی فضاد قدرے گرم تھی۔

مگر تب بھی طوسیہ سفید کوٹ کندھے پر اور ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈالے دھیرے دھیرے دانت کٹکٹا رہی تھی۔

ڈرائینگ روم کے دوسرے سرے پر بیگم شہاب اور شاہدہ بیگم بیٹھی تھیں، فرناز اور نیلا تاش لیکر بیٹھ گئیں تھیں۔ عامر تیتے باتک رہا تھا

اور جمیل ایک کھڑکی کے پٹ کھول رہا تھا۔ دوسرے لمحے ایک سرد ہوا کا تیز جھونکا آیا۔ طوسیہ چونک اٹھی۔۔۔ بے ساختہ

اس کی نظریں کھڑکی کی جانب اٹھ گئیں۔ وہاں جمیل کھڑا نہ معلوم اندھیرے میں کیا تلاش کر رہا تھا۔

"طوسیہ جی... کھیلو گی" اچانک عامر نے طوسیہ کو مخاطب کیا۔

"نہیں بھئی بیحد سردی ہے جیب سے ہاتھ نکالنے کو جی نہیں چاہ رہا۔" طوسیہ نے جواباً عامر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر چند لمحوں کے توقف سے وہ اٹھ گئی۔

دھیرے دھیرے اس طرف بڑھنے لگی جہاں جمیل کھڑا تھا۔ پھر سیل کے قریب پہنچکر وہ اس کی پشت کی طرف کھڑی ہو گئی۔ مگر جمیل جو اپنے خیالات میں اسقدر کھویا ہوا تھا۔ کہ اس کو طوسیہ کی آمد کا احساس تک نہ ہوا۔

اچانک ہوا کا ایک سرد جھونکا آیا... جمیل نے کانپ کر جیسٹر کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونس لیے۔

"جمیل صاحب!" طوسیہ نے خلوص سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھدیا... اس کو جمیل کی حالت پر شاید ترس آ گیا تھا۔

"ہوں" جمیل نے بغیر مڑے ہنکارا بھرا۔

"بیحد خنکی ہے... کھڑکی سے ہٹ جائیے" طوسیہ نے آہستگی سے کہا۔

"ہاں طوسی... بہت سرد رات ہے۔ ہر چیز سرد ہے۔ کہیں بھی گرمی نہیں... اب دل بھی سرد ہو گئے ہیں.... طوسیہ تم بھی تو... بہت سرد.... وہ خوابناک سی آواز میں بولا۔
طوسیہ گھبرا سی گئی۔ اور خود پر قابو پاتے ہوئے آہستگی کے ساتھ مڑ گئی۔
"طوسیہ... بیٹی... کافی پی لو... بیگم شہاب نے اس کو آواز دی۔
طوسیہ خاموشی کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گئی پھر کافی کا کپ لیتے ہوئے آتشدان کے قریب آبیٹھی... چند لمحوں بعد جمیل بھی اس کے قریب آکھڑا ہوا۔
طوسیہ نظریں جھکائے کافی پینے میں مشغول تھی۔ جمیل اسکی کرسی کے پیچھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ایکدوسری کرسی پر بیٹھ کر دھیرے دھیرے ایک انگریزی گانا گانے لگا۔
طوسیہ بے نیازی کے ساتھ بیٹھی بدستور کافی پینے میں منہمک تھی گانے کا ایک لفظ جمیل کی دھڑکن بن گیا تھا۔ وہ طوسیہ کیجانب بڑی افسردہ سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ گانے کا مطلب کچھ اس طرح تھا۔

میرے محبوب میں تمھیں چاہتا ہوں... مجھے تمھاری ضرورت ہے
تم میری سب سے بڑی تمنا ہو۔
میرے محبوب تم مجھ پر توجہ... نہیں دیتے۔
تمھیں میرے دل کی حالت کا احساس نہیں۔
لیکن ایک دن جب......
میں..... سلگ سلگ کر
ختم ہو جاؤں گا... تو تم... کو
اپنے کیے کا احساس ہوگا...
پھر تم میری ضرورت محسوس کروگی۔
اور مجھے یاد کروگی اور رو ؤگی۔
میرے محبوب... مجھے تمھاری ضرورت ہے۔
"جمیل بیٹے" اچانک عامر نے مانگ لگائی۔
"ان لڑکیوں سے اگر سمجھو... مسلسل بے ایمانی کر رہی ہیں۔
یعنی مجھکو اکیلا جان کر لوٹ رہی ہیں
"ارے جاؤ..." نیلا نے پتے پھینک دیئے "تم خود ہی مکار ہو
جمیل آپ کھیلیے نا..." فرناز نے جمیل کے قریب آتے ہوئے کہا
"ہوں... جمیل نے بوجھل پلکیں اٹھائیں اور بولا۔ کھیل تو رہا ہوں

مگر بازی ہار رہا ہوں جیت نہیں رہا...." انداز کھویا کھویا سا تھا۔
یہ کہاں ہو... جمیل میاں..." عامر بے ساختہ ہنس پڑا۔ طوبیہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
فرناز نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور حلق سے تھوک نگل کر رہ گئی۔
ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے" طوبیہ نے جمیل کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی سے بات بنائی۔
"دیر تک کھڑکی کے قریب کھڑے رہے ہیں۔ اس لئے حرارت ہو گئی ہے۔
بھیا... اپنے کمرے میں جا کر آرام کیجیئے نا... آئیے... نبیلا نے جمیل کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جاتے ہوئے کہا۔
طوبیہ جمیل کے جانے کے بعد دیر تک سر تھامے سوچتی رہی تھی میں اس کو کیوں دکھ دیتی۔
"مس طوبیہ" عامر نے اس کو چونکا دیا "کیا سوچ رہی ہیں؟"
"کک... کچھ نہیں.... طوبیہ نے کہا۔ اور کھڑی ہو گئی۔
" صاحب! کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے عامر شرارت آمیز نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے۔ بے تکلفی کے ساتھ بولا۔

"ہم کو بھی بتائیے کہ آپ اور جمیل صاحب کس مرض میں مبتلا ہیں
..... بیزار بیزار سے ... گم سم ... ہر وقت سوچتے رہنا۔
دونوں کو ایک ہی مرض ہے ..... اگر جمیل سے پوچھو کیا سوچ
رہے ہو ... تو کہتا ہے۔
"کچھ نہیں"
"آپ سے استفسار کیا تو بھی" ......
کچھ نہیں" ۔ اپنی محدود عقل میں تو کچھ نہیں آتا" عامر
نے رک رک کر کہا
بیکار باتوں پر اتنی گہرائی سے سوچنا ہی حماقت ہے طوبیٰ
باہر نکلتے ہوئے بولی
عامر پلکیں پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔
طوبیٰ ڈرائینگ روم سے نکل کر اپنے کمرے کی جانب
چل پڑی ۔ پھر جمیل کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک
لمحے کے لئے ٹھٹکی .. اور دوسرے ہی لمحے وہ آہستگی کے ساتھ دروازے
پر پڑے ہوئے پردے کو اٹھا رہی تھی ۔
جمیل اس کو سامنے ہی صوفے پر دراز دکھائی دیا۔ وہ بے ساختہ
اندر آ گئی ۔

وہ بچوں کی مانند منہ پر کشن رکھے سوگیا تھا۔ طوبیہ نے آگے بڑھ کر دھیرے سے کشن اٹھایا۔۔ اور پھر اس کے چہرے کی جانب دیکھتی رہ گئی۔

جمیل کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔ چہرے پر عجیب یاس زدہ سے تاثرات تھے۔

طوبیہ کو نہ جانے کیوں ایک انجانے دکھ کا احساس ہوا۔۔۔ دل پر ایک چوٹ سی لگی۔

"جمیل۔۔۔" وہ آہستہ سے خود بخود بڑبڑائی۔

اور پھر اس نے جمیل کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر حرارت کا اندازہ کیا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔ دس بار کہہ دیا نہیں کھاؤں گا دوا۔۔۔ پھر بھی ستائے جاتی ہو۔ بھاگ جاؤ۔۔ نبیلا۔۔" جمیل بغیر آنکھیں کھولے بولا۔

"میں ہوں جمیل۔۔ طوبیہ۔۔ نبیلا نہیں" طوبیہ نے آہستہ سے کہا۔

"کیا ہے" جمیل نے آنکھیں کھولیں

"آخر دوا کیوں نہیں استعمال کی" طوبیہ نے بدستور آہستہ لہجے میں استفسار کیا۔

"ہاں میں دوا نہیں پیوں گا ... جمیل ضد سے بولا ۔
" اچھا اٹھئے ۔ بستر پر سو ئیے جا کر" وہ شفقت بھرے لہجے میں بولی ۔
" اوں ہوں ... کیا مصیبت ہے .... وہ جھلا کر بستر میں گھس گیا " جاؤ اب تو پیچھا چھوڑ دو ، ہلکی سی کراہٹ کے ساتھ اس کے منہ سے نکلا ۔
" ابھی نہیں ... " طوسیہ نے بخار کی گولیاں میز سے اٹھاتے ہوئے کہا ... پہلے ایک گولی کھا لیجئے ۔
یہ لیجئے ... چند لمحوں کے توقف سے وہ پانی اور دوا لے کر اس کے قریب پہنچ گئی ۔
" کون سے جنم کا بدلہ لے رہی ہو طوسیہ " ، جمیل نے شکایت بھرے لہجے میں دریافت کیا ۔
" آنے والے جنم کا " اس نے خفیف سی مسکراہٹ کیساتھ آہستہ سے کہا ۔
جمیل نے اس کے اصرار پر دوا کھائی ۔ اور منہ پھیر کر لیٹ گیا طوسیہ نے آگے بڑھ کر کمبل جمیل پر ڈالا ... اور لائٹ آف کر دی پھر چند لمحے تک وہ کھڑی کچھ سوچتی رہی ۔ اس وقت اس کے

چہرے پر عجیب سے تاثرات مسلط ہو کر رہ گئے تھے......اور ان چند لمحات بعد وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔

صبح بے حد خوشگوار اور دلکش تھی۔ طوسیہ تلاوت کے بعد کچھ سوچ کر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔ گلاب کے نکھرے ہوئے پھول دیکھ کر اس کا دل مچل گیا۔
نائٹ گون کے بٹن لگاتی ہوئی وہ اس دروازے کو کھولنے لگی جو باغ میں کھلتا تھا۔ پھر جونہی اس نے دروازے سے باہر قدم نکالا وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔
جمیل سیڑھیوں پہ بیٹھا تھا۔ اس کے ہونٹوں کے درمیان سگریٹ پھنسا ہوا تھا۔ اور ہاتھوں میں گلاب کے بہت سے پھول تھے وہ پھولوں کو ترتیب دے کر کچھ لکھ رہا تھا۔
طوسیہ نے جھک کر دیکھا...... طوسیہ کے نام کا پہلا حرف "ٹی" تھا۔

طوسیہ نے ناراضگی سے جمیل کی جانب دیکھا اور پھر بولی۔
"رات آپ کو بخار تھا۔ اور اتنی صبح آپ ٹھنڈ میں یہاں بیٹھے ہیں۔"

مگر جمیل بدستور پھولوں سے کھیلتا رہا۔۔ ۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہو کر معدوم ہو گئی تھی

طوسیہ نے آگے بڑھ کر پیروں سے پھولوں کے حرفوں کو بے ترتیب کر دیا۔ اور گہری سنجیدگی کے ساتھ بولی۔
"پتھر سے سر ٹکرانا نادانی ہے۔ جمیل صاحب طوسیہ محبت کیلئے نہیں نفرت کے واسطے پیدا ہوئی ہے۔ ٹھوکر مار کر کسی چیز کو گلے لگانے سے ٹھوکر مارنے والے کی توہین ہوتی ہے۔
"مجھ میں اتنی دلچسپی نہ لو کہ میں خود سے بھی نفرت کرنے لگوں"
تم بے حد کٹھور ہو طوسی۔۔۔" جمیل نے افسردہ سے لہجے میں کہا
"ہاں جمیل۔۔۔ میں کٹھور ہوں۔۔ خود پر بھی ظلم کرتی ہوں۔۔۔ اور دوسروں سے بھی جفاؤں کی طالب ہوں۔۔۔ مجھے پیار کی نہیں مزید نفرت کی ضرورت ہے۔۔۔ مجھے پیار کی نہیں مزید جفا کی ضرورت ہے۔۔ مجھ سے پیار مت کرو ڈاکٹر۔۔۔ کہ میں تمہارے پیار کے قابل نہیں۔۔۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ ڈاکٹر کہ وہ

گہرے تاریک ہیں.. جاؤ خدا کے واسطے چلے جاؤ. تمہاری کلپنا بے حد بھیانک ہے...» طوسیہ منہ پھیر کر سسک اٹھی۔

«بیوقوف لڑکی.» جمیل نے پیار سے بھرپور لہجے میں کہا۔ روشن راستوں سے منہ پھیر کر اندھیروں میں چل پڑنا حماقت ہے۔ آؤ کہ میں تمھیں وہ یہیں دکھاؤں... ضو فشاں راستوں سے روشناس کراؤں... ان راستوں سے جہاں محبت کے پھول کھلتے ہیں تم میری محبت میرا ارمان ہو طوسی... تم میری حیات میرا خیال ہو طوسی..... تم میرا ساتھ دو... میری غلطی کو معاف کر دو۔ مجھے تمھاری ضرورت ہے۔ میری زندگی ویرانیت کا شکار ہے... اور تم میری زندگی کی ویرانیت کو دور کر سکتی ہو طوسیہ، تمھیں ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور مجھے بھی... تم کو ایک مستقل سہارا درکار ہے اور میں بھی اس سہارے کا طلبگار ہوں۔»

آؤ طوسی... بہک کر ساتھ۔ میری مقدس محبت کا دامن تھام کر... دھیرے دھیرے آگے بڑھو...!

جمیل کی آواز جذباتی ہو گئی طوسیہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی... اور پھر اس کی پلکیں جھک گئیں۔

دھیرے سے اس نے جمیل کے کندھے پر سر ٹکا دیا بے اختیار۔

اس کی آنکھوں سے آنسو ڈھلکنے لگے ۔ مگر... ذہن پرسکون ہو گیا تھا ۔

"پگلی... جمیل نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ۔ بچوں کی طرح روتی رہتی ہو... زندگی اسی کا نام ہے..." جمیل نے پلکیں پھڑپھڑاتے ہوئے کہا ۔

طوسیہ پرسکون انداز میں اسکے کوٹ کے بٹنوں سے کھیلتی رہی پھر وہ اچانک تیزی سے سر اٹھا کر جمیل کی طرف دیکھنے لگی ۔ اس کی نظروں کے تأثرات دیکھ کر جمیل گھبرا گیا ۔ اس کا دل ڈرنے لگا تھا... اس کو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے طوسیہ کہہ رہی ہو ۔

میری ماں کے قاتل... کیا تم مجھ سے محبت کی توقع کر کے حماقت نہیں کر رہے ۔ میں تمھیں عمر بھر معاف نہیں کروں گی ۔

اچانک طوسیہ واپسی کے لئے مڑ گئی ۔ جمیل کچھ نہ سمجھ سکا وہ جا چکی تھی ۔ جمیل دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا ۔

اور پھر جب اس نے دوپہر کے کھانے پر طوسیہ کو موجود نہیں پایا تو سوالیہ نظروں سے نیلا کی طرف دیکھنے لگا ۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے پوچھ رہا ہو ۔

"طوسیہ کہاں ہے؟"

"طوسیہ نے اپنے ہی کمرے میں کھانا منگالیا ہے۔" نبیلا نے اس کو بتایا۔

جمیل کے حلق میں نوالہ پھنس گیا۔ طوسیہ صبح ناشتہ پر بھی نہیں آئی تھی۔ یقیناً وہ میرے سامنے نہیں آنا چاہتی... آخر کیوں؟ طوسیہ کی شخصیت اس کے لئے ناقابل فہم ہوتی جارہی تھی۔

شام کو جمیل نے کلینک جاتے ہوئے اپنی امی سے کہا۔

"ممی... رات کے کھانے پر میرا انتظار مت کیجئے گا۔ کیونکہ میں دیر میں لوٹوں گا..."

"کیا بات ہے بیٹا... بجھے بجھے سے دکھائی دے رہے ہو... طبیعت تو ٹھیک ہے نا" بیگم شہاب نے اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو ممی... میں تو ٹھیک ہی ہوں" جمیل نظریں چراتے ہوئے بولا۔

بیٹے صحت کا خیال رکھا کرو۔ اتنی سی عمر میں اس قدر محنت بھی درست نہیں۔ شاہدہ بیگم نے پلکیں پھڑپھڑاتے ہوئے کہا

"آں" تو کیا بوڑھاپے میں محنت کی جاتی ہے... امی

... اور میں تو پہلے ہی سخت کاہل ہوں" جمیل خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"ممی ڈیئر.... جمیل نے ہمیں نہ تو کلینک کی سیر کرائی اور نہ ہی کہیں گھمایا... فرناز اپنی امی مخاطب کرکے بولی۔

"مجھے تو بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔" عامر نے شرارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی اب میں چلتا ہوں... تم لوگ تفریح کرو... جمیل نے بدستور خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا.. اور گھر سے نکل گیا۔

جمیل چلا گیا۔ تمام دن وہ غائب رہا۔ رات کو جب طوسیہ نے کھانے پر اس کو نہیں پایا۔ تو اس کو شدت سے جمیل کی کمی محسوس ہوئی۔ کھانے کے بعد سب ڈرائنگ روم میں آئے۔ کافی کا دور چلتا رہا۔ مگر طوسیہ ایک کھڑکی میں کھڑی جمیل کا انتظار کرتی رہی۔ بار بار اس کی نظریں پھاٹک کی جانب اٹھتیں.. اور پھر ناامید سی ہوکر خود بخود جھک جاتیں۔

کافی رات ڈھل گئی۔ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ طوسیہ بھی بوجھل قدموں سے اپنے کمرے کی طرف آگئی۔

مجاز کا دیوان چھوٹی ٹیبل سے اٹھا کر وہ صوفے پر نیم دراز ہو گئی اور پھر نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

پھر تقریباً رات کے دو بجے اس کی آنکھ بے اختیار کھل گئی کھڑکی کا پردہ اٹھا کر اس نے جمیل کے کمرے کی جانب دیکھا۔

کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا "اس کا مطلب ہے۔ وہ ابتک نہیں آیا" طوسیہ بڑبڑائی ... سردیوں کی ویران راتوں میں وہ نہ جانے کہاں بھٹک رہا ہو گا" اسکی رگ رگ میں تشویش کی ایک لہر سی اٹھی۔

اچانک وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئی اس کے قدم نبیلا کے کمرے کی جانب اٹھ رہے تھے۔ شاید وہ نبیلا سے جمیل کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی۔

نبیلا اطمینان سے سو رہی تھی

نبیلی .... طوسیہ نے اس کو اٹھایا۔

"کیا ہے ؟" نبیلا نے نیند سے بوجھل آواز میں استفسار کیا

"جمیل اب تک نہیں آئے" طوسیہ نے جھجکتے ہوئے کہا

"... دو بج گئے"

"ارے چھوڑو بھیّا کی فکر ... کہیں کلب میں چپک گئے

ہوں گے۔ جاؤ سو جاؤ۔" جمیلا کروٹ بدل کر بولی۔

طوسیہ کا دل نہ مانا... وہ باہر نکل کر برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

سردی اپنے شباب پر تھی... خنکی میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ وہ سرد ہوا کے اثر سے کانپ رہی تھی۔ دوسرے تاریکی نے ایک عجیب سا ہیبتناک ماحول پیدا کر دیا تھا۔

نہ جانے کیوں اس کو ایک عجیب سی گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر وہ دھیرے دھیرے رونے لگی اور اسی لمحے کسی گاڑی کی ہیڈ لائیٹ اس پر پڑی۔

"کون بیٹھا ہے یہاں؟" جمیل کی آواز سنائی دی۔ طوسیہ تیزی سے ستون کے پیچھے ہو گئی۔

اس نے سیاہ شال کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ لیا۔ جمیل گاڑی سے کود کر تیزی سے ستون کی طرف بڑھا۔

طوسیہ گھبرا کر سامنے آگئی اس نے سوچا کہیں جمیل اس کو چور سمجھ کر گردن نہ دبوچ لے۔

"میں ہوں ڈاکٹر! طوسیہ،" اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

" اوہ " جمیل پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کو وہیں چھوڑ کر کمرے کیطرف بڑھا
طوسیہ کا دل بے اختیار دھڑک کر رہ گیا۔۔؟
.. جمیل نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی ؟ ۔۔۔ اس نے
یہ بھی نہ پوچھا کہ اتنی رات گئے تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اگر کسی کا
انتظار ہے تو وہ کون ہے ؟ طوسیہ نے سوچا۔۔۔ اور اس
طرف دیکھنے لگی جدھر جمیل گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک نامعلوم
سی حسرت نمایاں تھی۔۔۔"
تھوڑی دیر تک طوسیہ ساکت وصامت وہیں کھڑی رہی اور
پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور جب وہ آنچل سے بھیگی پلکیں
پونچھتی ہوئی جمیل کے کمرے کے قریب سے گزری۔ تو جمیل نے
سگار منہ سے نکالتے ہوئے اس کو مخاطب کیا۔
طوسیہ منہ پھیر کر آگے بڑھنے لگی۔
۔ آیندہ میرا انتظار اس طرح مت کیجیئے گا۔ ورنہ آنسکریم
اور آپ میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔۔ جمیل نے خفیف سی
مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
میں آپ کا انتظار نہیں کر رہی تھی۔" طوسیہ پھٹ پڑی۔
" میرا نہیں بھئی ڈاکٹر جمیل ہی کا سہی" جمیل نے آگے بڑھ کر کہا

طوسیہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی جمیل بھی اس کے ساتھ ہی آ گیا تھا۔ کمرے کے دروازے پر رک کر اس نے پوچھا

فرناز کیسی ہے؟۔

"مجھے نہیں معلوم" طوسیہ نے منہ بنا کر کہا: "بہت فل اجاڑہ رہا ہے تو دیکھ آئیے اپنے ہی کمرے میں سو رہی ہو گی۔

"آپ کیوں نہیں سوئیں؟" جمیل نے گہری سنجیدگی کیسا تھ کہا

"اچھا صاحب.. شب بخیر ہم تو چلے سونے کے لئے" جمیل نے کچھ سوچتے ہوئے ہاتھ ہلا کر کہا۔ اور مڑ گیا.. پھر اچانک چند قدم چل کر وہ پلٹ گیا۔

"ارے ہاں.. سنا ہے... اس طرف بارش ہوئی تھی۔

... کیا واقعی..؟.. اس نے شرارت آمیز لہجے میں استفسار کیا

"بارش... تو نہیں ہوئی.." طوسیہ نے بغیر کچھ سمجھے جلدی سے کہا

"مگر آپ کی آنکھوں سے تو لگ رہا ہے کہ ہوئی تھی" جمیل ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم" طوسیہ کو ہنسی آ گئی

"کیوں روئی تھیں" جمیل اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا

طوسیہ گھبرا سی گئی۔ پلکیں جھکا کر اس نے سوچا.. خود ہی تو

رُلایا تھا۔ اور پھر انجان بن کر دریافت بھی کرتے ہو کہ کیوں رُ دئیں تھیں؟... کشور..." ایکبار پھر اسکی پلکیں بھیگ گئیں۔

"طوسی"... جمیل نے درد بھرے لہجے میں کہا۔"مت رویا کرو... مجھے بیحد تکلیف ہوتی ہے تم کو سوگوار دیکھکر..."

طوسیہ کی سسکیاں بے اختیار تیز ہو گئیں۔

"پگلی" جمیل کی آواز بھرا گئی۔"میں تو اس لئے زیادہ تر اپنا وقت باہر گذارتا ہوں۔ تاکہ تم خوش رہ سکو۔ تمھیں کیا معلوم باہر میں کس طرح اپنے وقت کے ساتھ کھیلتا ہوں"

رونا تو مجھے چاہیئے طوسیہ کہ میری تمام تر توجہ کے باوجود بھی تم سوگوار ہی رہتی ہو۔ میرے خلوص سے بیزار ہو جاتی ہو میرے پیار سے ناراض ہو جاتی ہو.. تم خود کو نہ جانے کیوں مجھ سے جدا سمجھتی ہو...."

اب خاموش ہو جاؤ.... خاموش ہو جاؤ.." وہ بچوں کی مانند اس کو تھپکنے لگا۔

اور جب طوسیہ نے اس کو ویران سی نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ضبط نہ کر سکا۔ اس کو ایسا محسوس ہوا... کہ وہ بھی بچوں ہی کی مانند پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے گا۔

"اچھا اب سو جاؤ... خدا حافظ" اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔
طوسیہ دیر تک ہلتے ہوئے پردے کو دیکھتی رہی اور پھر دیوان پر نیم دراز ہو کر جمیل کے متعلق سوچتی رہی۔ اس کا دل اس وقت خود اس سے ناراض تھا۔ طوسیہ عجیب سی الجھنوں میں گرفتار تھی؟ دماغ جمیل سے منکر تھا اور دل جمیل کا پرستار۔ جمیل کی جلتی ہوئی نگاہیں اس کے ذہن میں محفوظ ہو کر رہ گئیں تھیں....!

دوسرے دن کلینک جانے سے پہلے جمیل طوسیہ کے کمرے میں آیا۔ طوسیہ باتھ روم میں تھی۔ جمیل وقت گزارنے کے لئے اسکی رائیٹنگ ٹیبل پر رکھی ڈائری کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ایک جگہ لکھا تھا۔

"تم ہر وقت میرے خیالات پر چھائے رہتے ہو۔"

"تم میری کلپنا میرا تصور ہو۔"

"کیا ہو رہا ہے؟" طوسیہ باہر نکلتے ہوئے بولی۔

"سوچ رہا ہوں کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔ جو آپ کے خیالوں اور خوابوں میں دن رات رہتا ہے۔" جمیل نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو میری ڈائری پڑھی جا رہی تھی۔" طوسیہ نے بھی ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہاں تم نہیں تھیں۔ تو تمھاری ڈائری کا مطالعہ کرنے لگا۔

اور ہاں میں یہ کہنے آیا تھا۔ کہ اگر تم کو دس بجے وقت ملے تو میری کلینک آجانا مجھے تم سے کچھ کہنا ہے.... آؤگی؟ جمیل نے پیار بھری نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا

" ڈرو نہیں... تمھاری چیر پھاڑ نہیں کروں گا :.. جلدی بولو... آؤ گی نا" جمیل نے شرارت بھری نظریں اس پر گاڑتے ہوئے کہا۔

" کہہ نہیں سکتی" طوسیہ ادھورا سا جواب دیکر خاموش ہوگئی

"بہر حال میں انتظار کروں گا" جمیل بولا اور اٹھ گیا..

طوسیہ کی استفہامیہ نظریں اب تک اس کی جانب اٹھی ہوئی تھیں

جمیل کے جانیکے بعد طوسیہ سوچتی رہی - پتہ نہیں کیا کہنا چاہتا ہے جمیل۔ کونسی ایسی بات ہو سکتی ہے۔ جس کے لئے وہ وقت دے گیا ہے - میں تو نہیں جاؤں گی .... "

پھر وہ کام میں لگ گئی -

مگر دس بجے وہ غیر ارادی طور پر کلینک کی طرف چل پڑی اور جب وہ سوا دس بجے کلینک پہنچی تو جمیل اس کا انتظار کر رہا تھا -

" مم۔ میں تو یہ بتانے آئی تھی۔ کہ میں نہیں آؤنگی.....

طوسیہ نے چونکتے ہوئے کہا۔
"تو جاؤ اب"۔ جمیل نے مسکراتے ہوئے جواباً کہا۔
طوسیہ جانے کے لئے مڑی تو جمیل بھی اس کے پیچھے باہر آگیا
"آؤ میں چھوڑ آؤں"۔ جمیل نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا
طوسیہ کو اچانک جمیل سے پہلی ملاقات کا منظر یاد آگیا تھی
"ڈاکٹر اس نے بے چین سی نگاہوں سے دیکھ کر میرے سے کہا"
جمیل بے ساختہ چونک پڑا۔ اس کی استفہامیہ نظریں، طوسیہ
کی جانب اٹھ گئیں۔ مگر طوسیہ کی نگاہیں تو نہ جانے کن خیالات کا
تعاقب کرنے لگیں تھیں۔
راستہ بھر بوجھل سی خاموشی رہی اور پھر وہ جمیل کی آواز
پر ہی چونکی۔
"اب باہر تشریف لے آئیے محترمہ!"
طوسیہ نے بوکھلا کر نظریں اٹھائیں۔ گاڑی ایک شاندار
ہوٹل کے پورٹیکو میں کھڑی تھی۔
طوسیہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اتر آئی۔ جمیل گاڑی کو پارکنگ شیڈ
میں کھڑی کر کے آیا۔
"آؤ!" وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا۔ پھر وہ دونوں ہوٹل

کے صدر دروازے کی جانب چل پڑے۔

چند قدم چل کر اچانک وہ رک گئی۔ جمیل کی جانب استفہامیہ نظروں سے دیکھا اور بولی۔

"کہاں لے جا رہے ہو"

"کیا تمھیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے" جمیل نے گہری سنجیدگی کے ساتھ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا یہ مقصد نہیں تھا" طوبیٰ نے دھیرے سے کہا۔ اور چل پڑی۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا طوبیٰ.... اس لئے یہاں آ گیا۔ اطمینان سے اس جگہ باتیں ہو سکیں گی" جمیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آخر پتہ تو چلے وہ باتیں کس قسم کی ہیں" طوبیٰ نے جرح کی

"کیا یہاں پر ہی شروع ہو جاؤں" جمیل نے مسکرا کر کہا۔

اور طوبیٰ سر جھکا کر خاموش ہو گئی۔

پھر ہوٹل کے ایک خوبصورت سے کیبن میں کافی کے دوران جمیل نے طوبیٰ کی جانب دیکھتے ہوئے گمبھیر دھاری آواز میں کہا

"تم کیا چاہتی ہو طوبیٰ.. تمھارے دل میں کیا ہے؟"

... اور طوسیہ نے سادگی سے کہا۔

جمیل بے اختیار ہنس پڑا۔

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں... میرا مقصد احساسات سے تھا یعنی تمھارے خیالات احساسات میرے متعلق کیا ہیں"؟

"یہی کہ آپ ایک شریف آدمی ہیں" طوسیہ نے گہری سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"الٹے لٹے جواب نہ دو... طوسیہ خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو" جمیل نے مصنوعی جھنجھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے آپ بتائیے کہ مقصد کیا ہے"؟ طوسیہ نے بدستور گہری سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"میرا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ کب تک آخر تم مجھے اپنی باتوں کے ایندھن میں سلگاتی رہو گی...؟"

کبھی میں تمھاری باتوں سے اور خلوص سے یہ سمجھنے لگتا ہوں کہ تم کو مجھ سے محبت ہے۔ مگر دوسرے ہی لمحے تمھاری باتیں حقارت اور بیزاری کا احساس دلاتی ہیں....

"کبھی تو تم اتنی ویران نظروں سے دیکھتی ہو۔ کہ مجھے وحشت ہونے لگتی ہے۔ اور کبھی تمھاری معصوم نگاہوں پر پیار آنے

لگتا ہے۔ آخر کیوں؟
خدا کے لئے تصویر کے دونوں رُخ نہ دکھاؤ۔۔ کسی ایک ہی رخ پر اکتفا کرلو۔۔۔ اپنے حقیقی روپ کو عیاں کردو تاکہ میں کچھ فیصلہ کرسکوں۔؟
اور یہ کہ میں چاہتا ہوں تم کسی ایک کو اپنا سہارا چن لو تم کو ایک ساتھی کی ضرورت ہے نا۔ ایک ایسے ساتھی کی جو زندگی کے ہر نشیب و فراز میں تمھارے ساتھ چل سکے۔ اس کے لئے تم ہم دونوں میں سے کسی ایک کو جسے بہتر سمجھتی ہو منتخب کرلو
" دونوں سے تمھاری مراد کیا ہے۔" اچانک طوسیہ نے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔
"میں اور عامر" جمیل نے ایک عجیب سی مسکراہٹ کیساتھ کہا۔۔ " عامر بھی تو تم کو پسند کرتا ہے نا؟"
" کرتا ہوگا۔۔ مگر میں تو نہیں کرتی۔ طوسیہ نے تیوریاں چڑھاتے ہوئے کہا۔
"خیر۔۔ دوسروں کے دل کا مجھے کیا معلوم ویسے یہ بھی ممکن ہے۔"
"جمیل۔۔۔ اپنے الفاظ پر غور کرو" طوسیہ نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں"۔ جمیل بڑبڑایا۔
"دوسرا سر" اس نے نچلے ہونٹ کا ایک گوشہ دانتوں تلے دابتے ہوئے کہا۔
مگر اس پر تم زیادہ توجہ دیتی ہو۔ حالانکہ شاید تمھیں معلوم نہیں وہ نبیلا سے منسوب ہے۔
"مجھے معلوم ہے۔ مگر ان باتوں سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ ایسی باتیں کرنے کے لئے کیا آپ مجھ کو لے کر آئے تھے" طوسیہ غصیلی آواز میں بولی۔
"باتیں تو تم سے بڑی میٹھی میٹھی کرنی تھیں مگر نہ جانے کیوں تم نے تلخی سی پیدا کر دی" جمیل نے آہستہ سے کہا۔
"میں نے یا آپ نے... دوسروں کو اپنے حصّہ کا الزام دینا کوئی آپ سے سیکھے" وہ غصّے میں بھری ہوئی کھڑی ہو گئی۔
بیٹھ جاؤ طوسیہ... یہ گھر نہیں ہے۔ بل دیئے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے" جمیل نے کہا۔
طوسیہ ناراض ناراض سی بیٹھ گئی۔ اس کی نظریں نیچے جھکی ہوئی تھیں۔ اور وہ ناخنوں سے میز کی سطح کھرچ رہی تھی۔
"تو کیا میں غلطی پر تھا" چند لمحوں کے توقف سے جمیل نے

استفسارانہ انداز میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم"۔

"تم بہت جلدی خفا ہو جاتی ہو۔ انسان کو اسقدر جذباتی بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کم از کم بات تو ڈھنگ سے کر لینی چاہیئے" جمیل نے کہا۔

"اگر یہی باتیں کرنے کا ڈھنگ ہے جس طریقے سے آپ کر رہے ہیں۔ تو مجھے جناب اجازت دیجئے۔" طوسیہ طنزیہ انداز میں بولی۔

مت بور کرو طوسی۔۔۔ تم نے موڈ خراب کر دیا کتنی باتیں سوچ کر آیا تھا سب بھول گیا۔ خدا کے لئے غصہ تھوک دو چاہے میرے منہ پر ہی" جمیل نے معصومیت کیساتھ کہا۔

طوسیہ کو ماحول کی تلخی کا احساس ہوا اور وہ زبردستی مسکرا دی وہ کچھ دیر اور وہاں پر بیٹھے رہے۔ مگر پھر جمیل کوئی بات نہ کر سکا۔ طوسیہ بہت زیادہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

جمیل نے بل ادا کیا۔ اور باہر نکل آئے پھر پارکنگ شیڈ تک کا راستہ خاموشی ہی کے ساتھ طے ہوا۔ جمیل نے پارکنگ شیڈ سے گاڑی باہر نکالی۔ اور ایک طرف موڑ دی۔

"طوسیہ" چند لمحوں بعد جمیل نے اسے پکارا۔
"فرمائیے" طوسیہ نے سرد سے لہجے میں کہا۔
"کیا بے حد خفا ہو" جمیل افسردہ سے لہجے میں بولا۔
"تم کو اگر میری خفگی کا خیال ہوتا۔ تو ایسی باتیں کبھی نہ کرتے" طوسیہ نے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔
"تم میری ہر بات پر خفا ہو جاتی ہو۔ تمہیں ہر بات بری لگتی ہے۔۔ آخر کیوں؟ سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔۔ کہ تم سے بات کیسے کی جائے۔۔۔ میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تو برا مان جاتی ہو" جمیل نے بدستور افسردہ سے لہجے میں کہا۔
جواباً طوسیہ خاموش ہی رہی۔
"تم دوسروں کے احساسات کی پرواہ نہیں کرتی ہو۔۔۔ طوسی۔۔۔" جمیل نے اس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔۔
"مگر تم چاہتی یہ ہو کہ دوسرے تمہارے جذبات کا احترام کریں۔۔۔ لیکن۔۔۔۔؟"
"خدا کے لئے خاموش رہیے۔ طوسیہ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کہا۔

اور پھر ایئیل خاموش ہوگیا۔۔ کار مختلف شاہراہوں سے تیز رفتاری کے ساتھ گزرتی جا رہی تھی۔۔۔ وہ دونوں نہ جانے کیا سوچ رہے تھے۔

گھر آکر بھی جمیل خاموش ہی رہا۔ طوسیہ کو اس کا سختی سے منہ بند دیکھ کر ہنسی آگئی۔ مگر وہ پھر کچھ نہیں بولا۔ اور دونوں اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

صبح کا بھیگا بھیگا موسم دیکھ کر نبیلا نے پکنک کا پروگرام بنا ڈالا۔ فرناز اور عامر تو فوراً ہی تیار ہوگئے۔ مگر جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

طوسیہ کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ کہیں میرے نہ جانے سے یہ لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ کہ میں جمیل کی وجہ سے نہیں جا رہی ہوں۔۔۔ اور یہی سب کچھ سوچتے ہوئے بادل نخواستہ اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا اور صبح

میں ڈوب گئی۔
"ہرا... سچ طوسیہ صاحبہ بڑا لطف رہے گا!" عامر نے چہکتے ہوئے کہا۔"
"اچھا بھئی سب تیار ہونا شروع کر دو میں ممّی سے کہکر سامان جمع کراتی ہوئی" نبیلا نے اٹھتے ہوئے کہا۔
طوسیہ اپنے کمرے میں آگئی۔ گلابی رنگ کا تنگ پاجامہ اور کرتہ پہنکر اس نے بالوں میں برش کرنا شروع کر دیا۔
"سچ بڑا مزا آئے گا مس طوسیہ" اچانک جمیل نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عامر کی نقل اتاری۔
طوسیہ نے بے ساختہ مڑکر دیکھا۔
جمیل غصّے میں بھرا کھڑا تھا۔ طوسیہ کو ہنسی آگئی۔ مگر جمیل سنجیدہ ہی رہا۔
"طوسیہ تم نہیں جاؤ گی" اس نے چند لمحوں کے بعد کہا۔..
"واہ... کیوں نہیں جاؤں گی" طوسیہ نے چڑکر کہا۔
"میں جو کہہ رہا ہوں..." جمیل قریب آکر بولا۔
"تمھارے کہنے سے کیا ہوتا ہے" طوسیہ نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"میں جو کہوں گا... وہی ہوگا... جمیل نے اس کے بال پکڑ کر کہا۔
"اللہ... میرے بال... بھئی چھوڑو نا۔ یہ کیا جنگلی پن ہے" ملوسیہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔
جمیل نے بال چھوڑ دیئے اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ وہ دروازے کے ہلتے ہوئے پردے کو دیکھتی رہ گئی۔
ملوسیہ حکم دینے والا جمیل بڑا اچھا لگا مگر وہ اچھے لگنے کی وجہ نہ جان سکی۔
دل نے کہا...
"مت جاؤ جمیل کو دکھ ہوگا"
مگر دماغ نے کہا۔؟
ضرور جاؤ ملوسیہ... اس کو دکھ ہوتا ہے تو ہونے دو
اس کشمکش میں دل پر دماغ حاوی ہوگیا...؟
اور جب وہ سکارف باندھتی ہوئی سب کے ساتھ پورچ کی طرف بڑھی۔ تو جمیل اپنی سیاہ بیوک لئے گیٹ سے نکل رہا تھا
"جمیل ہمارے ساتھ نہیں جا رہے کیا" فرناز نے دریافت کیا
"ہشت... چھوڑو بھی... نبیلا نے منہ بسورتے ہوئے

کہا۔" راجہ اندر بنے پھرتے ہیں۔ سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے اب۔"

"مگر نبیلا طوسیہ سے تو پوچھو۔" فرناز نے طنزیہ کہا۔

"آپ کے دل کی بات بھلا میں کیسے بتا سکتی ہوں۔۔" طوسیہ نے فوراً اس پر پھبتی کسی۔۔۔ جس پر سب بے ساختہ مسکرانے لگے۔

نوکر نے گاڑی کے ڈیک میں سامان رکھ دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر فرناز بیٹھ گئی۔ اس کے برابر کی سیٹ پر نبیلا براجمان ہو چکی تھی۔

اور پیچھے۔۔۔ عامر۔۔۔

طوسیہ کو پھر کوفت ہونے لگی۔ وہ طوعاً کرہاً عامر کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گئی۔۔۔"

گاڑی روانہ ہوئی۔ طوسیہ لاتعلقی کے ساتھ گذرتے مناظر دیکھنے لگی۔ جمیل کی کمی شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی تھی۔

کاش عامر کی جگہ جمیل بیٹھا ہوتا۔" اس نے سوچا۔

شہر سے نکل کر فرناز نے رفتار کافی تیز کر دی مگر ایک موڑ

سے گاڑی موڑتے ہوئے۔ اس کو تیزی سے بریک لگانا پڑا
جمیل کی سیاہ بیوک سڑک پر راستہ روکے کھڑی تھی۔
"بھئی واہ... یہ صاحبزادے کہاں آموجود ہوئے"
عامر نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔
طوسیہ کھل اٹھی.. جمیل بھلا ایسا کر سکتا تھا کہ میں جاؤں
اور وہ نہ آئے..." وہ سوچنے لگی۔
نبیلا نے سر نکال کر اس کو پکارا۔
جمیل نے جواب دینے کی بجائے دوبارہ گاڑی اسٹارٹ
کی اور تیزی سے آگے بڑھا دی
فرناز کے گاڑی اسٹارٹ کرنے تک وہ ایک موڑ سے
مڑ چکا تھا۔
بھئی یہ مقابلہ کیوں کر رہے ہیں۔ فرناز نے کہا۔ ہمارے
ساتھ ساتھ چلیں تو کمپنی بھی ہوگی۔
مگر اس کی بات کا کسی نے جواب نہیں دیا۔
طوسیہ نے بے چین ہو کر دوسرے موڑ کی طرف دیکھا
مگر اس کو دور دور تک جمیل کی گاڑی نظر نہیں آئی۔
اور فرناز نے جب اس موڑ سے گاڑی موڑی تھی... طوسیہ

کا دل ڈر سے گیا ۔ ۔ ۔ ۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی ۔
اچانک فرناز نے پوری قوت سے بریک لگائی ۔ ۔ ۔ ۔
گاڑی پھسلتی ہوئی رک گئی ۔
اور اسی لمحے نبیلا کے منہ سے ایک کربناک چیخ خارج ہوئی
عامر اور طوسیہ نے بوکھلا کر اس طرف دیکھا ۔
قدرے فاصلے پر جمیل کی گاڑی ۔ ۔ مڑتے ہوئے شاید
تیز رفتاری کی بنا پر الٹ گئی تھی ۔
طوسیہ نے اس منظر کو دیکھا ۔ اور دوسرے لمحے بیہوش
ہو گئی ۔

عامر تیزی سے اترا ۔ فرناز اور نبیلا بھی تیزی سے دوڑیں
طوسیہ بدستور سیٹ پر بیہوش پڑی تھی ۔
عامر نے دیکھا ۔ ۔ جمیل اسٹیرنگ سے کچھ فاصلہ پر بیہوش پڑا
ہے ۔ ۔ ۔ ۔ بمشکل تمام اس نے جمیل کو نکالا ۔ اور اپنی گاڑی
میں ڈال کر اسپتال کا رخ کیا ۔
جمیل کے کچھ زیادہ چوٹ نہیں آئی تھی پیشانی البتہ کچھ
زیادہ مجروح ہو گئی تھی ۔ نبیلا اس کی تیمارداری میں لگی ہوئی
تھی ۔ اس کے قریب ہی بستر پر طوسیہ لیٹی ہوئی تھی ۔

طوسیہ کو جب ہوش آیا۔ تو اس کی نظر دوسرے بیڈ پر پڑی جہاں جمیل لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور وہ اب تک بیہوش تھا۔

کمرے میں خاندان کے تمام افراد موجود تھے۔۔ ہر ایک کی نگاہیں ان دونوں ہی پر مرکوز تھیں۔

طوسیہ کے ہوش میں آنے پر بیگم شہاب اُسے گلے لگا کر رونے لگیں۔ طوسیہ کا دل بھی بھر آیا۔

"جمیل کے لئے دعا کرو میری بچی" "خدا اسے زندگی عطا کرے"۔۔۔ بیگم شہاب نے بے تحاشا روتے ہوئے کہا۔

طوسیہ کا ذہن بری طرح منتشر ہو کر رہ گیا تھا۔ اسکی سمجھ سے یہ چیز باہر تھی۔ کہ سب کچھ یہ کیسے ہو گیا۔

نبیلا جمیل کے قریب ہی کھڑی تھی۔ پھر طوسیہ کے قریب آ گئی۔

"طوسی۔۔۔ بھیا کو کیا ہو گیا۔ کیا۔۔ وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟۔۔" وہ بھی اس کے شانوں پر سر رکھ کر رو دی تھی۔ شہاب صاحب کمرے میں آئے تو طوسیہ کو ہوش میں دیکھ کر اس کی طرف بڑھے۔

"کیسی ہو بیٹی۔۔۔" انتہائی ضبط کی وجہ سے انکے ہونٹ کانپنے لگے تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ طوبیہ کوئی جواب دیتی وہ جمیل کی طرف نظریں اٹھاتے ہوئے بولے۔

"زیادہ چوٹ تو نہیں جمیل کو ٹھیک ہو جائے گا نا۔"

"اللہ بڑا رحیم ہے۔ پپا۔" طوبیہ دھیرے سے بولی

شام تک جمیل کو ہوش نہیں آیا۔ طوبیہ کی حالت بالکل ٹھیک تھی۔ مگر اس کا دماغ اب بھی ماؤف تھا۔ عشا کی نماز کا وقت قریب تھا اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی اور نماز کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نماز کے بعد وہ بڑی دیر تک جمیل کے لئے دعا مانگتی رہی۔ بیگم شہاب جمیل کے قریب پریشان بیٹھی تھیں۔ طوبیہ دعا سے فارغ ہوئی تو حسرت بھرے لہجے بولیں

"بیٹی میرے جمیل پر دم کر دو۔ اللہ کے کلام میں بڑا اثر ہوتا ہے۔"

طوبیہ نے بیگم شہاب پر نگاہ ڈالی۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز نے اسے اور زیادہ متاثر کیا۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتی ہوئی جمیل کے بستر تک آئی اور دم کرتے ہوئے بیگم شہاب کے قریب بیٹھ گئی۔

بستر پر لیٹا ہوا جمیل بڑا پرسکون نظر آرہا تھا۔ آنکھیں بند

تھیں۔ گلابی رنگت پیلی پڑ گئی تھی۔ اس کے خوبصورت بال بکھرے ہوئے تھے۔ طوسیہ گھٹی گھٹی سانسوں کے درمیان حسرت بھری نظروں سے جمیل کو دیکھنے لگی۔

"بیٹی تم ذرا بیٹھو میں۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر ابھی آتی ہوں۔"

طوسیہ کے بیٹھتے ہی بیگم شہاب اٹھ گئیں۔

بیگم شہاب کے جاتے ہی طوسیہ نے طویل گہری سانس لیا اسکی پلکوں پر شبنم کے موتیوں کی مانند آنسوؤں کے دو ننھے ننھے قطرے ابھر آئے۔ وہ آہستہ آہستہ جمیل کے پریشان بالوں کو سمیٹنے لگی۔ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے وہ خدا کے حضور جمیل کی صحت کے لئے گڑگڑا رہی تھی۔

اور پھر قدموں کی آہٹ نے اسے چونکا دیا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ ڈاکٹر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ طوسیہ نے جلدی سے دوپٹہ کے آنچل میں پلکوں پر ٹھہرے ہوئے۔ آنسوؤں کے موتیوں کو سمیٹا اور کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر نے سب سے پہلے جمیل کی نبض ٹٹولی۔

"ڈاکٹر کب تک ہوش آئے گا انھیں؟"

"ہوش تو کافی پہلے آجانا چاہیئے تھا۔ بہرحال کوشش جاری

بچے گھبرائیں نہیں۔"

ڈاکٹر نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس کا کارک کھولا اور شیشی جمیل کی ناک کے قریب لے جاکر گھڑی دیکھنے لگا۔ طوسیہ آنکھوں میں امید و یاس کی کیفیت لئے کبھی ڈاکٹر کو دیکھتی اور کبھی جمیل کے چہرے پر نظریں جما دیتی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر نے شیشی ہٹا لی اور اسے بند کر کے جیب میں ڈال لی۔ اس کے چہرے پر نمایاں گہرے فکر کے آثار طوسیہ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہے تھے۔

"کیا بات ہے ڈاکٹر۔ آپ خاموش کیوں ہیں؟۔ کچھ تو بولیے!"

طوسیہ ڈاکٹر کو خاموش دیکھ کر گھبرا گئی۔

"گھبرائیں نہیں خدا مالک ہے۔ کوشش ہمارا فرض ہے۔"

ڈاکٹر طوسیہ کی جانب دیکھتا ہوا بولا

اس کی پیشانی پر نمایاں فکر کی لکیروں سے صاف ظاہر تھا کہ جمیل کی اتنی لمبی بیہوشی خطرناک ہے۔ پھر اس سے پہلے کہ طوسیہ مزید کچھ پوچھتی نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ جمیل کے سرہانے کھڑا ہوا ڈاکٹر چونک کر نرس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ڈاکٹر صاحب نمبر مریض کی حالت خطرناک ہے۔"

"اوہ... چلو..." ڈاکٹر جمیل کے چہرے پر نظر ڈالتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

لیکن ڈاکٹر ان کی حالت..."

لیکن طوسیہ کا جملہ پورا ہونے سے پیشتر ڈاکٹر کمرے سے جا چکا تھا۔ طوسیہ بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھتی رہ گئی اس کا دل بھر آیا۔ وہ بے اختیار جمیل کی طرف لپکی اور اس کے چہرے پر جھک گئی۔ بے اختیار بہتے ہوئے آنسوؤں کے چند قطرے جمیل کے چہرے پر گرنے لگے۔

معلوم نہیں یہ ڈاکٹر کی سنگھائی ہوئی دوا کا اثر تھا یا اس کلام الٰہی کا جو طوسیہ کی زبان پر جمیل کی صحت کے لئے آئے تھے طوسیہ نے اچانک اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار پیدا ہوتے محسوس کئے۔ پھر چند ہی لمحوں بعد جمیل نے سر کو ادھر ادھر ہلایا۔ اور دھیرے سے بڑبڑایا۔

"طو... سی... عا... مر..."

طوسیہ کے ہونٹ خوشی سے کانپنے لگے۔ اس نے جمیل کو آواز دی...

"جمیل دیکھو میں یہاں کھڑی ہوں... آنکھیں کھولو جمیل..."

جمیل کی نقاہت بھری آواز

"ہا۔۔۔ن۔۔۔ی۔۔۔"

ابھری۔

طوسیہ جلدی سے گلوکوز کا پانی لے کر اس کی طرف بڑھی۔ ہاتھ کا سہارا دے کر اس نے جمیل کا سر اٹھایا اور گلاس اسکے منہ سے لگا دیا۔ جمیل نے ذرا سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ چند لمحے یونہی دیکھتا رہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں طوسیہ نے اسے پانی پلانا چاہا مگر اس نے منہ پھیر لیا۔ طوسیہ نے کئی آوازیں دیں لیکن جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا طوسیہ روہانسی ہو گئی وہ سمجھ رہی تھی کہ جمیل جان کر اسکی بات کا جواب نہیں دے رہا ہے۔

وہ باہر آئی بیگم شہاب اور شاہدہ بیگم ادھر ہی آ رہی تھیں

"جمیل کو ہوش آیا۔ ڈاکٹر ابھی آتے ہیں"

بیگم شہاب طوسیہ کے چہرے سے جمیل کے متعلق اندازہ لگاتے ہوئے بولیں۔

"ہاں خالہ جان جمیل کو ہوش آگیا ہے"

طوسیہ چہرے پہ مسکراہٹ لاتی ہوئی بولی۔

"سچ؟" بیگم شہاب نے شاہدہ بیگم کا ہاتھ پکڑا اور تقریباً

دوڑنے کے انداز میں کمرے کی طرف لپکیں طوسیہ بھی ان کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئیں۔
"کیسے ہو میرے لال" بیگم شہاب جمیل کی بلائیں لیتی ہوئی والہانہ انداز میں بولیں۔
"پا... نی..." جمیل دھیرے سے بولا۔
طوسیہ نے گلوکوز ملا ہوا پانی کا گلاس جسے وہ میز پر رکھکر باہر آگئی تھی۔ بیگم شہاب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور جمیل پر نگاہ ڈالتی ہوئی دوبارہ باہر آگئی۔
تھوڑی دیر بعد نبیلا۔ فرناز اور عاصم سب ہی جمیل کے پاس موجود تھے۔ شہاب صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ نبیلا باہر کھڑی ہوئی تھی طوسیہ کو اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی۔ بیگم شہاب اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔
"طوسیہ بیٹی نے اللہ کا کلام پڑھ کر پھونکا تھا۔ اس کی تاثیر ہے یہ سب..."
اور طوسیہ سر جھکائے سوچ رہی تھی۔ جمیل نے میرے ہاتھ سے پانی پینا بھی گوارا نہ کیا... وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔
وہ سب لوگ جمیل کے پاس بیٹھے تھے کہ ڈاکٹر آگیا۔ جمیل ہوش

میں تھا۔ لیکن اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔

"دیکھیئے ان کو ابھی آرام کی سخت ضرورت ہے آپ سب لوگ انھیں تنہا چھوڑ دیں۔"

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں ڈاکٹر۔"

شہاب صاحب نے ڈاکٹر کی تائید کی اور اٹھ کھڑے ہوئے پھر سب کو باہر نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی کمرے سے باہر آ گئے۔

مکان پہنچتے ہی بیگم شہاب نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی سب لوگ یہاں کمرے میں جمع تھے۔ نماز کے بعد وہ خود بھی وہیں آ گئیں۔ اس وقت ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ نبیلہ سسرال سے آ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا دنیا بھر کی خوشیاں آج ان کے گھر اتر آئی ہوں۔ کافی رات تک ہنگامہ رہا اور پھر بیگم شہاب کے کہنے پر سب اپنے اپنے کمرو میں سونے چلے گئے۔

طوسیہ اپنے کمرے میں آ کر بستر پر دراز ہوئی تو ایک بار پھر جمیل کی نفرت اسے یاد آ گئی۔ جمیل نے میری طرف سے منہ پھیر لیا تھا میرے ہاتھ سے پانی پینا بھی گوارا نہیں۔ اسے مجھ سے نفرت ہے

اسی قسم کے خیالات اس کے ذہن کو جھٹکتے رہے۔ وہ رات بھر اپنے ویران خیالوں میں بھٹکتی رہی۔۔۔۔۔ اور صبح اس کی نیند سے بوجھل پلکیں جھک گئیں۔

جمیل تکیے کا سہارا لئے بیٹھا تھا۔ نبیلا اور طوبیہ ایک کونے میں مختلف رسالوں کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھیں۔ کمرے میں ایک بوجھل سا سناٹا مسلط تھا۔
طوبیہ نے محسوس کیا۔ جمیل اس کی طرف دیکھتا تو ہے مگر اس کی آنکھوں میں کوئی لگاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ نبیلا سے باتیں کرتا۔۔ مگر طوبیہ کے وجود سے قطعی بے نیاز ہو کر ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ جیسے وہ اور نبیلا کمرے میں تنہا ہی ہوں "
جمیل بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹ گیا۔ نبیلا نے بھی رسالہ بند کر کے رکھ دیا۔۔۔ اور کھڑی ہو گئی
" تم بیٹھو طوبی میں کافی بنوا کر لاتی ہوں" نبیلا باہر نکلتی ہوئی بولی

"جاؤ مگر جلد آنا..." طوسیہ نے دھیرے سے کہا۔
نبیلا کے جانے کے بعد وہ پھر رسالہ پڑھنے میں محو ہو گئی
وہ سمجھی تھی کہ شاید جمیل سو گیا۔ مگر تھوڑی دیر ہی گذری تھی
کہ جمیل کرب سے بڑبڑایا۔
" نبیلا ذرا میرا سر تو دبا دو... بڑا درد ہو رہا ہے۔
اف... میرے اللہ؟..."
"جی..." طوسیہ رسالہ ایک طرف پھینک کر بے اختیار
کھڑی ہو گئی......
" نبیلا تو نہیں ہے... اگر اجازت ہو تو میں دبا دوں
... اس نے قریب پہنچتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
" نبیلا بہن میرا سر" جمیل نے کراہتے ہوئے ایسے ہی انداز
میں کہا۔ جیسے اس نے طوسیہ کی بات کو سنا ہی نہ ہو۔
طوسیہ نے چند لمحے کچھ سوچا اور پھر بے ساختہ جمیل کے
بستر کی جانب بڑھتی چلی گئی... اور دوسرے لمحے... اس کے
تکیئے پر ذرا سا جھک کر اس کا سر آہستہ آہستہ دبانے لگی۔
بخار سے تپتا ہوا سر... الجھے ہوئے بال۔ سلگتا ہوا سا
چہرہ... وہ ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

جمیل اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ اس کو طوسیہ کے سر دبانے سے بڑا سکون سا مل رہا تھا۔ بیماری میں دواؤں سے زیادہ خلوص بھرے ہاتھوں سے آرام ملتا ہے۔ اور طوسیہ کے نرم نرم ہاتھوں نے شاید اس کے درد کو مٹا دیا تھا
"بس کرو نبیلا۔۔ تمہارا بیحد شکریہ" کچھ دیر بعد جمیل نے پرسکون ہوتے ہوئے آنکھیں کھول کر ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
اچانک وہ اچک کر بیٹھ گیا۔ اور طوسیہ کی جانب پر غور دیکھتے ہوئے بولا۔
"تت۔۔۔ تم نے کیوں زحمت کی۔۔۔۔؟"
"تو کیا ہوا۔۔۔" طوسیہ نے زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ نبیلا نہیں تھی۔ اس لئے میں نے یہ فرض سرانجام دیا۔
"مگر تم نے کیوں ایسا ہی کیا" جمیل الجھ پڑا۔
"آپ کے سر میں درد تھا نہ" طوسیہ بجھے بجھے دل کے ساتھ بولی۔
تم کو میرے درد کی کیا پرواہ۔۔۔ تم کو کیا پتہ کہ میرے کہاں

کہاں درد ہے۔؟ تم کس کس جگہ کے درد کا مداوا بنوگی؟...؟
جمیل نے درد سے بھرپور لہجے میں کہا۔
" تم... بے حد سخت ہو۔ جمیل...؟ تم خود غرض ہو تمھیں دوسروں کا مذاق اڑا کر تسکین ملتی ہے۔ اور تم اپنی اس راحت کا سامان ہر جگہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو.... قدم قدم پر تم نے مجھے دکھ دیئے۔ تت تم...؟" وہ بے اختیار سسک پڑی۔ اور اسی عالم میں اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔
پھر جیسے ہی جانے کے لئے مڑی، جمیل نے مضبوطی کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام کر روکا۔
" بات سنو طوسیہ...."
" کیا ہے" طوسیہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔
یہاں بیٹھو۔ وہ اکھڑ لہجے میں بولا۔
طوسیہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کی استفہامیہ نظریں جمیل ہی کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔
" یہ نمکین پانی کے قطرے صاف کرو..." جمیل نے آنسوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
طوسیہ نے بے اختیار ہتھیلیوں سے آنکھوں کو مسلا۔

"سچ ... جی ..." وہ پھر سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔
"اب اپنے کمرے میں جاؤ .. جمیل نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب" طوسیہ نے طنزیہ انداز میں استفسار کیا۔
"مطلب تو اپنے دل سے پوچھو طوسی جو ... ایک سوالیہ نشان کی طرح پتہ نہیں کس کس کے دماغ میں چکراتا ہے ...
... جمیل نے بھی طنزیہ پیرائے میں جواباً کہا۔
طوسیہ نے ایک سرد سانس لیا ... اور گھو سی گئی ...
... جمیل چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا ... اور پھر کروٹ بدل کر لیٹ گیا ...
"ارے کیا ہوا ... طوسیہ" اچانک نبیلا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا ... اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی۔
"ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے ... اور وہ تو کوئی بات نہیں" طوسیہ زیرلب بڑبڑائی ... ایسے ہی جیسے کوئی دوسرا نہ سن سکے
"بھیا اب تک نہیں اٹھے کیا۔ نبیلا نے کافی پیالیوں میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

"اپنے بھیا سے پوچھ لو۔۔" طوسیہ بیرخی سے بولی
"تم میرے بھیا سے جلتی کیوں ہو۔۔" نبیلا نے برا مان کر کہا۔
"مجھے کیا غرض ان سے جو میں جلوں۔۔۔" طوسیہ نے تیوریاں چڑھاتے ہوئے کہا۔
"یہ تو نہ کہو۔۔۔ اگر غرض نہ ہوتی تو۔۔۔ ان کا ایکسیلینٹ دیکھ کر بے ہوش کیوں ہو جاتیں" نبیلا نے ایک خوبصورت سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"
ہو گئے تجھے بس ہماری مرضی۔۔ طوسیہ نے مصنوعی غصہ کا اظہار کیا" آپ کے بھیا اس قدر حسین نہیں کہ کوئی ان کو دیکھ کر بے ہوش ہو جائے۔۔۔"
"ارے جاؤ" نبیلا نے پیار سے جمیل کی طرف دیکھا اور پھر چند لمحوں کے توقف سے بولی۔
"ہر وقت تو میرے بھائی کو گھور گھور کر دیکھتی رہتی ہو۔۔۔۔ مجھے تو ڈر رہتا ہے کہیں نظر نہ لگ جائے۔"
"جی ہاں۔۔ ایسے ہی تو تارے ٹکے ہیں آپ کے بھائی میں" طوسیہ نے کافی کا کپ سنبھالتے ہوئے کہا۔
"ارے تاروں کو چھوڑ دو۔۔ چاند کا سا جمیل بھیا میں۔۔"

نبیلا نے فخریہ انداز میں کہا:

"اوں ہوں۔۔۔" جمیل نے کروٹ بدلی۔۔۔ "کیا تم لڑکیوں نے شور مچا رکھا ہے بھاگو یہاں سے۔۔۔" وہ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

نبیلا جلدی سے سامان سمیٹ کر نکل گئی مگر طوسیہ پر جھنجھل سی سوار ہو گئی۔۔۔ وہ بدستور اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔

"محترمہ کیا آپ نے نہیں سنا۔۔۔" جمیل نے سرد لہجہ میں کہا۔

طوسیہ انجان بنی اپنے رومال سے کھیلتی رہی۔

"کیا ہاتھ سے پکڑ کر نکالنا پڑے گا۔۔۔" جمیل نے جھلا کر کہا۔

"نکال کر دیکھو۔۔" طوسیہ نے اکڑ کر کہا۔

"واہ کیا شان ہے۔۔۔" جمیل نے زبردستی ہنسی ضبط کی۔

"تم کو حق ہے۔۔۔ جمیل کہہ سکتے ہو۔۔۔ کہ میں تمھارے گھر میں رہ کر تم سے اکڑتی ہوں۔۔۔ تمھارا کھا کر تم ہی سے اڑتی ہوں یا تم پر بوجھ بن کر تم کو پریشان کرتی ہوں۔۔۔" طوسیہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔

"مگر میں ایسی کوئی بات نہیں برداشت کر سکتی جو میری انا کو ٹھیس پہنچائے۔۔۔ میں ایسی کوئی چیز باور نہیں کر سکتی جو میری خودی کو چوٹ لگائے۔ تم اگر بے جا رعب میں رکھنا چاہتے ہو۔۔۔ تو

یہ تمھاری غلطی ہے؟..... تم مجھ سے عاجز ہو نا؟ تو فکر نہ کرو... بہت جلد تمھارے گھر سے چلی جاؤں گی" وہ جذبات سے بھرپور لہجہ میں بولی اسکی آنکھیں نم ہو چلی تھیں آنسوؤں کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

"کہاں"، جمیل نے درد سے ڈوبے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"اپنے گھر..." طوسیہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

"کیا بات پکی ہو گئی؟..."

"کیسی بات؟

"عامر اور تمھارے رشتے کی،،...... اسی کے گھر جاؤ گی نا؟"

جمیل نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"جمیل"، طوسیہ نے تڑپ کر نظریں اٹھائیں.... یہ کہہ کر تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے.... عامر تمھاری بہن کا منگیتر ہے.....؟"

"اس کی پرواہ مت کرو طوسیہ... جمیل نے طنزیہ انداز میں کہا... عامر اگر مرا منگیتر ہوتا۔ تب بھی تمھیں سونپ دیتا"

"بکواس بند کرو جمیل..؟" طوسیہ بے اختیار چیخ پڑی.. اور بے تحاشا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"تمھاری مرضی..." جمیل نے لاپرواہی کے ساتھ شلنے

اچکاتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے" کہ میں تمھیں عامر کے قریب کر سکوں؟"

"کمظور۔۔ بے ایمان۔۔۔ خود غرض" طوسیہ دروازے سے نکلتی ہوئی بولی۔

"استاد ایک ساتھ بخشنے کا شکریہ" جمیل نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اب کبھی تمھارے کمرے میں نہ آؤنگی" طوسیہ نے پلٹ کر کہا

"میں چاہتا بھی یہی ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

طوسیہ نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔۔ عامر سے ٹکرا گئی۔ عامر دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ ایک طرف جھلاتے ہوئے ہٹ گئی۔

بھئی خوب کیا۔۔۔ ملاپ ہو رہے ہیں؟ "جمیل ہنس پڑا۔۔؟

"جمیل شرم کرو۔۔۔۔" طوسیہ سسک پڑی۔

"اب لڑکیوں نے ہی شرم چھوڑ دی ہے تو لڑکوں کو شرمانا ہی پڑے گا۔

"ہیلو۔۔۔ جمیل کس سے لڑ رہے۔۔۔" عامر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

"تمھاری طوسیہ سے۔" جمیل نے چبھتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"کیا ہوا طوسیہ صاحبہ آپ رو کیوں رہی ہیں؟" عامر نے حیرت زدہ سی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لئے" جمیل نے بے نیازی چھت کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

طوسیہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی اور اس کا سر کھلے ہوئے پٹ سے ٹکرا گیا۔ عامر نے جلدی سے اس کو سہارا دیا۔

"خدا کے لئے میرے کمرے سے ... ورنہ اس اودھم مچا رکھا ہے۔" جمیل نے کوفت بھرے لہجے میں کہا۔

"انیل تم انسان نہیں جانور ہو... طوسیہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر دانت پیستی ہوئی بولی۔

کونسی کلاس کا جانور ہوں... یہ بھی بتا ڈالو" جمیل نے استفسار کیا سب بچلی" طوسیہ نے جاتے ہوئے کہا۔

اس کے جانے کے بعد عامر کچھ دیر تک حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر باہر جانے لگا...؟

"فرسٹ ایڈ کا بکس لیتے جاؤ عامر..." جمیل نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" عامر نے دروازے کے قریب رکتے ہوئے پوچھا

"طوسیہ کی طبی امداد کر کے اور بھی بہت کچھ سمجھا آؤ" جمیل نے بے نیازی کے ساتھ کہا۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں... آج آپ... کی طبیعت تو ٹھیک ہے... عامر نے کہا۔

گذر رہی ہے جو دل پر اس کو خدا جانے" جمیل نے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا" مگر رقیبوں کو کیوں سناؤں"

"رقیب کون ہے آپ کا...؟" عامر نے حیرت کا اظہار کیا۔

"واللہ کیا زمانہ آگیا... خود رقیب ہی پوچھ رہا ہے... وہ بھی بڑی محبت سے کہ میرا رقیب کون ہے؟" جمیل نے کھوکھلی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

آپ کو آرام کی ضرورت ہے جمیل صاحب سو جائیے۔ کچھ دیر... کہتے ہوئے عامر باہر نکل گیا۔

جمیل کافی دیر تک ٹکٹکی باندھے ہلتے ہوئے پردے کو دیکھتا رہا۔ پھر سگار بجھا کر آنکھ موند لیں۔ اور خیالوں میں گم ہو گیا۔

آنکھیں نہ جانے کیوں نم ہوتی چلی گئیں۔ آنکھوں کے کونوں سے جھانکتے ہوئے آنسو اس کے غموں کی داستان سنانے لگے؟
نت نئے خیالات کا طوفان ... ؟ اس کو عمیق گہرائیوں میں دھکیل رہا تھا ... ہر طرف تاریکی ... گھٹا ٹوپ اندھیرا ... جہاں ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا۔ وہاں بھلا وہ کیسے دکھائی دیتی۔

وہ منزل کی تلاش میں تھا۔ اور منزل اس سے کافی دور تھی ... زیست بھی پریشان موت بھی پریشان گھن بن کر رہ گئی تھی ... زخم ہرے تھے ... پھائے کی ضرورت تھی ... مگر رکھتا کون جبکہ مقدرات بھی اپنی جگہ اٹل ہیں ...

"یا خدا" وہ چلا پڑا ....

"میں جانور بن گیا ہوں طوبیہ ... وہ بڑبڑایا ...

"اب تم اس جانور سے نفرت کرو ... اتنی نفرت کرو .... کہ میں یہ سمجھنے لگوں ... قدرت نے مجھے نفرت ہی کے لئے پیدا کیا ہے ...

وہ بلک اٹھا ... آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ خیالات کی رو مٹتی جا رہی تھی۔ کوئی سلگ رہا تھا۔ اور کسی کے ارمان سسک رہے تھے۔

جمیل اپنے کمرے میں لیشا کیٹس کا کلام پڑھ رہا تھا۔ کہ طوسیہ کے کمرے سے ہنسنے کی آواز آئی۔

"اللہ عامر تم کتنی اچھی باتیں کرتے ہو۔ طوسیہ نے مسلسل ہنستے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔

جمیل نے کلام میز پہ پٹخ دیا۔

"بری باتیں تو ایک ہم ہی کیا کرتے ہیں وہ بڑبڑایا۔"

"پھر چل رہی ہیں آپ مووی" عامر کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آف کورس،، طوسیہ نے کہا۔

"جمیل کو بھی لے لیں" فرناز کی آواز ابھری۔

"ارے نہیں" طوسیہ بولی۔۔ "چھوڑو ان چڑ چڑے حضرت کو"

"ہاں جمیل سے مت کہو۔۔۔ اسکی حالت اس قابل نہیں ہے ابھی" عامر نے تائید کی۔

"کیا تم چلو گی نبیلا" طوسیہ نے نبیلا سے دریافت کیا۔

"نہیں بھئی تم لوگ ہی جاؤ۔" نبیلا نے سرد سے لہجے میں کہا۔
"پھر کراؤں میں تین کی بکنگ۔" عامر نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ہاں" طوسیہ جلدی سے بلند آواز میں بولی۔
عامر کے جانے کے بعد فرناز بھی نکل گئی۔
طوسیہ نے زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ جمیل کا دماغ سلگنے لگا۔

"یہ طوسیہ اب مجھ سے دور رہ کر کس قدر خوش رہتی ہے۔
اور اب وہ میرے کمرے میں بھی نہیں آتی۔ بیچاری نبیلا کو عامر کی بیرخی کا کسقدر غم ہے۔" جمیل سوچتا رہا پھر اس نے سنا۔۔ نبیلا کہہ رہی تھی۔
"کوئی بات بھی ہے ہنسنے کی جو تم پاگلوں کیطرح ہنسے جا رہی ہو"
"کیا صرف کسی بات پر ہی ہنسا جاتا ہے۔ ہمارا دل چاہا۔ ہم ہنس رہے ہیں۔" طوسیہ بدستور فلک شگاف قہقہے لگاتے ہوئے بولی۔
"بہت خوش رہتی ہو آجکل" نبیلا نے جل کر کہا
"ہاں جی اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ خوش ہی رہا کرونگی" طوسیہ نے کچھ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔
"مبارک ہو۔۔ بہت جلدی یہ فیصلہ کیا" نبیلا نے تمسخرانہ انداز میں کہا

" اچھا چھوڑو... ان باتوں کو یہ بتاؤ کہ آج شام کا کیا پروگرام ہے۔ طوبیہ نے استفسار کیا۔

تم تو مودی جا رہی ہو نا... پھر پروگرام کیسا؟" نبیلا عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی

"ارے جاتا کون ہے... کرنے دو بکنگ" طوبیہ نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

" کیا مطلب " وہ متحیرانہ لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ میں تو جاؤں گی نہیں.. ہاں اگر تم چلی جاؤ... تو اچھا ہے۔ اور میرا خیال ہے عامر کے ساتھ تم کو چلا جانا چاہیے طوسیہ بولی۔

" تو وہ سب کیا تھا " نبیلا نے پہلی بار خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

" صرف ڈرامہ" طوسیہ گہری سنجیدگی سے بولی۔

"اس کا مقصد کیا تھا؟" نبیلا نے متعجب لہجے میں دریافت کیا

"یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے نبیلا" طوسیہ کچھ سوچتے ہوئے بولی

"میں تم کو آج تک نہیں سمجھ سکی" نبیلا نے آہستہ سے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرنا نبیلی ورنہ خود الجھ کر رہ جاؤگی" طوسیہ

عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"مجھے معاف کر دو طوسی... میں ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ میں نے سمجھا تھا... کہ تم عامر... سے...... ہم"

"بری بات ہے... ایسی گندی باتیں نہیں سوچا کرتے" طوسیہ نے جلدی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "میں تو اپنا حق بھی دوسروں کو دے دینے کی عادی ہوں۔ دوسروں کا حق مارنا تو کجا۔"

نبیلا اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ جواباً وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

... کمرے میں سناٹے کا راج ہو گیا تھا۔ پھر چند منٹوں کے توقف سے طوسیہ نے ہی اس سناٹے کے طلسم کو توڑتے ہوئے کہا۔

"نبیلا ڈیر ایک کام کرو گی؟"

"ارشاد" نبیلا نے پلکیں پھڑ پھڑائیں۔

"بہت دیر سے تم جمیل کے کمرے میں نہیں گئیں۔ ذرا دیکھ آؤ کیسے ہیں" طوسیہ نے گردن کو جھکاتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا۔

"تم خود دیکھ آؤ نا.. مجھ کو کیوں دن میں دس دس مرتبہ بھیجکر معلوم کراتی ہو" نبیلا نے شرارت آمیز مسکراہٹ کیساتھ کہا۔

"ضد نہ کرو نبیل جاؤ دیکھ آؤ۔ اگر سو رہے ہوں تو مجھے بھی بتلا دینا میں بھی دیکھ آؤں گی۔ بہت دنوں سے ان کو نہیں دیکھا ہے۔

طوسیہ نے التجا آمیز نظروں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"اچھا جاتی ہوں... اگر جاگ رہے ہوں گے تو کہوں گی۔ کہ سو جائیے۔ طوسیہ صاحبہ دیکھنے آئیگی۔ نبیلا نے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

جمیل قدموں کی چاپ سنتے ہی.. جلدی سے بستر پر دراز ہو گیا۔ کتاب میز پر رکھ دی۔ اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

"اچھی ایکٹنگ کر رہے ہو بھیا۔ یوں ہی سوتے بنے رہو۔ طوسیہ آئیگی... نبیلا نے شرارت بھرے لہجہ میں کہا۔ مگر پھر اس کو بھی یقین ہو گیا، کہ جمیل واقعی سو رہا ہے۔

وہ لوٹ گئی... اور طوسیہ کے کمرے میں پہنچکر بولی..."

.. جاؤ طوسی.. بھیا گاڑی سمیت گھوڑا بیچکر سوئے ہیں"

"آؤ تم بھی ساتھ" نبیلا سے طوسیہ نے کہا۔

"نہیں تم جاؤ.. جبتک میں تیار ہوتی ہوں.... بہو بھابی کے یہاں جانے کے لئے۔ مگر عامر سے کیا کہو گی کہ تم کیوں نہیں جا رہیں"

اچانک نبیلا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کہہ دوں گی کہ سر میں شدید درد ہے۔ نبیلا کو لیتے جاؤ میں نہیں جا سکتی اور ان کو لیجانا ہی پڑے گا.. کیونکہ نکہت

تین کی ہے " طوسیہ نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔
" وش یو گڈ لک " نبیلا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔
جمیل کے کمرے کا پردہ ہٹا کر اس نے جھانکا۔ سامنے ہی بستر پر
جمیل منہ پر کتاب رکھے سوتا دکھائی دیا۔ طوسیہ دھیرے دھیرے
چلتی ہوئی۔ قریب آئی۔ تھوڑی دیر اسے کھڑی دیکھتی رہی۔
" کتنا کمزور ہو گیا ہے جمیل ... اس کی گلابی رنگت سفید پڑ گئی
تھی۔ کیٹس کا پرسوز کلام پڑھتے پڑھتے ہو گیا ہے پگلا ... " وہ
زیر لب بڑبڑائی۔
پھر وہ پلٹی ... جمیل کی ڈائری اس کے رائیٹنگ ٹیبل پر
پڑی تھی۔ اس نے بے ساختہ ڈائری کو اٹھالیا ... اور صفحات
الٹنے پلٹنے لگی۔ ایک جگہ لکھا تھا ؂

آ کے تجھ بن اس طرح اے دوست گھبراتا ہوں میں
جیسے ہر شے میں کسی شے کی کمی پاتا ہوں میں

طوسیہ نے آج کا صفحہ پلٹا ... لکھا تھا ......

خود اپنے نام ... اے درد
جمیل تم اگر ان امید ہے کہ وہ ایک دن تمہاری محبت کو
قبول کرے گی۔ پگلے وہ تم سے محبت نہیں کر سکتی۔

تم کیوں جی رہے ہو؟
کس کے لئے جی رہے ہو؟
مر جاؤ تاکہ ان دکھوں سے نجات ملے؟ شعر
وہ دل کہاں ہے اب کہ جسے پیار کیجئے
مجبوریاں ہیں ساتھ دیئے جا رہا ہوں میں
طوسیہ نے ڈائری بند کر دی۔ ایکبار پھر اس کا ذہن سلگنے لگا۔ دل نے کہا۔
طوسیہ تم زندگی بھر محبّت کیلئے بھٹکتی رہی۔ اور اب جب محبّت کے موتی تیرے قدموں میں ہیں تو... تو ان کو ٹھکرا رہی ہے
تو نے عمر بھر دماغ کا کہنا مانا۔ اور دُکھ اٹھاتی رہی ہے۔ میرا بھی تو کچھ خیال کرو... جمیل کو اپنا لو۔
"نہیں طوسیہ... ذہن نے سختی سے انکار کیا۔ ہرگز نہیں جمیل نے تیرا گھر اجاڑا... وہی تیری ماں کی موت کا سبب بنا اب بھی وہ تیری توہین کرتا ہے تیرے دکھ پر مسکراتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ تجھ کو بیوقوف بنانے کے لئے کر رہا ہے"
"پگلی کہاں کا عشق۔ کیسا خلوص.. بھلا یہ غیر لوگ... تجھ سے کیوں محبّت کرنے لگے۔ جمیل ناز و نعمت سے پلا ہوا... خود غرض

لڑکا ہے۔ تیرا گذر اس کے ساتھ نہیں ہوسکتا... جمیل کو مت قبول کرو... ورنہ پچھتاؤ گی..."
طوسیہ نے سوچتے ہوئے کارنس پر رکھی ہوئی جمیل کی فوٹوگرافی کو دیکھا... وہ بے ساختہ اس طرف بڑھ گئی۔
اس کی مسکراتی ہوئی آنکھوں میں شوخ سا پیغام تھا۔ طوسیہ نے بے اختیار فوٹو فریم اٹھالیا۔ جمیل کے بال کس قدر خوبصورت ہیں۔ الجھے الجھے گھنگریالے بھورے بال... اس کی مسکراہٹ میں کسقدر دلکشی ہے۔ چہرہ پر کتنی معصومیت ہے؟... وہ فریم پر جھک کر سوچنے لگی۔
" مگر یہ سب تیرے لئے نہیں ہے" ذہن نے اس سے کہا " تیرے لئے تو اس کی جفائیں ہیں..."
اس کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو گرے اور شیشے پر بکھر گئے
" محترمہ کیا منہ پر تھوکنے کی ہمت نہیں پڑی۔ جو میری بیزبان فوٹوگراف پر تھوکا جا رہا ہے۔ جمیل کی آواز آئی۔
" جج جی... " طوسیہ کے منہ سے گھبراہٹ میں بیساختہ نکلا...
... اور ہاتھ سے فوٹو چھوٹ کر گر پڑا
انیل پشت کی جانب سے دیکھ رہا تھا۔ سنگار میز میں لگے

ہوئے آئینے کے ذریعے تکیہ کے سہارے کہنی ٹیکے ہوئے جمیل کا عکس اس نے دیکھا اور پسینے چھوٹ گئے۔

"مم... میں... تھوک تو نہیں رہی تھی۔ مم میں تو...؟"

"بہرحال کچھ بھی کر رہی تھیں" جمیل نے ترش لہجے میں کہا ... مگر اب میری فوٹوگراف اپنے قدموں سے اٹھا کر مجھے دیجیے اور ان کانچ کے ٹکڑوں سے بچ کر کمرے سے نکل جائیے۔

طوسیہ نے ٹوٹا ہوا فریم اٹھایا۔ کانچ کے ٹکڑے فوٹو پر سے علیحدہ کیے۔ اور تب ہی اس کے ہاتھ میں شیشے کا ایک ٹکڑا چبھ گیا۔

وہ فوٹو لے کر جمیل کی طرف بڑھی۔ خون کے قطرے فوٹو پر گرنے لگے

"لیجیے"! وہ جمیل کی طرف فوٹوگراف بڑھا کر بولی۔

جمیل نے اس کے زخمی ہاتھ کو بغور دیکھا۔

طوسیہ فوٹو اس کے سرہانے ڈال کر باہر نکلنے لگی۔

"رک جاؤ طوسیہ" جمیل نے دھیرے سے کہا۔

مگر طوسیہ زور سے دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکل آئی پھر وہ نیلا کے کمرے میں گئی۔ مگر سب موذی جا چکے تھے۔ بیگم شہاب اور شاہدہ بیگم شاپنگ کرنے گئیں تھیں۔

طوسیہ اپنے کمرے میں آئی انگلی سے خون جاری تھا۔ وہ پیڈ کھول کر خون کے قطروں کو سفید صفحے پر گرانے لگی۔ پھر تمام قطروں کو اس نے آپس میں ملا دیا۔ پھر جس سے ایک بڑا خوبصورت "دل" بن گیا۔ شعر

دکھاوا اور ہوتا ہے۔ محبّت اور ہوتی ہے
اگر ہو جذبِ دل صادق تو رنگت اور ہوتی ہے

جمیل نے دروازہ کا سہارا لیکر کھڑے کہا۔
طوسیہ نے سر اٹھایا۔ جمیل ہاتھ میں فرسٹ ایڈ بکس لئے کھڑا تھا۔

"تمھاری ضرورت نہیں ڈاکٹر" طوسیہ نے کہا۔
"مگر جانور کی ضرورت تو ہوگی ہی تمھیں" جمیل نے آہستگی سے کہا۔

"تم نے اپنے کمرے سے اگر غلطی کی ہے... ابھی چلنا نہیں چاہیئے۔ جاؤ اپنے کمرے میں آرام کرو۔ طوسیہ نے تکیہ اسکے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔

"میں تمھارے پاس ڈاکٹر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ہمدرد دوست کی حیثیت سے آیا ہوں۔ تم نے مجھے نہیں بلایا..."

مگر مجھے اپنے فرض کا احساس ہے جمیل نے ایک مجروح سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بہت جلد تم کو اپنے فرض کا احساس ہو گیا" وہ طنزیہ انداز میں بولی "اب تو خون بہہ بہہ کر خود رک گیا ہے۔۔۔۔۔۔
وہ بیرخی سے کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔

"یہ کٹھور پن تم نے کہاں سے سیکھا ہے طوسیہ" جمیل کرب انگیز لہجے میں بولا۔

"تم سے" طوسیہ نے مڑے بغیر کہا۔

"اچھا طوسیہ میں جا رہا ہوں۔۔ خدا حافظ" جمیل بدستور کرب انگیز لہجے میں بولا۔

"خدا حافظ" طوسیہ نے سودھری سے کہا۔ مگر تھوڑی دیر بعد جب وہ مڑی تو جمیل دیوار کے سہارے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بیچارگی اور شکایت کا اظہار ہو رہا تھا۔۔۔

"اگر آپ سے چلا نہ جا رہا ہو۔۔ تو میں پہنچا دوں" طوسیہ نے نظریں چراتے ہوئے رک کر کہا "آپ کے کمرے تک"

"نہیں ابھی ایسی نوبت نہیں آئی ہے۔ میں خود ہی چلا جاؤں گا۔۔۔ جمیل نے ایک سرد سانس لیتے ہوئے کہا۔

طوسیہ خاموشی سے گردن جھکائے کھڑی رہی۔۔۔۔۔
وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔۔۔۔ مگر کچھ بھی تو نہیں کہہ سکتی تھی
۔۔۔ دل و دماغ کی جنگ نے ایک ایسے لاوے کو جنم دے
دیا تھا کہ وہ خود ہی اس کے بھینٹ چڑھے جا رہی تھی۔
جمیل بچارے کی کیفیت بھی کچھ اس سے جدا نہ تھی۔۔۔
وہ بھی اندر اٹھتے ہوئے طوفان کی بندشوں کے لئے خود کو
نذر کر رہا تھا۔ اور یہ نذرانہ شاید اس کی سسکتی ہوئی زندگی
کا باعث تھا۔۔۔

"سنو طوسیہ" چند لمحوں کے توقف سے جمیل نے کہا۔
"میں کچھ نہیں سننا چاہتی جمیل۔۔۔ اگر تمھیں کمرے تک
پہنچنے کے لئے سہارا چاہیئے تو میں پہنچائے دیتی ہوں۔۔۔ مگر
خدا کے لئے۔۔۔ خاموش رہو۔۔۔ کچھ بھی نہ کہو۔۔ کچھ بھی تو
نہ کہو" وہ آنکھیں موندتے ہوئے جذبات سے بھرپور گمبھیر
آواز میں بولی۔
اور جمیل یاس زدہ سی نظروں سے اس کی جانب
دیکھتا رہ گیا
پھر چند منٹ اسی حالت میں گذر گئے۔۔ بھیلی ہوئی بوجھل

بوجھل سی خاموشی مزید گہری ہوگئی.. اور جمیل کے مردہ قدموں کی
ہلکی چاپ خاموشی کے طلسم کو توڑنے لگی
وہ دھیرے دھیرے اپنے کمرے کی جانب چل پڑا... اور
فاصلے بڑھتے گئے۔
طوسیہ بدستور آنکھیں موندے میز کے سہارے کھڑی
تھی...... جمیل کے قدموں کی چاپ دھیمی پڑتی جا رہی تھی
.....

جمیل کی حالت اب تسلی بخش ہوگئی تھی۔ آج وہ نیلا اکا تھا
پکڑے لان میں آیا تو بیگم شہاب نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔
"اوہ... بیٹا کیسی طبیعت ہے اب" بیگم شہاب نے پوچھا۔
"ڈاکٹر زندگی کے ہر رنگ میں جیتا ہے ممی اور پھر میں تو
جانور ہوں" جمیل نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اور
کن انکھیوں سے طوسیہ کی جانب دیکھنے لگا، جو قریب کھڑی تھی

گھاس پر بیٹھی تھی ....

السلام علیکم پپّا ... جمیل نے شہاب صاحب کے قریب پہنچ کر کہا .. شہاب صاحب مطالعہ میں معروف تھے۔ وہ چونک پڑے اور پھر جمیل کو دیکھ کر بولے ۔

"کون جمیل .. کیسی طبیعت ہے تمھاری ۔

"آپ کی دعا ہے .. پپا ... جمیل ان کے قدموں میں ہی گھاس پر بیٹھتے ہوئے بولا ۔

" دو دن ہی کیا زرد پڑگیا ہے میرا چاند" شاہدہ بیگم پیار بھری نظروں سے جمیل کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں ۔

"ہیں تو خالہ جان میں تو اور تگڑا ہو گیا۔ جواد ۔ موٹاپے کا یہ عالم ہے کہ چلا بھی نہیں جاتا۔ دوسروں کا سہارا لے کر چلتا ہوں" جمیل نے ایک دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ۔

سب بے ساختہ ہنس پڑے ۔

کافی کے دوران ہلکی پھلکی باتیں ہوتی رہیں ۔ فرناز اٹھ کر جمیل کے قریب آ بیٹھی ۔ اور طوسیہ کافی کا کپ سنبھال کر آہستہ آہستہ کافی دور نکل گئی ۔

"پپّا میرا خیال ہے .. کہ میں اب کلینک جانا شروع کر دوں

میرے مریض واپس جا رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ گھر پر پڑے پڑے دل بھی اکتا جاتا ہے۔" جمیل نے شہاب صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کیا رائے ہے آپ کی"

میری رائے تو یہی تھی۔ کہ ابھی تم آرام کرتے یا پھر ایسا کرو۔ کہیں باہر چلے جاؤ۔ ہوا بھی بدل جائے گی۔۔۔ اور بوریت بھی ختم ہو جائے گی۔۔" شہاب صاحب نے کہا۔

"تم ہمارے ساتھ لاہور چلو۔۔۔ اگلے ہفتے ہم جا رہے ہیں تم بھی کچھ دن رہ کر چلے آنا" شاہدہ بیگم نے کہا۔

"ہاں جمیل واقعی ایسا کرو۔۔ فرناز نے ایک خوبصورت سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

جمیل خاموش ہو گیا شہاب صاحب نے بھی تائید کی۔ اور پھر ان کے پیہم اصرار پر اس کو حامی بھر لینی پڑی۔

باجی میں بہت دنوں سے آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔۔ میرا خیال ہے۔ یہ موقع بہتر ہے۔ کیونکہ دولہا بھائی بھی موجود ہیں۔ اگر اجازت دیں۔ تو کچھ عرض کروں؟" شاہدہ بیگم۔۔ بیگم شہاب سے مخاطب ہوتے ہوئے بولیں۔

"ہاں بھئی ضرور کہو" بیگم شہاب نے اثبات میں سر کو جنبش دیتے

ہوئے کہا۔

مگر شاہدہ بیگم بجائے کچھ کہنے کے نبیلا کی طرف دیکھنے لگیں نبیلا ہونے والی گفتگو کا اندازہ لگا کر طوبیہ کی جانب بڑھنے لگی اس کے جانے کے بعد شاہدہ بیگم نے کہا۔!

"میں چاہتی ہوں۔ کہ اب آپ نبیلا کو میرے سپرد کر دیں"

"نبیلا تو ہے ہی تمھاری۔ مگر جلدی کیا ہے۔ میں چاہتی ہوں پہلے بہو لے کر آؤں۔ اور پھر بیٹی کو رخصت کر دوں۔ تاکہ گھر کی رونق کم نہ ہو۔" بیگم شہاب نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"بہو تو آپ کے گھر میں موجود ہے۔" شاہدہ بیگم نے ایک خوشگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب" بیگم شہاب نے چونکتے ہوئے استفسار کیا۔

"میرا مطلب طوبیہ سے ہے" شاہدہ بیگم بدستور خوشگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں مگر اس مسکراہٹ میں کچھ اور بھی پنہاں تھا اور جمیل نے محسوس کیا کہ ان کے لہجے میں خاصہ طنز سا تھا

ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا" بیگم شہاب ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولیں۔

"آپ کی مرضی نہیں ہوئی ورنہ میں نے تو چاہا تھا کہ فرناز یہاں

پر آجائے اور نبیلا میری ہو جائے " اب بھی فرناز حاضر ہے آپ سوچئیے گا" شاہدہ بیگم گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولیں۔

" دھت ترے کی " جمیل بڑبڑایا۔

سب خاموش ہو گئے۔۔۔۔ اچانک شہاب صاحب کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

" شاہدہ بیگم ہم اگلے ماہ تک تمھیں دونوں باتوں کا جواب دینگے "

" بہتر ہے بھائی جان۔۔ میں انتظار کروں گی " شاہدہ بیگم بولیں۔

شہاب صاحب کے جانے کے بعد بیگم شہاب اور شاہدہ بیگم بھی اندر چلی گئیں۔ نبیلا طوسیہ کے پاس تھی اور عامر باہر گیا ہوا تھا فرناز جمیل کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اور جمیل کوفت سے منہ بسور رہا تھا۔

فرناز۔۔۔ کے چہرے پر اچانک حیا کی سرخی دوڑ گئی۔۔۔ اور وہ بری طرح شرمانے لگی جمیل نے غور سے اس کو دیکھا۔

" کیا دیکھ رہے ہو " اس نے شرماتے ہوئے پوچھا "

دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم کونسے ایسے اعصابی درد میں مبتلا ہو جو اتنی بری بری شکلیں بنا رہی ہو۔

فرناز جل گئی، مگر زبردستی چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے
بولی۔
"ہائے اللہ... تم نے سنا... ممی کیا کہہ رہی تھیں"
"ہائے اللہ ہم نے نہیں سنا" جمیل نے اسکی نقل اتاری اور
پھر کچھ سوچتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ بولا۔
تم کو شاید معلوم نہیں ہے کہ میرا ایکسیڈنٹ کے بعد سے دائیاں
کان بیکار ہو گیا ہے اور تمھاری ممی دائیں طرف بیٹھی تھیں۔۔
مجھے نہیں معلوم انھوں نے کیا کہا۔۔ مگر تم بتاؤ... تم نے تو سنا ہوگا"
"وہ کہہ رہی تھیں۔۔ کہ..." فرناز نے رک رک کر کہا... کہ
جمیل سے... جمیل سے...."
"جمیل سے فرناز کے دماغ کا آپریشن کرائیں گے"... جمیل
نے جملہ پورا کر دیا۔
"نہیں"، فرناز نے ایک ادا سے کہا۔
"پھر کیا" جمیل نے جھنجھلاہٹ کی شاندار ایکٹنگ کرتے ہوئے
کہا "بس یہی ایک کر سکتا ہوں میں"
"اللہ... تم سمجھتے کیوں نہیں؟" فرناز نے شرمیلی سی مسکراہٹ
کے ساتھ کہا۔

"اللہ تم سمجھاتی کیوں نہیں؟" جمیل نے بھی اس کی کاپی کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کہہ رہی تھیں"....؟

"اچھا چھوڑو.... یہ بتاؤ... بازار میں کون کون سے پرنٹس نئے آئے ہیں۔ اور نئے ڈیزائن کی سب سے زیادہ ریاں کہاں ہیں۔" جمیل نے بات کاٹتے ہوئے موضوع بدلا۔

"کیسی باتیں کرنے لگے آپ" فرناز چڑ گئی۔

"سنا ہے۔ کہ عورتیں ایسی ہی باتیں پسند کرتی ہیں۔ ہے۔ مگر کوئی پسند ہی نہیں کرتا۔ سچ فرناز اب تو اپنے آپ کو پسند کرنے کو دل چاہتا ہے۔ ہر لڑکی یوں بھاگتی ہے جیسے میں وہ ہوں۔ کیا کہتے ہیں... اسے جو بھونکتا ہے.... ارے.. کیا بھلا سا نام ہے... جو رات کو بڑی وفاداری سے پہرہ دیتا ہے..." جمیل نے کنپٹی کو دباتے ہوئے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"کتا... بھائی جان...." اچانک نبیلا نے طوسیہ کے ساتھ آتے ہوئے کہا۔

"ارے کتے کو بھائی جان... بنا دیا" جمیل نے بڑے پیارے انداز میں اداکاری کی۔

طوسیہ بے اختیار مسکرا دی۔

مسکرانے کی نہیں ہو رہی.... جمیل نے نبیلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، تم آ کیوں گئیں یہاں بڑی بن کر... جاؤ... ہم اچھی اچھی باتیں کر رہے تھے۔

"ہاں تو فرناز ہم تمھارے گھر چلیں گے۔ دیکھو نا... جب تم چلی جاؤ گی.." تو.....؟..."

"طوسیہ نے جاتے ہوئے صرف اتنا ہی سنا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

اور لفظ... تو... کے آگے جمیل رک گیا۔

"تو کیا...؟" فرناز نے اشتیاق بھرے لہجے میں دریافت کیا۔

"ٹھہرو ابھی آتا ہوں"... ڈائیلاگ کی کتاب تو کمرے ہی میں بھول آیا ہوں۔ اب بھول گیا... ابھی دیکھ کر آتا ہوں" کہ "تو" کے آگے کیا ہے" جمیل نے بے چارگی کے عالم میں منہ بسورتے ہوئے کہا۔

نبیلا ہنس پڑی۔ جمیل اپنے کمرے میں آ گیا کھڑکی میں آ کر اس نے دیکھا۔ فرناز اب تک وہاں پر ہی بیٹھی تھی۔

"تو... کے آگے "پھر ہے" فرناز ڈیئر جمیل نے زور سے کہا۔"

اب اپنے کمرے میں جاؤ۔ یعنی ٹائیں ٹائیں فش "، فرناز جھلا کر اٹھی
جمیل دیوان پر نیم دراز ہو کر سگار سلگانے لگا۔
"کیا میں اندر آسکتی ہوں۔ ۔ ۔" فرناز نے دروازے پر کھڑے
ہو کر کہا۔
"مر گئے۔ ۔ ۔ جمیل بیٹے۔ ۔ ۔" جمیل بڑبڑایا " آئیے۔ ۔ ۔ آئیے"
پھر وہ خوش اخلاقی سے اٹھتے ہوئے بولا۔
فرناز آگے بڑھی۔
اور اسی لمحے جمیل کو احساس ہوا۔ ۔ ۔ کہ طوسیہ پردے کی آڑ
میں کھڑی ان کی باتیں سن رہی ہے۔"
"آپ بہت سگریٹ پیتے ہیں" فرناز نے مسکراتے ہوئے کہا۔
" ہاں فرناز بس سگریٹ ہی تو ساتھی ہے۔" جمیل ایک
طویل سرد سانس لیتے ہوئے بولا۔
آپ کی ذہنی حالت کچھ پرسکون نہیں ہے۔ میرا خیال ہے
آپ ہمارے ساتھ لاہور چلیں۔ وہاں سے ہمارا پروگرام مری جانے
کا ہے۔ یقیناً آپ کا دل لگ جائے گا۔ فرناز نے کھنکتی ہوئی
آواز میں کہا۔
" ہاں میں ضرور چلوں گا۔ ۔ ۔ کب جا رہے ہو تم لوگ۔ ۔ ۔" جمیل نے پوچھا

"اگلے ہفتے... آپ مری جاکر بالکل تندرست ہو جائیں گے" فرناز نے آنکھوں کو پرکشش بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی ایسی جگہ بتا دو فرناز.. جہاں جاکر میں مر جاؤں" جمیل نے گمبھیر سے لہجے میں کہا۔

"ارے ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں" فرناز نے جلدی سے کہا۔

"دل چاہتا ہے۔ تم تو لفٹ ہی نہیں دیتیں۔ کتنے دنوں سے تم میرے کمرے میں بھی نہیں آئیں... اور مجھے دیکھ کر نہ جانے کیوں منہ پھیر لیتی ہو... اور شاید دل ہی دل میں مجھے کوستی رہتی ہو" جمیل... طوسیہ کو سنا کر کہتا رہا۔

اور فرناز متعجبانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"آج جمیل کیسی اچھی باتیں کر رہا ہے" فرناز نے دل میں سوچا... اور ایک خوش فہمی میں مبتلا ہو گئی۔

جمیل کہتا رہا۔؟

"بے تکلف.. یہ بے جا خودداری چھوڑ دو۔

اور طوسیہ کا غصہ سے برا حال ہو گیا۔ مکار... دغاباز.... فریبی... دوہری بازی کھیلتا ہے۔ عاشق مزاج... کمینہ... وہ سوچتی ہوئی تیزی سے اپنے کمرے میں آگئی۔

اس کے جانے کے بعد جمیل نے بے رخی سے کہا "جاؤ فرناز
اب مجھے نیند آرہی ہے"
اور فرناز کچھ نہ سمجھتے ہوئے باہر نکل گئی۔
جمیل بہت دیر تک پر امید نظروں سے دروازے کی جانب
دیکھتا رہا۔ اسے توقع تھی۔ کہ ابھی وہ دیوانی سی لڑکی نظریں
جھکائے آجائے گی۔ اور اس کے شانوں پر سر رکھ رونے لگے گی
مگر طوسیہ نہیں آئی۔۔ اور جمیل نے تنگ آکر سوچا۔۔۔ شعر

وہ جو روٹھیں یوں منانا چاہیئے
زندگی سے روٹھ جانا چاہیئے

ڈرائینگ روم کا پردہ ہٹا کر طوسیہ نے اندر کا جائزہ لیا۔
اتفاق سے بزرگوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔
جمیل۔ عامر۔ فرناز۔ نبیلا بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔
"آئیے... آئیے طوسیہ صاحبہ آپ ہی کی کمی تھی۔" عامر نے
اس کو دیکھ کر ہانک لگائی۔
وہ بغیر کسی طرف دیکھے آگے بڑھی۔ جمیل نے مڑ کر اس کو
دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ طوسیہ کی نظروں میں وہی ویرانی رقصاں
تھی اس کی پریشان زلفیں آج کچھ اور پریشان ہو گئی تھیں۔
سفید فر کے کوٹ میں ہاتھ ڈالے کانوں تک کھڑا کیے۔
وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی طوسیہ ہیٹر
کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اس کے سفید چہرے پر آگ کی تپش
بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔
جمیل پھر باتوں میں مشغول ہو گیا۔ چاروں طوسیہ کے وجود سے

غافل ہو گئے۔ اور طوسیہ دھیرے دھیرے سوگوار سے موڈ میں گنگنانے لگی۔

برا حال میرا جو سن پائیے گا
خراماں خراماں چلے آئیے گا

"اوہ طوسیہ آج تو تم گا رہی ہو۔ ارے بھئی یہاں آ کر ہمیں بھی سناؤ نا" عامر نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

طوسیہ نہ جانے کیوں دھیرے دھیرے ان کی طرف بڑھی اس کو آتا دیکھ کر جمیل اپنی جگہ سے اٹھ کر کچھ دور گوشے میں رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

تم لوگ سنو۔۔ ان کا گانا۔۔۔ میرا تو دل کمزور ہے۔۔۔ کہیں ان کی پاٹ دار آواز سے دل کی دھڑکن نہ رک جائے۔

طوسیہ بڑی بوجھل سی مسکراہٹ لئے اس کی طرف بڑھی اور اس کی کرسی کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

"جمیل۔۔۔۔" اس نے خوابناک سے لہجے میں کہا "اٹھ جاؤ یہاں سے بھی۔۔۔ اگر اٹھ سکتے ہو۔۔۔ تو۔۔۔ مگر تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ میں یہاں پر ہی کھڑے ہو کر سناؤں گی۔۔۔ اگر تم جا سکتے۔۔۔ تو جاؤ"

وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئی۔

جیسے اس کو قریب پا کر ساری شرارتیں بھول جاتا ہے۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے سگریٹ پیتا رہا۔

سب کی نظریں طوسیہ ہی کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ کتنی باوقار لگ رہی تھی طوسیہ.. کسی کو کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اور پھر اس نے گانا شروع کیا۔

ہ میری الجھی ہوئی زلف کو بکھرا کے صنم
کیا یہ سچ ہے کہ بہت دور چلے جاؤ گے

وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئی۔ تو نبیلا نے زور سے کہا "ہاں.. واقعی بھیا... فرناز اور عامر کے ساتھ جا رہے ہیں" سب مسکرا دیئے۔

مگر طوسیہ بدستور دونوں ہاتھوں سے اپنی کرسی تھامے گاتی رہی۔ اس کی آواز میں بلا کا درد... جادو پنہاں تھا... کمرے کی فضا پر ایک مدہوشی سی طاری تھی.... اسے دیکھ کر ایسا ہی محسوس ہوتا تھا... جیسے سلگتے ہوئے ارمانوں کا لاوا پھٹ پڑا ہو... اور دہکتے انگاروں نے ماحول کو مسحور کر دیا ہو۔ گاتے ہوئے نہ جانے کیوں وہ پھر ایک لمحے کے لئے خاموش

ہو گئی... پلکوں پر لرزتے ہوئے آنسو اس کے احساسات کی ترجمانی کر رہے تھے۔

"بہت خوب.. "الفاظ اور آواز دونوں ہی پرسوز ہیں"

....عامر نے داد دی...

جمیل نے بمشکل اپنے آنسو ضبط کئے اور طوسیہ وہ تو کبھی کا ہاتھ میں پکڑے ہوئے رومال سے ان لرزتے ہوئے آنسوؤں کو جذب کر چکی تھی... کہ کسی دوسرے کو احساس ہی نہ ہونے دیا تھا.. چند لمحوں کے توقف سے اس نے پھر گانا شروع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی آواز بھر بھرا گئی۔ جمیل کے پاس سے ہٹ کر وہ کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی اور اندھیرے میں دیکھتے ہوئے گانے لگی.....

ڈرائینگ روم میں ایک بوجھل سی خاموشی چھائی ہوئی تھی ہر کوئی گیت کے بول اور آواز کے درد میں ڈوب چکا تھا۔ پھر طوسیہ گاتے ہوئے دھیرے سے پلٹی اب اس کی پشت کھڑکی کی جانب تھی۔ اور اس کی دیدار نظریں جمیل پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ جمیل کا سانس رکنے لگا۔ وہ گاتی رہی.....دکھی دل کا لوچ

پیار کی آمیزش لیئے ہوئے غم کی داستان... کھو کھلے ارمانوں کی چتا... وفا اور جفا کے ترانے۔
گیت ختم ہو گیا مگر سب اس گیت کے سحر میں ڈوبے رہے۔
طوسیہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔
"طوسی کہاں جا رہی ہو... آؤ ہمارے پاس بیٹھو.. نبیلا نے اس کو چونک کر آواز دی۔
دوسروں کو بور کرنے سے بہتر ہے کہ ان کی محفل سے اٹھ جاؤ... طوسیہ نے رک کر دھیرے کہا...
"بور تو کوئی نہیں ہو رہا.. اتنا پیارا گیت سن کر کون بھلا کو فت کھا سکتا ہے" فرناز نے متاثر کن الفاظ میں کہا۔
"بہت خوب"۔ طوسیہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
دوسروں کی محرومیاں آپ کو پیاری لگتی ہیں۔ مگر۔
سے۔ دوسروں کے درد کا احساس ہوتا ہے کیسے
ہنس دیا کرتے ہیں گل شبنم کو روتا دیکھ کر
"آپ اتنی اچھی شاعرہ ہیں۔ آج ہمیں معلوم ہوا ہے" عامر نے اس کی تعریف کی۔
"تمہیں نہیں معلوم یہ اور کیا کیا ہیں" جمیل نے کہا۔

"یعنی اس کے علاوہ بھی اور صفحات میں ؟" عامر نے متحیر کن نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"ان میں سارے ہی ایڈجیکٹوز لگے ہوئے ہیں" جمیل نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

طوبیٰ نے مڑ کر اسے دیکھا... ایسے ہی انداز میں جیسے کہہ رہی ہو۔

"اڑالو مذاق جمیل.. قسمت نے تمہاری ٹھوکر میں ڈالا ہے... ورنہ میں تمہیں اس کا جواب دیتی..."

چند لمحوں کے توقف سے وہ آگے بڑھی۔

"ارے بھئی طوبیٰ ہمارے پاس کچھ دیر بیٹھو نا" نبیلہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیار بھرے لہجے میں کہا۔

اچھا حضرات میں چلا۔ جمیل اٹھنے لگا۔

"ارے بیٹھو... اتنا استغنا زیادہ" عامر نے بے تکلفی کے ساتھ ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا۔

"بھئی یہ کیا بدذوقی ہے۔ باتیں کرو نا... چلو... اپنی اپنی پسند کا ایک ایک شعر سناؤ" نبیلہ نے سب پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

میری طرف سے طوبیٰ صاحبہ سے سن لیجئے جمیل نے چمکیں

پھڑپھڑاتے ہوئے کہا۔
"بھئی یہ نہیں خود سناؤ" نبیلا بولی۔
"مجھے تو انگریزی کے شعر یاد ہیں۔ جمیل نے جان چھڑائی۔
"چلو وہی سنا دو" عامر نے سن کر بھی نہیں بخشا۔
" اچھا چلو اردو کا ہی سن لو۔۔ ایک شعر اتفاق سے یاد ہے
۔۔۔ عرض کرتا ہوں۔

جب اتنی بے وفائی پر دل اس کو پیار کرتا ہے
خدا جانے اگر وہ باوفا ہوتا تو کیا ہوتا؟

"بہت خوب۔۔۔ بڑا اچھا شعر ہے۔۔۔ فرناز نے تعریف کی۔
"اچھا اب تم سناؤ نبیلا" عامر نے کہا۔
" اللہ بھئی ہمیں تو شعر یاد ہوتے ہی نہیں ٹھہرو۔ سوچتی ہوں
۔۔۔۔۔ ہوں یاد آگیا۔۔ نبیلا بولی۔

گلا کرتا نہیں کچھ بھی تری نامہربانی کا
مجھے ظالم شکایت ہے خود اپنی سخت جانی کا

"بڑا زوردار شعر سنایا" اثیل نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔
"۔۔اب جناب کی باری ہے۔۔۔" جمیل نے فرناز سے کہا۔
"شعر و شاعری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں آپ ہی سنا دیں

میری طرف سے ..." فرناز نے شانے اچکاتے ہوئے کہا
" جی ہاں بجا ارشاد فرمایا۔ کیونکہ اس میں ذوق جمال
کی ضرورت ہے۔" میں نے تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
فرناز منہ بنا کر رہ گئی۔
اب تم سناؤ کچھ طوسیہ... شعر تو بہت سنا دیئے تم نے
...اور کوئی اچھا سا فلسفہ سنا ڈالو۔
طوسیہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی... اور پھر یاس زدہ سی
مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
" یوں تو میں نے بہت سے فلسفے پڑھے ہیں مگر ایک چینی ادیب
کا فلسفہ بڑا دلچسپ تھا۔ اس نے کچھ اس طرح کہا ہے۔
" ویرانے میں ایک شگفتہ پھول کھلا... پیارا سا نکھرا نکھرا
رنگ ....خوشگوار بو لئے ہوئے... سارے دن پھول کو
انتظار رہا... کہ کوئی محبت سے توڑ کر اسے بالوں میں سجا
لیگا.... مگر کوئی نہیں آیا۔
پھر دن ڈھلے ایک گدھا آیا اور اس کو چر گیا.....
طوسیہ بات کر کے کھڑی ہو گئی۔
" ارے...." عامر زور سے ہنس پڑا جمیل نے بمشکل

اپنی ہنسی ضبط کی ہیلا تو دیر تک سوچ کر مسکراتی رہی۔ اور پھر
... وہ بے نیازی کے ساتھ جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر نکل گئی
اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی... چال
میں ایک تمکنت ایک وقار سا تھا...... وہ آہستہ آہستہ کمرے
میں داخل ہوئی... چند لمحے دروازے کے قریب گہرے گہرے
سانس لیتی رہی... اور پھر تیزی سے بستر کی جانب بڑھی اور
دوسرے لمحے وہ بستر پر گری... ہسکیاں لے رہی تھی... اسکی
آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو بہہ رہے تھے۔
کمرے کے در و دیوار غمزدہ سے تھے۔ کمرے کی فضا بھی سوگوار
سی تھی... اور اس ماحول میں وہ بھی اجہوہ غم کا شکار تھی۔
پھر بتدریج سسکیاں ختم ہوتی چلی گئیں..... اور وہ خاموش
ہوگئی۔۔ مگر کمرے کی فضا اب تک سسک رہی تھی... اور پھر
وہ اس بات پر ایک طمانیت سی محسوس کرنے لگی... کہ کوئی نہیں
کمرے کی ہر چیز تو اس کے ساتھ ہے.....
اور یہ احساس انمول تھا... ایک ایسے انسان کے لئے
جبکہ وہ زندگی کی قدروں سے مایوس ہو چکا ہو.........
اور اسی قیمتی احساس کے ساتھ وہ پرسکون ہوگئی... ایک فرحت بخش
سی شادگی اس کے دلکش چہرے پر رقص کر رہی تھی۔

طوسیہ اپنے کمرے میں دیوان پر نیم دراز تھی۔ کلپنائیں اس کو گھیرے ہوئے چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں" طوسیہ صاحبہ" اچانک عامر نے دروازے پر پڑے ہوئے پردے کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

وہ چونک پڑی... اور پھر جلدی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی

"آئیے" !

"کیا ہو رہا ہے؟" عامر نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا

"کچھ نہیں... طبیعت ذرا سست سی تھی لہٰذا لیٹ گئی تھی" طوسیہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا آپ کو معلوم ہے... ہم پرسوں جا رہے ہیں" عامر نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں کچھ سنا تو ہے" طوسیہ نے بدستور خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"عامر اس کی شیلف کے پاس کھڑے ہو کر کتابیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مومن کا دیوان اٹھائے قریب آیا۔
"کتنا عمدہ شعر اس نے کہا ہے؟"

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

"ہاں واقعی۔۔۔ بے حد عمدہ ہے۔۔۔" طوسیہ نے تائید کی
"عمدہ بھی ہے۔۔۔ اور حسب حال بھی" عامر ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
"کیا مطلب" طوسیہ نے سوالیہ انداز میں استفسار کیا؟
"مطلب یہ کہ مجھے بھی تم سے یہی کچھ کہنا تھا" عامر سنجیدگی کے ساتھ بولا۔
"اپنی باتوں پر غور کرو عامر۔۔۔ تم نبیلا کے منگیتر ہو۔۔۔ تم کو مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔۔۔" طوسیہ نے ناخوشگواری کے ساتھ کہا۔
"نبیلا سے میری منگنی اس وقت ہوئی تھی۔ جب میں نے تم کو نہیں دیکھا تھا۔ اور اب میں تم کو اس پر ترجیح دیتا ہوں۔۔۔" عامر نے ایک دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بہت خوب ..." طوسیہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ہو سکتا ہے میرے بعد تم کو کسی اور حسین لڑکی کی موجودگی کا احساس ہو جائے تو اس کو مجھ پر فوقیت دو گے۔

"نہیں .... ایسی بات تو نہیں" عامر گڑ بڑا کر بولا...

"کیسے نہیں عامر.. جب تم ایک کا دل توڑ سکتے ہو... تو کل مجھے ٹھکرانے میں کیا عار ہوگا ... پرسوں کسی تیسری لڑکی کو بھی دھوکا دینے سے نہیں چوک سکتے....."

"پرخلوص رہنا سیکھو عامر.. نبیلا تم کو کس قدر چاہتی ہے.... مگر میں نے دیکھا ہے ... تم ہمیشہ اس کا دل جلاتے ہو... تم مجھ سے ایسی ذلیل حرکت کی توقع نہیں رکھو.. کہ میں تمہاری ہمت افزائی کروں گی... اور نہ ہی مجھے تم سے امید ہے کہ آئندہ ایسی کوئی بات کرو گے" طوسیہ نے چراغپا ہوتے ہوئے کہا۔

"تم شاید اس لئے بات کو طول کر رہی ہو کہ تم کو جمیل پسند ہے" عامر نے بات کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں کسی کو بھی پسند کرتی ہوں۔ اس سے تمہیں کیا مطلب... بس اس قدر ہی تمہارے لئے کافی ہے۔ کہ تمہیں کسی بھی صورت میں میں پسند نہیں کرتی۔ میرا تم کو پرخلوص مشورہ ہے.. کہ نبیلا کے احساسات

کا احترام کرو۔ موجودہ رشتے کو کمزور کرنے کی بجائے اور مضبوط کرلو۔۔
اس رشتہ سے تمہاری زندگی ہی کا نہیں بلکہ دو خاندانوں کے حیات
کا دارومدار ہے مجھے امید ہے کہ تم میرا مطلب واضح طور پر سمجھ رہے
ہو گے " طوبیہ نے قدرے نرم ہوتے ہوئے کہا۔
" ہاں۔۔۔ تم درست کہتی ہو طوبیہ۔۔۔ میں غلطی پر تھا" عامر
نے نظریں جھکاتے ہوئے دھیرے سے کہا۔
" اچھا اب جاؤ نبیلا کے پاس۔۔۔ تمہیں ایسی باتیں مجھ سے
نہیں نبیلا سے کہنی چاہئیں۔ اسے ان باتوں کی ضرورت ہے
عامر!۔۔ اب جاؤ میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں"
طوبیہ نے ایک خوبصورت سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
عامر آہستہ سے ہاتھ ہلاتا ہوا نکل گیا۔
اس کے جانے کے بعد وہ رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھی رائٹنگ پیڈ
کھول کر اس نے لکھنے کو قلم اٹھایا ہی تھا۔ کہ اچانک جمیل تیزی کے
ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔
" یہ آخر تم ہمارا گھر برباد کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہو۔ میری زندگی
تباہ کرکے اب تم بے چاری نبیلا کی راہوں میں رکاوٹ بن رہی ہو
۔۔۔ اس نے کیا بگاڑا ہے تمہارا۔۔۔ جو کچھ بدلہ لینا ہے۔۔۔ تم کو مجھ سے لو

تم اس قدر بیچ نکلوگی۔۔۔ یہ مجھے معلوم نہ تھا" وہ اس کے قریب پہنچتا ہوا بولا۔۔۔

"کیا ہوا۔۔" طوسیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"عامر یہاں کیا کر رہا تھا" جمیل پھٹ پڑا۔

"اوہ" طوسیہ تلخی سے ہنس پڑی۔

"بے شرم۔۔۔ شرمندہ ہونے کی بجائے ہنس رہی ہو۔ ڈوب مرو۔۔ اگر غیرت ہو تو۔۔ کیا خاندان کے لڑکے نایاب ہو گئے ہیں۔ جو تم نبیلا کا حق مارنے پر تلی بیٹھی ہو۔ میں اپنے کمرے سے دیکھ رہا تھا عامر تقریباً بیس منٹ تک یہاں پر رہا ہے۔۔۔ بولو۔۔۔ ان باتوں سے آخر تمہارا مقصد کیا ہے" جمیل نے جھنجلاتے ہوئے کہا

"مقصد۔۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔۔۔ صرف چند منٹ مزید انتظار کر لو جمیل۔۔" طوسیہ نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مجھے دھوکا مت دو۔۔۔ اگر واقعی تم عامر کو پسند کرتی ہو۔ تو مجھے بتا دو۔۔ میں بڑوں سے بات کروں۔۔۔ اس طرح چھپ چھپ کر ملنا زیب نہیں دیتا۔۔ بلکہ اگر کہو۔۔ تو عامر کے ساتھ تم کو بھیجدیا جائے۔ جمیل نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اپنی زبان بند نہیں کر سکتے" طوسیہ پوری قوت سے

چیخ پڑی۔ ۔ ۔ اور پھر میز پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔ ۔ ۔
جمیل کمرے سے نکل گیا۔
طوسیہ دیر تک اس الزام پر روتی رہی۔
"ڈیر طوسی ۔ ۔ ۔ تم کتنی اچھی ۔ ۔ ۔ "نبیلا بھاگی بھاگی اس کے پاس آئی۔
طوسیہ کی سسکیاں تیز ہو گئیں۔
"ارے تم رو رہی ہو ۔ ۔ ۔ میں تو تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی تھی عامر نے مجھے سب کچھ بتا دیا ۔ ۔ تم بہت بلند ہو طوسیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر تم رو کیوں رہی ہو طوسیہ مجھے بتاؤ نا" وہ اس کا سر اٹھاتے ہوئے بولی۔
کچھ نہیں یونہی اپنی بدقسمتی پر رو رہی تھی" طوسیہ آنسو صاف کر کے بولی۔
"پگلی" نبیلا نے اس کو گلے لگاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے بہلانے کی کوشش کرتی رہی مگر طوسیہ کھوئی کھوئی سی رہی۔
نبیلا کے جانے کے بعد اس نے سیاہ شال شانوں پر ڈالی پرس اٹھایا اور چپکے سے باہر نکلی۔ گیٹ سے نکل کر وہ چلتی رہی۔
شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے۔ وہ قبروں کے درمیان

کھوئے کھوئے سے انداز میں چل رہی تھی ۔۔۔ اور ماں کی قبر
کے پاس پہنچکر بے قرار سی ہو گئی ۔
"ماں تم نے مجھے دوسروں کے طعنے سننے کیلئے کیوں چھوڑ دیا
۔۔۔ دیکھو نا ۔۔۔ میں نیکیاں بھی کرتی ہوں تو گالیاں ملتی ہیں ۔۔۔
ماں تم ہی بتاؤ میں کیا کروں ۔۔۔ اچھی ماں مجھے گلے لگا لو ۔۔۔"
وہ دیوانوں کی مانند قبر سے باتیں کرتی رہی ۔۔ اور پھر جب رات کی
تاریکی گہری ہونے لگی ۔ تو وہ گھبرائی ۔۔۔
اس کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا ۔ کہ واپس اسی گھر لوٹ جائے
لیکن جمیل کے گھر کے سوا اب وہ کہاں جا سکتی تھی ۔
جونہی وہ برآمدے میں داخل ہوئی ۔ جمیل سے ٹکرا گئی ۔ جمیل
ستون کا سہارا لیئے کھڑا تھا ۔
"کس سے ملنے گئیں تھیں" اس نے طوسیہ کے شانوں پہ
ہاتھ رکھدیا ۔ وہ کچھ شرمندہ سا تھا ۔
"تم کو کیوں بتاؤں؟ طوسیہ کے منہ سے نکلا اور دوسرے
لمحے وہ آگے بڑھ گئی ۔
"ممی ڈرائینگ روم میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں" جمیل نے
اس کو جانے دیکھکر زور سے کہا ۔ میں بھی ابھی تمام اپنا لوں

اور تھالوں میں آپ کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔

مگر طوسیہ چند ثانیے ٹھٹک کر بے نیازی کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی۔ ڈرائنگ روم میں بیگم شہاب۔ شاہدہ بیگم اور فرناز بیٹھی تھیں۔ نبیلا ایک طرف بیٹھی رو رہی تھی۔ عامر فون پر پولیس اسٹیشن سے بات چیت کر رہا تھا۔

اور شہاب صاحب اسکی تلاش میں گئے ہوئے تھے

طوسیہ کو سب نے پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھا۔ ایسے ہی انداز میں جیسے ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔ نبیلا یکلخت اس سے دوڑ کر لپٹ گئی وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔

"کہاں گئی تھیں طوسیہ" بیگم شہاب کے چہرے پر رونق آ گئی۔

"ممی کے پاس" طوسیہ نے معصومیت سے کہا۔

"اس وقت جانے کا کیا تک تھا۔۔۔ اور اگر جانا ہی تھا تو بتا کر جاتیں" شاہدہ بیگم بولیں۔

پھر دیر تک طوسیہ کی گمشدگی۔ بلکہ غیر موجودگی جو اس کی گمشدگی کا باعث سمجھی گئی تھی۔۔۔ اس پر آئے ہوئے سب خطرات کو دوہرایا جاتا رہا طوسیہ خاموشی سی سنتی رہی۔

"شاید تم کو نیند آ رہی ہے۔ جاؤ جا کر آرام کرو اب" بیگم شہاب

نے اس کی جھکی جھکی نظریں دیکھ کر کہا۔
طوسیہ خاموشی کے ساتھ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔
چند لمحے وہ کچھ سوچتی رہی۔ اور پھر اپنے رائٹنگ ٹیبل کی جانب
بڑھ گئی۔ صبح کا کھلا ہوا صفحہ اب تک اسی حالت میں پڑا ہوا تھا
طوسیہ نے ایک ہاتھ سر پر ٹیک کر دوسرے ہاتھ سے لکھنا شروع
کیا۔۔۔"

جمیل!
تمہارے الفاظ اب تک میرے کانوں میں گونج رہے
ہیں۔ میں اس قدر عظیم برتاؤ کے لئے تمہارا شکریہ ادا
کرتی ہوں۔ شاید تم یہ جان کر شرمندہ ہو۔۔۔ کہ اس وقت
میں عامر کو نبیلا کے قریب لانے کی کوشش کر رہی تھی
مجھے نبیلا تم سے زیادہ عزیز ہے۔

جمیل!
میں غریب ضرور ہوں۔ مگر ذلیل نہیں۔ تم نے میرا
بہت مذاق اڑایا ہے۔ میں اس وقت سے مسلسل
رو رہی ہوں۔۔ جب پہلی مرتبہ تمہاری کار سے
ٹکرائی تھی۔ سوچتی ہوں نہ جانے کیوں خود ٹکر ہو گئی تھی۔

مجھے تمھارے گھر نہیں رہنا چاہیئے... اس بات
کا مجھے شدت سے احساس ہے... اور شاید
اسی لئے تو میں تمھارے ظلم برداشت کررہی ہوں
تم نے بھی کیسا کھیل میرے ساتھ کھیلا۔
پہلے میری خوابیدہ امیدوں کو جگایا اور پھر...!
پھر مجھے نظروں سے گرایا۔ اس سے شاید تمھارا
مقصد بے سہاروں کا مذاق اڑانا تھا۔ بہرحال میں
تمھاری ممنون ہوں۔

اچھا جمیل خدا حافظ
فقط ؟
طوسیہ

جمیل کا دل کلینک جانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ نہ معلوم کیوں ایک گھبراہٹ سی اس کو محسوس ہو رہی تھی۔ طوسیہ سے نظریں ملاتے ہوئے بھی وہ کترا رہا تھا۔

اسے شاید اپنی زیادتیوں کا احساس تھا۔ رات عامر نے اس کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ تب سے وہ خود کو بری طرح کوس رہا تھا۔

"کیا طوسیہ مجھے معاف کر دے گی"، اس نے کلینک جاتے ہوئے سوچا۔

"تم بھی کسقدر سنگدل ہو جمیل۔ دل نے شکوہ کیا۔ طوسیہ کو سہارا دینے کی بجائے تم نے اسے انجانی راہوں پر بھٹکنے کے لئے تنہا... چھوڑ دیا۔"

"کیا خطا تھی اس کی؟"

کیا گناہ تھا اس کا...؟

اسے گلے لگا لو جمیل... طوسیہ بے حد معصوم ہے اسکو

خلوص کی ضرورت ہے۔ وہ محبت کی متلاشی ہے۔
جاؤ اس کا سہارا بنو۔ جاؤ اس کو محبت دو.... اس سے اپنی زیادتیوں کی معافی مانگ لو... تم نے اسے بہت ستایا ہے.... بے حد پریشان کیا ہے
"اچھا" جمیل گاڑی کلینک کے باہر کھڑی کرتے ہوئے بڑبڑایا"
کلینک سے جاتے ہی میں اس سے کہہ دوں گا۔ کہ طوسیہ آپس کی رنجشوں کو بھول جائیں۔ اور نئے سنہرے سے رشتے استوار کریں۔
"میں اس سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ میں تم سے ناراض رہ کر بھی ناراض نہیں رہتا تھا۔
اور میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا طوسیہ.... آؤ.... دکھوں کا لبادہ اتار پھینکو.... ہنسو قہقہے لگاؤ... اپنی تمام الجھنوں اور غموں کو میرے دامن میں ڈال دو"
وہ ایسی ہی باتیں سوچتا ہوا مریضوں کو نپٹاتا رہا۔ مگر ایک عجیب سے اضطراب کا عالم اس کو مسلسل بے چین کرتا رہا۔ اس کو ایسا ہی محسوس ہوا... جیسے اس کی روح سخت اذیت میں مبتلا ہے، مریضوں سے فارغ ہونے کے بعد ان خیالات سے تو بہ

ہٹانے کے لئے ایک میگزین کو دیکھنے لگا... مگر ذہن طوبیہ کا ہی طواف کرتا رہا۔ طوبیہ نے اس رات کتنی اداس نظروں سے اس کی جانب دیکھ کر گایا تھا۔

سے کیا میرے جرم و خطا مجھ کو نہ بتلاؤ گے
کیا یہ سچ ہے کہ بہت دور چلے جاؤ گے

جمیل کو یوں لگا جیسے پر شکوہ لگا ہوں سے اب بھی اسکی طرف دیکھ کر یہی کہہ رہی ہو۔"

"نہیں طوسی ..." جمیل نے دھیرے کہا۔

"میں اب تم کو تنگ نہیں کروں گا... تم اپنے کمرے میں سوگوار سی کھڑی ہوگی ... اور پھر میں ... وہ آنے والے واقعات کو ذہن میں ترتیب دینے لگا۔ پھر تصور میں اس نے دیکھا۔

وہ چپکے سے طوبیہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

"طوسی ڈیر ...." اس نے پیار سے پکارا۔

"ہوں" طوبیہ نے مڑے بغیر ہنکارا بھرا۔

"اگر آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہوں، ہونٹوں پہ معذرت ہو۔ اور سر سجدے .... تو خدا کو بھی پیار آ جاتا ہے۔ وہ عمر بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔"

"کیا تم صرف ایک گناہ معاف نہیں کرو گی۔ جمیل اسکے قدموں میں جھک گیا۔

طوسی لپٹی۔

جمیل کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا

"پگلے ..." طوسیہ نے مسکرا کر اسکے شانوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"مجھے معلوم ہے میرا دل جلا کر تم بھی خوش نہیں رہتے۔ معافی تو مجھے مانگنی چاہیئے کہ میں تمھاری زندگی میں حادثات لیکر آئی۔ میں نے تمھاری کامیاب پر مسرت حیات میں اشکوں کے دیپ جلا دیئے۔" طوسیہ نے جمیل کا سر جو جھکا ہوا تھا۔ اٹھایا اور اس کے آنسو اپنے اپنے آنچل میں جذب کر لئے۔

اور پھر دونوں مسکرا دیئے۔

"طوسی" جمیل نے دھیرے سے کہا۔

"مدتوں کے بعد ایک ساتھ مسکرائے ہیں۔ کسی کو معلوم تھا کہ سوکھے ہوئے گل بھی مسکرا سکتے ہیں۔ اس نئی زندگی کے لئے میں ممنون ہوں" اس نے طوسیہ کے بالوں پر اپنے کانپتے ہوئے ہونٹ رکھ دیئے۔

مرجھائے ہوئے پھول بھی کھل اٹھتے ہیں جمیل... مگر ترتر

یہ ہے کہ کوئی ان کو گلے لگائے۔" طوسیہ نے کھوئے کھوئے سے محبت بھرے لہجے میں کہا۔
پھر وہ دیر تک پیاری پیاری باتیں کرتے رہے۔۔
جمیل کہہ رہا تھا
" طوسیہ میں تم کو لیکر بہت دور چلا جاؤں گا۔ برف پوش پہاڑوں کے قدموں میں ہمارا چھوٹا سا گھر ہوگا۔ تم کو برف کے سپید سپید گالے بے حد پسند ہیں نا۔۔۔ بس تم ان سے کھیلا کرنا۔۔۔۔!
" میں تمھارے لئے بہت سے دیوان جمع کر دوں گا تم مجھے ۔۔ پڑھکر سنایا کرنا۔ دلکش دادیوں کی کہانیاں حسین مناظر کے قصے بس ایسی ہی جگہ ہم بھی رہیں گے اور شام کو برف کے نرم نرم گالوں کو پیر سے دباتے ہوئے دور نکل جایا کریں گے !
" وہاں قدرت ہم سے قریب تر ہوگی۔ میں برف پوش پہاڑوں کے سامنے کھڑا ہو کر دلیم ورڈز ورتھ کی نظمیں گایا کروں گا۔ اسے بھی تو قدرت کے حسین مناظر سے عشق تھا۔
" بولو طوسی۔۔۔ تم میرے ساتھ چلوگی نا۔" اس نے طوسیہ کے بازو کو ہولے

سے دباتے ہوئے کہا۔
" ہاں جمیل مجھے ٹھنڈا ٹھنڈا موسم بے حد پسند ہے کبھی تو میرا دل چاہتا ہے اس قدر سردی پڑے..... اس قدر کہ میرا دماغ منجمد ہو کر رہ جائے۔"
میرا دل چاہتا ہے کسی ایسے برفانی علاقے میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی ہو جاؤں اور پھر برف باری ہونے لگے۔ یہاں تک کہ میں برف میں ڈھنپ جاؤں۔
اور پھر دیکھنے والوں کو ایسا لگے جیسے پہاڑ کی مغرور اور خود سر چوٹی کچھ اوپر ہو گئی ہو" طوسیہ نے خوابیدہ سے لہجہ میں کہا۔
" تمہارے یہ فلسفے" جمیل مسکرا دیا۔ اپنی تو محدود عقل میں نہیں آتے۔
" چھوڑو... جمیل سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرو تم تو اپنی باتیں کرو پھر کیا کرو گے؟ طوسیہ نے بدستور خوابیدہ سے لہجے میں کہا۔
" پھر" جمیل نے بچوں کی طرح غربت کے تصوراتی گھروندے بنائے۔ پھر ہم دنیا کی سیر کو جائیں گے۔
مصر کی تاریخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اہ

کے غاروں میں اتر کر دیویوں کو تلاش کریں گے ۔ وینس کے مجسمے کو تعظیم دیں گے ۔ روم کو سلام کریں گے ۔

"اور کیا۔۔ ڈاکٹری۔۔۔۔ واکٹری۔۔۔ چھوڑ دو گے؟" طوسیہ کھل کھلا کر ہنس پڑی ۔

"ہاں طوسیہ روح صرف کتابوں کے علم سے ہی تسکین نہیں پاتی ۔ کھنڈروں اور تواریخی غاروں بھی علم کے خزانے دفن ہیں ۔ اگر کوئی عمیق نظر سے دیکھے تو۔۔۔؟" جمیل نے گہری سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"پھر کیا کرو گے۔" طوسیہ نے مسکرا کر پوچھا ۔

"پھر تمہاری پوجا۔"

"ہت۔۔۔ تم علمی دور میں بھی بت پرستی کی باتیں کر رہے ہو۔ بخدمت جناب جمیل صاحب یہ ایڈیشن سوچتے رہے کیا سمجھے" طوسیہ نے پیار بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"پوجا تو رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی طوسیہ" "دل دنیا کی سب سے بڑی عبادتگاہ ہے ۔ اور پیار سب سے بڑی عبادت ہے۔"

"اور اس پیار ہی کو پوجا کہا جاتا ہے۔" جمیل نے اس کے بالو

سے کھیلتے ہوئے کہا۔
"کیا کہنے آپ کی شاعری کے کس کی شاگردی کی ہوئی ہے
جناب نے" طوسیہ نے چھیڑا۔
"جنابہ کی" جمیل نے برجستہ کہا۔
"لیکن میں تو شاعری کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوں" طوسیہ مسکرائی
"تم تو سراپائے غزل ہو طوسی مجھے تو میرے کلام کا سارا سوز
تمھاری ویران آنکھوں میں نظر آتا ہے۔" جمیل نے گمبھیر سے لہجے
میں کہا۔
"آج تمھیں ہو کیا گیا ہے... واقعی ہی تم جمیل ہو؟ مجھے تو
شک ہو رہا ہے" طوسیہ چند قدم پیچھے ہٹ کر اسکو دیکھنے لگی۔
"ہاں طوسی..." جمیل اس کے ماتھے پر بکھری ہوئی زلفوں کو
ہٹا کر بولا "میں جمیل ہی ہوں اور اب میں نے اپنے سابقہ رویئے
کا اعادہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے
"اب میں تمھیں کبھی تنگ.... نہیں کروں گا۔ ہم یونہی زندگی
کے آخری سانس تک ایک دوسرے سے قریب رہیں گے۔
"میں تمھارے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کلیاں سجا دوں گا۔
لرزتے ہوئے آنسوؤں کو چن کر ان پر اپنے پیار کا تاج محل بنا دونگا

منزل سے بھی آگے۔ جہاں جا کر تم اپنے پچھلے تمام دکھ اور
محرومیوں کو بھول جاؤ گی: بولو طوسی چلو گی نا۔" بجیل نے حد
درجہ محبت بھرے لہجہ میں اسکی جانب دیکھتے ہوئے کہا
"ہوں"، طوسیہ نے اپنا سر اس کے شانوں سے ٹکا دیا۔
اور بجیل کی پلکیں بوجھل ہو گئیں مستقبل کے سنہرے خواب پلکے

ذہن کو جگمگانے لگے۔ مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد گھبرا کر آنکھیں کھولدیں
نہ طوسیہ ہی تھی۔ اور نہ اس کا کمرہ وہ کلینک میں بیٹھا بیٹھا
اونگ گیا تھا۔ بجیل نے اپنے شانوں کی طرف بوکھلا کر دیکھا۔
تو بھی اس کو طوسیہ کا سر نظر نہیں آیا۔
البتہ اس کے گلے میں اسٹیتھسکوپ لٹک رہا تھا۔
ایک کلپنا۔۔ جو پلک جھپکتے ہی غائب ہو گئی۔۔۔۔۔
ایک تصور جو کبھی کا حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔ ایک خیال
جو چند ہی لمحوں میں مسرت سے ہم کنار کر کے زائل ہو چکا تھا۔
بجیل دھیرے سے مسکرا دیا۔
اور پھر انتظار کرنے والے مریضوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔
طبیعت کا اضطراب اب تک باقی تھا۔ ذہن کے نہ جانے کونسے
تاریک گوشے سے اداسی نکل کر اس پر چھائے جا رہی تھی۔ اور

سر بھاری ہونے لگا تھا۔

وہ جلد از جلد گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ آج وہ فیصلہ کر چکا تھا
.. جس طرح بھی ہو وہ طوسیہ کو منائے گا... اس سے معافی مانگے گا
اس سے زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کرے گا... اور جب وہ مان جاگی
تو؟ وہی ہوگا... جو اب سے کچھ دیر پیشتر وہ سوچ رہا تھا۔

صبح کے ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد جب سب اٹھنے لگے
تو طوسبیہ نے بیگم شہاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
" خالہ جان مجھے آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔ کونسا
وقت بہتر رہے گا۔
" ارے ہاں میں بھی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہی تھی۔ اچھا
تم نے یاد دلا دیا۔ دوپہر میرے کمرے میں آجانا" بیگم شہاب
خفیف سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتی ہوئی شفقت بھرے لہجے
میں بولیں۔
" بہتر ہے میں حاضر ہو جاؤں گی" طوسبیہ دھیرے سے سر کو جنبش
دیتے ہوئے بولی اور کھڑی ہو گئی۔
طوسبیہ ڈائننگ روم سے نکل کر جمیل کے کمرے میں آئی۔
جمیل کلینک گیا ہوا تھا۔ طوسبیہ نے خط اس کے تکیئے کے نیچے
رکھدیا۔ اور ایک گہری نظر کمرے میں ڈالتی ہوئی۔ آہستہ آہستہ قدم

باہر آگئی

"ہیلو طوسیہ۔ کہاں تھیں بھئی میں ابھی تمہارے کمرے میں دیکھکر آرہا ہوں" سامنے سے آتا ہوا عامر طوسیہ کو دیکھکر بولا۔

"کیوں خیریت تو ہے نا" طوسیہ پھیکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولی۔

خیریت سے یوں ہی آگیا تھا۔ کل ہم لوگ جارہے ہیں سوچا معلوم نہیں پھر کب ملاقات ہو" عامر نے جواب دیا۔

"نبیلا کو کب تک بلانے کا ارادہ ہے" طوسیہ نے عامر کے چہرے پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور آگے بڑھنے لگی۔

"جلد ہی بلا رہا ہوں" عامر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

عامر طوسیہ سے باتیں کرتے ہوئے اسکے کمرے تک پہنچ گیا۔

"اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو آؤ" طوسیہ دروازے کا پردہ اٹھا کر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"خیال تو یہی تھا۔ آپ کے ساتھ کچھ وقت گزار کر مستفیض ہوتا میرا مطلب ہے کچھ حاصل کرتا" عامر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"خوب۔ گویا میں بھی کوئی پیر فقیر ہوں کہ تمھیں کچھ دونگی"

طوسیہ عامر کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"تم نے مجھے بہت کچھ دیا ہے طوسیہ۔ میں کسی گم کردہ راہ کی مانند بھٹکنے لگا تھا۔ تم نے مجھے راستہ پر ڈالا ہے۔ میں زندگی بھر تمہارا ممنون رہوں گا۔" عامر گردن جھکاتے ہوئے بولا۔

"گزری ہوئی باتوں کو بھول جاؤ عامر۔ طوسیہ ٹالتے ہوئے بولی

تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ طوسیہ کے چہرے پر غور و فکر کی لکیریں نمایاں تھیں۔ عامر اس کے اداس چہرے کو غور سے دیکھنے لگا اور طوسیہ یوں بیٹھی تھی گویا کمرے میں اس کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔

"آج کل آپ کچھ فکرمند نظر آ رہی ہیں۔" کچھ دیر کے بعد آخر عامر ہی نے گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔

"جی...." طوسیہ بے ساختہ چونک پڑی اس نے ایک لمحہ عامر کی جانب دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔

"اگر مناسب سمجھیں تو مجھے بتائیں۔ میں ہر ممکن مدد کا یقین دلاتا ہوں۔" عامر آہستہ سے پرخلوص لہجے میں بولا۔

"میری فکر نہ کرو۔ میں بدنصیبوں کے درمیان پیدا ہوئی اور اسکے ساتھ ہی دفن ہو جاؤں گی۔" طوسیہ ایک سرد سانس بھرتے ہوئے بولی

آپ کے متعلق میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ آپ کا نام طوبیٰ ہے۔" عامر سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اس سے زیادہ تو میں خود بھی نہیں جانتی... سوائے اس کے کہ میں اس بھری دنیا میں اکیلی ہوں۔ ایک گھر تھا جو برباد ہو گیا۔ زندگی نہ جانے کیوں برقرار ہے ابتک.." طوبیٰ نے ایک طویل سرد سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا کوئی بھی نہیں ہے آپ کا۔" عامر نے حیرت سے پوچھا۔

"ہیں تو بہت... سینکڑوں غم.. لاتعداد الجھنیں اور بے شمار تفکرات میرے قریبی رشتہ دار ہیں۔" طوبیٰ کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ نمایاں ہو گئی۔

"جمیل سمجھتا تھا۔ آپ ہمیشہ یہیں رہیں گی۔" عامر نے پوچھا۔

"نہیں.. عامر میں بہت جلد یہاں سے چلی جاؤنگی۔" طوبیٰ کے ہونٹوں کی تلخ مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"کیوں۔ کیا یہاں آپ کا دل نہیں لگتا؟"

"دل تو ویرانوں میں بھی لگ جایا کرتا ہے۔"

"تو پھر آخر یہاں آپ کو کیا تکلیف ہے؟" عامر نے پوچھا۔

"میں دیکھ رہی ہوں۔ میرے یہاں رہنے سے جمیل کی صحت پر بُرا

اتر رہا ہے۔" طوسیہ عجیب لہجے میں بولی۔
"عجیب بات ہے۔ پھر جمیل تو ہمارے ساتھ جا رہے ہیں۔"
"مجھے معلوم ہے۔ وہ میری ہی وجہ سے جا رہے ہیں۔"
"یہ تمھاری نادانی ہے طوسیہ۔۔ جمیل تم کو بے حد پسند کرتا ہے میری اس سے جب بھی گفتگو ہوتی ہے۔ وہ تمھارا ہی تذکرہ کرتا رہتا ہے۔
"ذکر تو دشمنوں کا بھی کیا جاتا ہے لیکن اس سے یہ اظہار تو نہیں ہوتا کہ وہ پسند کے قابل ہے۔
عامر طوسیہ کے اس جواب پر خاموش ہو کر رہ گیا۔ طوسیہ بھی اپنے خیالات میں گم ہو گئی۔ ماحول پر ایکبار پھر گہرا سکوت طاری ہونے لگا کہ اچانک نبیلا کمرے میں داخل ہوئی
"ارے تم لوگ یہاں بیٹھے ہو۔ میں آوازیں دے دیکر تھک گئی۔ چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ شاپنگ کے لئے جانا ہے۔"
"کیا دلاؤ گی ہمیں" عامر مسکراتے ہوئے نبیلا کی جانب دیکھ کر بولا
"جو پسند کرو۔" نبیلا نے اسے حجاب آلود نظروں سے دیکھا۔ اور پھر وہ طوسیہ کے قریب آتے ہوئے بولی، "ڈیر تم بھی جلدی کرو۔ تم لوگ ہو آؤ کہ بھئی۔ میرا دل نہیں چاہ رہا۔ فرناز کو ساتھ

لے جاؤ۔ وہ گھر میں اکیلی بور ہو گی۔"

"اچھا جیسی تمھاری مرضی۔" اکرم فقاہت ہو گئے۔ جمیلا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد طوسیہ نے صوفہ کی پشت سے سر ٹکا دیا اور کھوئے کھوئے سے انداز میں چھت کو گھورنے لگی۔ اس کے چہرے پر بے چینی اور اضطراب کی کیفیت نمایاں تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اسی وقت گھر چھوڑ کر چلی جائے

"مگر کہاں ؟" "کہاں جاؤ گی طوسیہ" "یہ دروازہ تو تم پر بند ہو چکا ہے۔ وہ بوسیدہ سا گھر جس کے دروازے پر اب تک قفل لٹک رہا ہو گا۔ تمھارا انتظار کر رہا ہو گا۔ جاؤ طوسیہ وہیں جاؤ کہ وہی تمھاری پناہ گاہ ہے۔ وہیں تمھیں سکون مل سکیگا۔"

وہ وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بڑبڑائی۔

یہ اونچے شبستان تمھیں راس نہیں آئیں گے۔ یہ ہمیشہ اسی طرح تمھاری مجبوریوں کا مذاق اڑاتے رہیں گے۔ یہ بنگلہ تمھارے زخموں کا مرہم نہیں۔ اس کے در و دیوار تمھارے دکھوں پر قہقہے لگاتے رہیں گے۔۔ جاؤ۔۔۔ وہیں لوٹ جاؤ۔۔۔ کہ وہ کمزور شکستہ سی دیواریں۔ تمھارے غموں کو اپنانے کے لئے

مضطرب ہیں۔ تم وہاں کی تنہائیوں کو اپنا غمگسار بنا سکتی ہو یہاں تم گھٹ گھٹ کر مر جاؤگی۔ کیوں دوسروں پر بوجھ بنکر رہ گئی ہو۔

وہ کراہ کر رہ گئی۔ چند لمحے سر کو ہاتھوں سے تھامے کچھ سوچتی رہی۔ پھر جیسے وہ کسی فیصلہ پر پہنچ گئی۔ اس نے میز پر سے رائٹنگ پیڈ اٹھایا اور لکھنے لگی۔

"خالہ جان"

آداب عرض۔ میں نے سوچا تھا۔ آپ سے گفتگو کروں گی لیکن خود میں اتنی ہمت نہیں پا رہی کہ آپ کے سامنے بیٹھکر کچھ کہہ سکوں۔ اسی لئے قلم کا سہارا لے رہی ہوں۔

آپ نے کہا تھا کہ جب تک میرا دل چاہے میں یہاں رہوں اور جب چاہوں جا سکتی ہوں۔

خالہ جان۔ اب میرا دل جانے کو چاہتا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کے گھریلو حالات میری وجہ سے بگڑیں میں یہاں سے چلی جانا چاہتی ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا منحوس سایہ آپ کے گھر کی تباہی کا باعث نہ بن جائے۔

جاتے جاتے اتنا عرض کروں گی فرناز کا رشتہ جمیل کے لئے

قبول کرلیں۔ یہ رشتہ یقیناً دونوں خاندانوں کے لئے خوشگوار ثابت ہوگا۔

آپ کو یاد ہوگا جمیل نے ایک مرتبہ مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ میرا گھر۔۔ میری ماں۔۔ میری خوشیاں۔ سب جمیل کی ٹھوکر سے مٹ گئیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ گذرے ہوئے حادثہ کو بھلا دوں لیکن اپنی اس حساس طبیعت کا کیا کروں دل کے ہر گوشے سے کوئی پکارتا ہے کہ جمیل ہی میرے گھر کی بربادی کا باعث بنا ہے۔

اور ہاں خالہ جان نبیلا اور عامر کو جلد از جلد شادی کی ڈوری میں باندھ دیجیئے گا۔ اور جمیل سے اتنا ضرور کہہ دیں کہ اب اس کو گھر سے کہیں اور جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ میں اس کی راہ سے خود ہی ہٹ رہی ہوں۔

میں کہاں جا رہی ہوں۔ کچھ نہیں جانتی۔ میرے لئے دعا کیجیئے۔ آپ کے اچھے سلوک میں کبھی فراموش نہیں کرسکوں گی خالو جان سے میرا پُرعقیدت سلام کہہ دیجیئے گا۔

آپ کی بدنصیب طوسیہ

طوسیہ نے یہ لکھا ہوا خط پیڈ سے علیحدہ کر کے ایک طرف رکھا۔ اور پلکوں پر آئے ہوئے اشکوں کو آنچل میں جذب کر

ہوئے دوبارہ لکھنے بیٹھ گئی۔

نبیلا ڈیر!

جب تم شاپنگ کر کے لوٹوگی۔ تم مجھے نہ پاکر آوازیں دوگی لیکن اس وقت میں تم سے بہت دور جا چکی ہونگی مجھے بھول جانا نبیلا۔ اور فرناز کو اپنی بھابی بنا کر لے آنا۔

اس سے پہلے کہ تم واپس آکر مجھے روک لو۔ میں جا رہی ہوں کہا سنا معاف کر دینا۔ خدا حافظ!

تمھاری اپنی طوسیہ

خط لکھنے کے بعد طوسیہ نے ایک طویل سانس لی۔ الوداعی نظر کمرے میں ڈالتی ہوئی تیزی سے باہر نکل آئی۔ جمیل کے کمرے کے سامنے ایک لمحہ کے لئے ٹھٹکی اور پھر آگے بڑھ گئی۔

بیگم شہاب کچن میں باورچی کو دوپہر کے کھانے کے متعلق ہدایات دے رہی تھیں۔ نبیلا وغیرہ تو بازار جا ہی چکی تھیں۔ طوسیہ نے موقع غنیمت جانا اور تیزی سے گیٹ کے باہر نکل آئی۔

سڑک پر آکر طوسیہ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور ایک خالی گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔ ٹیکسی کے رکتے ہی وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھی اور دروازہ کھولا۔

اپنے پرانے گھر کا پتہ بتاتے ہوئے پچھلی نشست پر ڈھیر ہو گئی.
ٹیکسی ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی اور طوسیہ
ماضی کے تلخ خیالوں میں گم ہو گئی۔

جمیل نے گلے میں لٹکے ہوئے اسٹیتھسکوپ کو میز پر رکھدیا
اور ایک طویل انگڑائی لیکر ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ کلینک کا وقت
ختم ہو چکا تھا۔ اب وہ گھر جانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔
اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے برا سا منہ بنا کر
فون کی جانب دیکھا اور ریسیور اٹھا لیا۔
"ہیلو" ریسیور کان سے لگاتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا
"طوسیہ آپ کی طرف آئی ہے کیا؟ دوسری طرف سے نبیلا گھبرائی
ہوئی بولی۔
"نہیں تو... کیوں کیا ہوا؟" جمیل بوکھلائے ہوئے لہجہ میں بولا
"وہ گھر پر نہیں ہے بھیا۔ کچھ خطوط چھوڑ کر نجانے کہاں چلی گئی،"

دوسری جانب سے نیلا کی آواز ابھری۔
"کیا؟" جمیل کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔
ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ چند لمحے وہ سکتے کے
عالم میں کھڑا رہا۔ اور پھر یکبارگی چونک پڑا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے
اچانک کوئی بات یاد آگئی ہو۔ وہ تیزی سے کلینک کے باہر آیا۔
گاڑی اسٹارٹ کی اور گھر کی جانب چل پڑا۔
مگر گھر جانے سے فائدہ۔ اچانک اس کے ذہن نے سوال کیا۔
"کہاں جا سکتی وہ" جمیل دل ہی دل میں بڑبڑایا۔
کار تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ جمیل پریشانی کے عالم میں کسی بت
کی مانند اسٹیرنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پیشانی پر بکھری ہوئی سلوٹیں اس کے
گہرے سوچ میں ڈوبے ہوئے ہونے کی غمازی کر رہی تھیں چہرے
پر چھائی ہوئی اداسی نے اس کا رنگ پھیکا کر دیا تھا۔ کھوئی کھوئی
سی آنکھیں اس کی بدحواسی کا پتہ دے رہی تھیں۔
اچانک اس کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک عود کر آئی
اسے طوسیہ کے پرانے گھر کا خیال آگیا تھا۔ اس نے جلدی
سے کار کا رُخ طوسیہ کے پرانے گھر کی طرف موڑ دیا۔
کچھ دیر کے بعد اس کی کار طوسیہ کی گلی میں داخل ہو رہی تھی

تھوڑی دور جاکر جمیل نے گاڑی روک دی۔ انجن بند کیا اور نیچے اتر کر
چاروں طرف ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ دوپہر کا وقت تھا گلی میں
دو چار بچے نل کے قریب کھیل رہے تھے۔
جمیل کی نظریں مختلف مکانات پر سے ہوتی ہوئی طوسیہ کے
گھر پر رک گئیں۔ دروازے پر قفل نہیں لگا ہوا تھا۔ وہ تیز تیز
چلتا ہوا مکان کے دروازے پر آیا۔ چند لمحوں تک دروازے
پر ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر دستک دی
"کون ہے؟" اندر سے ایک نسوانی آواز ابھری۔
جمیل چونک پڑا۔ آواز طوسیہ کی ہرگز نہیں تھی۔ اس نے متعجبانہ
نظروں سے مکان کا جائزہ لیا اور پھر حلق سے تھوک نگلتا ہوا بولا۔
"کیا یہ مکان طوسیہ بیگم کا نہیں ہے"
"کون طوسیہ؟" اندر سے پوچھا گیا۔
آواز سے صاف ظاہر تھا کہ بولنے والی خاتون ادھیڑ عمر سے
تجاوز کر چکی ہیں۔
"وہ... وہ... لڑکی سی ہیں۔ کھوئی کھوئی سی آنکھیں اسی مکان
میں اپنی بوڑھی والدہ کے ساتھ رہتی تھیں۔
جمیل بوکھلا کر بولا۔

عجیب بات ہے۔ ابھی چند منٹ پیشتر ایک لڑکی آئی تھی۔
اس گھر کو اپنا بتا رہی تھی۔
"اوہ یقینا ... وہی ہوگی۔ کس طرف گئی ہے وہ۔" جمیل
نے مضطرب لہجہ میں پوچھا۔
"معلوم نہیں میں نے نہیں دیکھا۔ اندر سے جواب ملا۔
جمیل تیزی سے کار کی طرف لپکا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔
تھا قدم لڑکھڑاتے پڑ رہے تھے۔ پیشانی پسینہ سے شرابور
ہو رہی تھی۔
"نجانے کہاں گئی ہوگی... بگلی... ہو سکتا ہے گھر واپس لوٹ گئی
ہو" کار کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ اپنے آپ سے بڑبڑایا۔
گلی زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ اس کے باوجود جمیل نے کار بڑی
تیزی سے بیک کی تھی۔ پھر سڑک پر پہنچتے ہی گاڑی ہوا سے باتیں
کرنے لگی وہ جلد از جلد گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔
اور پھر مکان میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر برآمدے
میں ایک ستون کے سہارے کھڑی ہوئی نبیلا پر پڑیں۔ پلکوں
کے دریچوں سے جھانکتے ہوئے آنسو رخساروں پر بہہ نکلنے کے
لئے بیتاب نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر چھائی ہوئی گہری افسردگی

انہیں جمیل پر نظر پڑتے ہی کچھ اور دبیز ہو گئیں۔
جمیل کے دل کو ایک دھچکا سا لگا "وہ یہاں نہیں آئی"
نبیلا کے چہرے پر نظر پڑتے ہی دل نے کہا۔
نبیلا دوڑتی ہوئی آگے بڑھی لیکن جمیل کے حسرت زدہ چہرے کو دیکھ کر رک گئی۔
"بھیا ..." نبیلا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور آنسوؤں کا بند ٹوٹ گیا۔
جمیل نے ویران نظروں سے نبیلا کی جانب دیکھا۔ ہونٹوں کو سختی سے بھینچا اور اس کا شانہ تھپتھپاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔
اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کچھ دیر یونہی بے مقصد کمرے کا جائزہ لینے کے بعد اپنے بستر پر گر گیا۔ شدید الجھن میں مبتلا اس نے تکیہ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ کر اپنی پیشانی اس پر رگڑنے لگا پھر اتفاقاً ہی اس کی نگاہ سرہانے رکھے ہوئے کاغذ پر جا پڑی۔ کاغذ کسی لیٹر پیڈ سے جدا کیا ہوا الگ رہا تھا۔ جمیل کے کانوں میں دفعتاً نبیلا کے فون پر ادا کئے ہوئے جملے گونجنے لگے
" وہ گھر پر نہیں ہے بھیا ... کچھ خطوط چھوڑ کر نہ جانے کہاں

چلی گئی۔

جمیل نے جھپٹ کر کاغذ اٹھا لیا اور کھول کر جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ خط طوسیہ ہی کا تھا۔ پڑھ چکنے کے بعد اس نے خط کو مضبوطی سے مٹھی میں بھینچ لیا۔ اور بستر سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

"تم نے مجھے غلط سمجھا۔ طوسیہ۔ تم شروع ہی سے غلط فہمی میں مبتلا رہی ہو۔ تم میری زندگی ہو ... کوئی اپنی زندگی کا مذاق بھی اڑایا کرتا ہے۔ تم محرومیوں کا شکار رہیں۔ اور میں امیدوں کے سہارے جیا کیا۔ میری امیدوں کا چراغ گل کر کے شاید تم نے اپنی منزل پالی۔ تو کیا میں ناکامیوں اور محرومیوں کو سینے سے لگائے سسک سسک کر زندہ رہوں۔

جمیل ٹہلتے ٹہلتے کھڑکی کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ طوسی ... کیا میری زندگی کو سسکیوں کا نذرانہ دینے آئی تھیں؟ تم مجھے ضیا بن کر ملیں اور تاریکیوں میں بھٹکتا چھوڑ کر چلی گئیں۔ لوٹ آؤ طوسیہ کہ تمھارے آنے سے راہ کی قندیلیں روشن ہو جائینگی اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ وہ پوری قوت سے چلا اٹھا۔ اندھیرے چھٹ جائیں گے ... اندھیرے چھٹ جائیں گے ... اندھیرے ...

اس کی آواز بتدریج دھیمی ہوتی چلی گئی ۔

"بھیّا!" اسی لمحے نبیلا گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی ۔

وہ نجانے کب کمرے میں داخل ہوئی تھی ۔

"ان ۔۔ ن ۔۔ ۔ نبیلا" جمیل نگاہوں میں کرب لئے نبیلا کی طرف دیکھنے لگا ۔

"اتنا نہ بہکو بھیّا ۔ کہ دیوانے بن جاؤ ۔۔۔ بدنصیبوں جلی بہن یہ برداشت نہ کر سکے گی" نبیلا سسکیاں لیتے ہوئے بولی "میں تمہارا درد سمجھ رہی ہوں بھیّا ۔ یقین رکھو طوسیہ لوٹ آئے گی"

"سچ ۔۔۔ نبیلی وہ آجائے گی" جمیل بچوں کے سے انداز میں نبیلا کی طرف لپکا ۔

"ہاں بھیّا ! میرا دل کہہ رہا ہے ۔ وہ ضرور آئے گی ۔

نبیلا جمیل سے لپٹ کر سسکیاں لینے لگی ۔

اور جمیل کی آنکھوں میں مسرت کی ہلکی سی کرن ناچنے لگی ۔ نجانے کیوں اس نے نبیلا کی بات کا اعتبار کر لیا تھا ۔

بیگم شہاب کے مکان میں طوسیہ نے ابتک جو دن گزارے تھے۔ تمام واقعات کی شکل میں ایک ایک کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔ اس کا دل چاہا کہ ٹیکسی کو واپسی کے لئے کہہ دے۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔ الفاظ اس کے ہونٹوں تک آ کر رہ گئے۔

ٹیکسی اس کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچکر ایک ہلکے سے جھٹکے سے رُک گئی۔ طوسیہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ چند قدم کے فاصلے پر وہ گلی تھی جس میں اس کا مکان تھا۔ اس نے ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کیا۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

طوسیہ ہلکے ہلکے قدم اٹھاتی ہوئی خیالوں میں گم اپنے گھر کے سامنے جا کر ٹھہر گئی۔ پھر جوں ہی اس کی نظر دروازے پر پڑی وہ ٹھٹھک کر رہ گئی۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اندر سے کسی خاتون کی آواز آرہی تھی۔ جو شاید کسی بچے کو اس کی شرارت پر ڈانٹ

رہی تھی۔

طوسیہ کی پیشانی پر تشویش آمیز سلوٹیں ابھر آئیں۔ چہرے سے عجیب سی پریشانی مترشح ہونے لگی۔ چند لمحے یونہی کھڑی سوچتی رہی۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی

"کون ہے" اندر سے اسی عورت کی آواز سنائی دی۔

ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ ابھری۔ اور چند لمحوں بعد ایک عورت دروازے میں معمولی سی جھری کر کے جھانکنے لگی۔

باہر طوسیہ کے ساتھ کسی مرد کو نہ دیکھ کر عورت نے دروازے کا ایک پٹ کھول دیا اور طوسیہ کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ اس مکان میں کب سے رہتی ہیں" طوسیہ چند لمحے سوچ کر بولی۔

"تقریباً ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے۔ کیا بات ہے" اس نے طوسیہ کی بات کا جواب دیتے ہوئے استفہامیہ انداز میں کہا۔

"آپ سے پہلے جو لوگ یہاں رہتے تھے کہاں گئے"

"یہ تو معلوم نہیں۔ لیکن سنا ہے وہ لوگ بہت غریب تھے۔ ایک بوڑھی عورت اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ بڑھیا کا انتقال ہو گیا اور لڑکی کو اس کے رشتہ دار اپنے ساتھ لے گئے" ادھیڑ عمر کی عورت

نے ہمدردانہ لہجے میں جواب دیا۔
"لیکن یہ مکان تو ان ہی لوگوں کا تھا"
"ہاں بیٹی سنا تو ایسا ہی ہے۔ بڑھیا بے چاری بے حد مقروض تھی۔ اس کے مرنے کے بعد جب لڑکی بھی یہاں سے چلی گئی تو قرضخواہوں نے لڑکی کا پتہ لگانا چاہا مگر کوشش کے باوجود کوئی پتہ نہ مل سکا۔ آخر ان لوگوں نے حکومت کے ذریعہ مکان کو نیلام کروا دیا" عورت نے طوسیہ پر تنقیدی نظریں ڈالتے ہوئے بتایا۔
پھر لمحہ بھر ٹھہر کر طوسیہ کی جانب بغور دیکھتے ہوئے بولی۔
"لیکن تم کون ہو بیٹی"
"ہم ... میں وہی بدنصیب لڑکی ہوں جس کی ماں نے اس مکان میں دم توڑا تھا" طوسیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے ایک حسرت بھری الوداعی نظر مکان پر ڈالتے ہوئے بولی۔
"میں آپ کو زحمت دینے کی معافی چاہتی ہوں" وہ پلکوں پر آنے والے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔
"اندر آجاؤ" عورت اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے متأثر ہو کر بولی
"شکریہ ... اب چلوں گی" طوسیہ نے یاس زدہ سے لہجے

میں جواب دیا۔

طوسیہ پلٹی اور جھکے جھکے قدم اٹھاتی ہوئی واپس ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی... ... ... اپنی تمام عمر اس گھر میں گذار نے آئی تھی... ... ... اب کیسا ہوگا۔ کہاں جائے گی۔ وہ

ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ اس نے دور گلی میں جمیل کی کار کو داخل ہوتے دیکھا۔ طوسیہ نے گھبرا کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں جس مکان کے سامنے سے گذر رہی تھی اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ طوسیہ لپک کر اس مکان میں داخل ہوگئی۔

عمر کا ایک طویل حصہ وہ اس محلہ میں گذار چکی تھی یہاں رہنے والے چھوٹے بڑے سب ہی اچھی طرح واقف تھے۔ پھر یہ مکان تو اس کے اپنے مکان سے ملا ہوا تھا دن میں کئی کئی مرتبہ آنا جانا ہوا کرتا تھا۔

کل تین افراد اس مکان میں رہتے تھے۔

سلیم صاحب اور ان کی بیوی۔ اور طوسیہ کی ہم سن لڑکی بشریٰ۔ سلیم صاحب جن کو وہ بچپن ہی سے خالو جان کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ بڑے نیک اور وضعدار شخص تھے۔

ان کی بیوی جو اس رشتہ سے خالہ جان کہلاتی تھیں طوسیہ کی والدہ کی بہن بنی ہوئی تھیں۔ دونوں میں بے انتہا محبت تھی
"کون ہے بھئی۔" ابھی وہ ڈیوڑھی میں داخل ہی ہوئی تھی کہ تیز مگر مترنم آواز ابھری۔

طوسیہ چونک پڑی۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا بشرہ کھڑی تھی۔ دونوں ایکدوسرے کو چند لمحے بغور دیکھتی رہیں۔

"ارے۔ طوسی..... تم" بشرہ اس کی طرف لپکی۔

"بشرہ....." طوسیہ دوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔

"کہاں تھیں...... اتنے دنوں..... چلو۔ اندر چلو چلو" اس نے مسرت سے طوسیہ کو بھینچ لیا۔

پھر وہ وہیں سے چلاتے ہوئے بولی۔

"امی — دیکھئے کون آیا ہے" اور اس کا ہاتھ پکڑ کر برآمدے میں لے آئی۔

بشرہ کی والدہ چارپائی ڈالے برآمدے ہی میں بیٹھیں تھیں۔ طوسیہ پر نظر پڑتے ہی وہ حیرت زدہ سی کھڑی ہوگئیں
"یہ تو اپنی طوسیہ ہے۔ آ میری بچی میرے پاس آ۔" بشرہ

کی والدہ نے دونوں ہاتھوں کو طوسیہ کی طرف پھیلا دیئے۔
طوسیہ دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔ آنکھیں ان کو دیکھتے
ہی بھر آئی تھیں۔ سینے سے لگتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے
لگی۔ بشرہ اور اس کی والدہ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے تر تھیں
ایسا ہی معلوم دے رہا تھا جیسے ایک مدت کے بعد ان کی
حقیقی بیٹی ان سے آکر ملی ہو۔
کچھ دیر کے بعد آنسوؤں کی روانی میں ٹھہراؤ پیدا ہوا طبیعتیں
قدرے سکون پذیر ہوئیں تو وہ ایک دوسرے کے قریب چارپائی
پر بیٹھ گئیں۔
تو کہاں چلی گئی تھی میری بچی۔ مجھ بدنصیب سے ملی تک
نہیں جاتے ہوئے۔" بشرہ کی امی اس کے سر پر شفقت
سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔
"کیا بتاؤں خالہ جان" طوسیہ نے سر جھکا کر جواب دیا۔
"خیر خیر.... اطمینان سے بتانا" پھر وہ بشرہ کو ادھر
اُدھر دیکھتی ہوئی بولیں۔" بشرہ.... توبہ ہے کہاں
گئی یہ۔"
"امی۔ یہ تو بیٹھی ہوں۔" اپنی اماں کے پیچھے بیٹھی ہوئی

بشرہ نے جواب دیا۔
ارے ہاں ۔چل تو جاکر چائے بنا ۔ پتہ نہیں کتنی دور سے آرہی ہے بچی۔"
بشرہ نے مسکرا کر طوسیہ کی جانب دیکھا ۔ اور وہ باورچی خانے کی طرف چلدی ۔ بشرہ کے جانے کے بعد اس کی والدہ نے ایک سرد سانس لی اور دوبارہ طوسیہ سے مخاطب ہوئیں۔
"تمھارے رشتہ کا کیا رہا ۔"
تمھاری امّی مرحومہ نے انتقال سے دو ایک دن پہلے بتایا تھا کہ شہاب صاحب کے یہاں سے تمھارے لئے رشتہ آرہا ہے۔
طوسیہ کے چہرے پر ایک لمحہ کے لئے حیا آلود سرخی آئی ۔ اور پھر دوسرے لمحہ افسردگی کی تہہ چڑھتی چلی گئی ۔ اس نے چند ثانئے کچھ سوچا اور پھر ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں پوری روئیداد سنا ڈالی ۔
طوسیہ کی زبانی تمام واقعات سنکر ۔ بشرہ کی والدہ نے قریب بیٹھی ہوئی طوسیہ کو ایک مرتبہ پھر سینے سے لگالیا اور تسلی دیتی ہوئی بولیں ۔
صبر کر بیٹی قسمت میں یہی لکھا تھا ۔ اب تجھے کہیں جانیکی

ضرورت نہیں۔ بشرا اور تو دو تھوڑی ہیں میرے لئے۔"
طوسیہ نے اپنی بھیگی ہوئی پلکوں کو آنچل سے صاف کیا
اور بشرہ کی والدہ کے سامنے خاموشی سے سر جھکا کر بیٹھ گئی
بشرہ کی والدہ بھی گہری سوچ میں ڈوب گئیں تھیں۔
یہ بوجھل سی خاموشی نہ جانے کب تک قائم رہتی کہ بشرہ
ہاتھوں میں چائے کی ٹرے سنبھالے داخل ہوئی۔ اس نے
ایک چھوٹی سی ٹیبل گھسیٹ کر چارپائی کے آگے رکھ دی اور
پھر ٹرے اس پر رکھتے ہوئے۔ خود بھی طوسیہ کے قریب بیٹھ کر
چائے بنانے لگی۔

طوسیہ کی طبیعت تو نہیں چاہ رہی تھی۔ لیکن بشرہ اور
اس کی والدہ کے اصرار پر اسے چائے کے ساتھ تھوڑا بہت
کھانا ہی پڑا۔ ناشتے سے فارغ ہونیکے بعد بھی وہ بشرا اور اس
کی والدہ سے کافی دیر تک باتیں کرتی رہی۔ پھر شام قریب
ہونے کو آئی تو وہ کھڑی ہو گئی۔

اچھا خالہ جان۔۔۔ اب اجازت دیجئے۔۔ چلوں گی۔"
لڑکی کیا دیوانی ہوئی ہے۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں کہیں جانیکی۔"
بشرہ کی والدہ نے پیار سے ڈانٹا۔

طوسیہ کو سر چھپانے کے لئے کسی جگہ کی تلاش تھی - اس کا اپنا مکان جس کی امید پر وہ یہاں آئی تھی - اپنا نہ رہا تھا جس گھر کو چھوڑ کر آئی تھی اس کی خود دار طبیعت نے واپس جانا گوارا نہ کیا۔

طوسیہ خاموش ہو کر رہ گئی -

شام تک سلیم صاحب بھی آ گئے - وہ بھی طوسیہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اپنی بیوی کی زبانی تمام واقعات سننے کے بعد جب انھیں معلوم ہوا کہ اب طوسیہ انہیں کے ساتھ رہیگی تو انھوں نے اور زیادہ خوشی کا اظہار کیا -

بشرہ کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا - وہ مسلسل باتیں کئے جا رہی تھی - بات بات پر اس کے قہقہے گھر کی فضا میں گونج رہے تھے -

اے بشرہ . . . . اب کبتک اس بیچاری کو پریشان کئے جائیگی ذرا آرام کرنے دے . . . تو جا کر ہنڈیا ردی کی فکر کر " آخر بشرہ کی والدہ کو بولنا ہی پڑا -

" اچھا میں ابھی آئی " بشرہ منہ بنا کر اٹھتی ہوئی بولی اور طوسیہ سر کو خفیف سی جنبش دے کر مسکرا دی "

طوسیہ کے جانے کے بعد جمیل مردہ سا ہو کر رہ گیا تھا۔ ہونٹوں پر ہر وقت کھیلنے والی مسکراہٹ اس کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی تھی۔ وہ اپنا زیادہ وقت گھر ہی میں گزارتا اداس اداس چہرہ۔ وحشت زدہ آنکھیں ایسا لگتا جیسے کوئی بھٹکی ہوئی روح کسی کی تلاش میں سرگرداں ہو اس کی حالت دیکھ کر گھر کا ہر فرد پریشان تھا۔

شاہدہ بیگم نے حالات کے پیش نظر لپنے جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا۔ بیگم شہاب کی ایما پر انھوں نے اپنی بیٹی فرناز کو اشارتاً جمیل کا خیال رکھنے کیلئے کہہ دیا تھا۔ ویسے بھی جمیل فرناز کو پسند تھا۔ اپنی والدہ کی خواہش پا کر وہ ہر وقت جمیل کے ساتھ رہنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

جمیل اپنا بیشتر وقت طوسیہ کے کمرے میں گذارتا ٹیبل پر رکھی ہوئی طوسیہ کی فوٹو اس کی توجہ کا مرکز رہتی۔ اس وقت بھی اسکی نظریں طوسیہ کی فوٹو پر مرکوز تھیں۔ کہ فرناز کمرے میں داخل ہوئی جمیل فوٹو

میں اس قدر گم تھا کہ اسے کمرے میں داخل ہوتی ہوئی فرناز کا مطلق احساس نہ ہو سکا۔

"جمیل" فرناز نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"طوبیہ" جمیل بے ساختہ چونک کر مڑا ۔ اور پھر فرناز کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔

"میں فرناز ہوں جمیل !" فرناز آہستہ سے بولی ۔جمیل کو پیار بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی ۔"تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے ۔جمیل ۔بھول جاؤ اسے ۔گزرے ہوئے حالات پر ماتم کرنے سے کیا فائدہ ۔ آؤ کہیں گھومنے چلیں "

"دل نہیں چاہتا فرناز " جمیل غمزدہ لہجے میں بولا۔

"اچھا آؤ پکچر چلتے ہیں ۔" فرناز دوبارہ بولی۔

"تنگ مت کرو فرناز ۔جمیل جھلا گیا۔

جسے تمہاری پرواتک نہیں تھی ۔اس کا قدر خیال ہے ۔ اور جو محبت کرتے ہیں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ۔تمہاری نگاہوں میں فرناز جل کر بولی ۔

مجھ سے کون محبت کرتا ہے فرناز ۔میں تو گرتی ہوئی دیوار ہوں جسے ہوا کا ایک تیز جھونکا گرا دینے کے لئے کافی ہے ۔

تم بے حد جذباتی ہو۔ زندگی گھٹ گھٹ کر مر جانے کا نام نہیں میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہارے غموں کو اپنا لوں گی۔ باہر نکلو جمیل ان بند کمروں میں تمہاری روح سکون نہ پا سکے گی۔

فرناز نے جمیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جمیل نے فرناز کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ اور ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ کر رہ گئی اس کا دل کمرے سے نکلنے کے لئے نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن فرناز اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لان میں لے آئی۔

وہ خاموشی سے لان میں پڑی ہوئی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

خاموش کیوں ہو؟ کچھ بولو نا۔ دیکھو کس قدر دلفریب موسم ہے کتنا حسین ماحول ہے۔ اپنے کملائے ہوئے دل کو کھلانے کیلئے اس رنگینی اور رعنائی کا سہارا لو۔" فرناز کچھ دیر بعد خاموشی کو توڑتی ہوئی بولی۔

کیا بولوں۔ ایک دل تھا سو وہ بھی ٹوٹ گیا۔ زندگی اداس ہو گئی۔ زیست کی جاذبیت ہر لمحے گھٹتی جا رہی ہے۔ اس جیتی جاگتی دنیا میں رہتے ہوئے بھی یہی محسوس ہوتا ہے۔ جیسے لحد میں اتار دیا گیا ہو مجھے۔ جمیل آنکھیں بند کرکے کرسی کی پشت سے کمر ٹکاتے ہوئے بولا۔

کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو جمیل" فرناز عجیب سی نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی"
جمیل آنکھیں بند کئے نہ جانے خیالات کی کن وادیوں میں جا کھویا تھا۔ فرناز اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔ ماحول پر سکوت طاری تھا یہ خاموشی نہ جانے کب تک چھائی رہتی کہ نبیلا اس طرف آنکلی۔
بھیا کیا آج کپڑے بھی تبدیل نہ کرو گے"۔
ہوں... کپڑے... اری پگلی انسانی زیبائش کپڑوں سے نہیں ہوا کرتی۔ جمیل نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔
"آؤ اٹھو... غسل کر لو" نبیلا نے اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔
"ارے کیا تم مجھے اپاہج سمجھتی ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"
"بھیا...!" اس نے کچھ کہنا چاہا۔
"ہشت نبیلی بعض اوقات تم بالکل بچہ بن جاتی ہو۔ جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ جمیل پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا"
"جمیل تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے" فرناز بولی
"کیا سمجھانا چاہتی ہو" جمیل فرناز کی جانب دیکھنے لگا۔
"تمھیں اس وقت گھومنے پھرنے کی ضرورت ہے۔
"کیا کسی حکیم نے نسخہ میں لکھ دیا ہے" جمیل نے تلخی سے جواب دیا

"فرناز سہم گئی۔"

آؤ فرناز تم میرے ساتھ آؤ" نبیلا فضا مکدر ہوتے دیکھ کر بولی۔

فرناز نے ایک نظر جمیل پر ڈالی اور اٹھ کر نبیلا کے ساتھ ہولی۔

جمیل نے سگریٹ نکال کر سلگائی اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ طوسیہ کے جانے کے بعد سے وہ اسے ہر جگہ تلاش کرتا رہا تھا۔ اس نے کوئی بھی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جہاں طوسیہ کے ملنے کی توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن نتیجہ ہمیشہ مایوس کن ہی نکلا۔ اسوقت بھی وہ طوسیہ ہی کے خیالوں میں گم تھا۔

شہاب صاحب کہیں باہر جانے کیلئے تیار ہو کر نکلے تو لان میں گم صم بیٹھے ہوئے جمیل کو دیکھ کر ان کے چہرے کی سنجیدگی کرب میں تبدیل ہو گئی۔ کار کی طرف بڑھتے ہوئے قدم وہیں رک گئے۔ پھر کچھ سوچ کر لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے جمیل کے قریب آ کر بولے۔"

کیا بات ہے بیٹے۔ آج کلینک نہیں جاؤ گے۔

اپنے خیالوں میں گم جمیل آواز سن کر چونک پڑا۔ اور پھر شہاب صاحب پر نظر پڑتے ہی فوراً تعظیماً کھڑا ہو گیا۔

بیٹھو بیٹھو میں بہت دنوں سے تمہاری طبیعت گری گری سی محسوس کر رہا ہوں" شہاب صاحب نے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"نہیں تو پپا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں" جمیل نگاہیں نیچی کرتے ہوئے بولا۔

"تمھاری حالت کم ازکم مجھ سے پوشیدہ نہیں بیٹے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت مصروفیت میں گذار دو" شہاب صاحب شفقت سے بولے۔

اور جمیل نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

"زندگی میں آنے والی ہر مصیبت و پریشانی کا علاج وقت ہے وقت مرہم بنکر دھیرے دھیرے ہر زخم کو مندمل کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ اس حادثہ کو خود بھی فراموش کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایسے لوگ جو اپنے آپ کو غموں کے ساتھ بہہ جانے دیتے ہیں۔ دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے انکی زندگی سسکیوں کا دوسرا نام بنکر رہ جاتی ہے۔" شہاب صاحب کچھ دیر کیلئے رُک کر دوبارہ بولنے لگے۔

بیٹا ..... ہر حادثہ انسان کیلئے ایک نئی راہ پیدا کرتا ہے اب یہ خود اس پر منحصر ہے کہ وہ اس حادثہ کا شکار ہو کر رہ جائے یا اپنے آپ کو سنبھال کر نئے راستے پر ہولے۔ میرے بچے ایک ذرا سی ناکامی کا ماتم کرتے ہوئے تمام زندگی اداسیوں میں گذار دینا مرد نہیں میں تمھارے درد کو سمجھتا ہوں۔ مجھے تمھاری دلی کیفیت

کا بھی احساس ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ زندگی اتنی ارزاں نہیں ہے کہ اسے یونہی آہ و فغاں کی نظر کر دیا جائے ... اپنے آپ کو سنبھالو ... گذرے ہوئے حادثہ کو بھولنے کی کوشش کرو۔ ورنہ پیچھے رہ جاؤ گے۔ دنیا پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار نہیں کرتی۔ بلکہ آگے نکل جانے والوں کے پیچھے بھاگتی ہے۔ شہاب صاحب جمیل کو سمجھاتے رہے۔ جمیل خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔ بولتا بھی کیا۔ کوئی اور ہوتا تو اپنے دل کے زخم دکھانے کی کوشش کرتا باپ سے وہ کیا کہہ سکتا تھا۔ شہاب صاحب نے بات کچھ اس انداز سے کہی تھی۔ کہ جمیل کے پاس خاموش رہنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد شہاب صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد جمیل بھی سرد سانس لیکر کھڑا ہو گیا اس کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔

طوبیٰ کو سلیم صاحب کے ہاں رہتے ہوئے کافی دن گذر گئے تھے - اس گھر کے ہر فرد سے تو وہ مانوس پہلے ہی سے تھی - یہاں رہنے کے بعد اور بھی گھل مل گئی تھی - ویسے بھی سلیم صاحب اور ان کی بیوی طوبیٰ کو یتیم سمجھتے ہوئے اس کا خیال رکھتے تھے بشریٰ کی تو وہ خاص سہیلیوں میں سے تھی - اتنے دنوں جدا رہنے کے بعد جو ملیں تو آپس میں محبت کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگی -

اس گھر میں اس کے لئے خلوص تھا - محبت تھی لیکن اس کے باوجود اس کے چہرے پر بکھری ہوئی ویرانی آنکھوں کی اداسی اور ہونٹوں پر ہر دم لرزتی ہوئی یاسیت بدستور قائم تھی - بشریٰ کی امّی نے بہت کریدا - بشریٰ نے بارہا پوچھا لیکن کسی کو بھی کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملا - آخر سلیم صاحب کے کہنے پر کہ " اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے - کچھ عرصے بعد وہ خود ہی پرانے غم بھول جائیگی - " سب چپ ہو گئے -

ایک دن کھانے پر سلیم صاحب ان کی بیوی بشرہ اور طوسیہ بیٹھی تھیں کہ طوسیہ بشرہ کی امّی سے مخاطب ہوئی۔

"خالہ جان اگر ناراض نہ ہوں تو ایک بات کہوں۔"

"کہو بیٹی کیا بات ہے" بشرہ کی امّی طوسیہ کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

کئی دن ہوئے اخبار میں استانیوں کی آسامی کیلئے اشتہار دیکھ کر میں نے ایک درخواست بھیجی تھی۔ پرسوں انٹرویو کیلئے بلایا ہے۔"

"اوں پر سے صدقہ دو جو اوبلا ہو۔ آخر یہ کیا سوجھی تھیں کیا گھر میں کھانے کے لئے نہیں ہے۔ یا تمہیں کوئی اور تکلیف ہے تو بتاؤ۔ کہیں لڑکیاں بھی نوکری کرتی ہیں۔" یہ بات نہیں خالہ جان خدا آپ لوگوں کو میرے سر پر ہمیشہ کے لئے قائم رکھے۔ میں نے سوچا تھا گھر میں بے کار پڑے رہنے سے اچھا ہے نوکری کرلی جائے ویسے بھی تعلیم کا کچھ فائدہ تو ہونا چاہیئے۔ پھر نوکری یا عزت ہونے کے علاوہ مجھے بچوں کو پڑھانے سے دلچسپی بھی ہے۔"

نہیں بھئی یہ نہیں ہو سکتا۔ لوگ کیا کہیں گے کہ لڑکی کو کچھ دن کھلا بھی نہ سکے۔ نوکری کرادی تاکہ اپنا گھر بھر سکیں۔ بشرہ کی امّی فیصلہ کن انداز میں بولیں۔

خالہ جان جتنے منہ اتنی ہی باتیں کوئی کسی کا منہ تو بند کر نہیں سکتا۔

ہمیں کسی سے کیا غرض طوسیہ نے جواب دیا۔

وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن تم جانو دنیا کا خیال تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ سلیم صاحب جو ابتک دونوں کی گفتگو سن رہے تھے بولے۔"

درست ہے خالو جان۔ لیکن دنیا کا خیال ایسی باتوں میں کرنا چاہیئے جو شرافت کے منافی ہوں۔ مولوی صاحب کی لڑکی فریدہ بھی تو آخر اسکول ہی میں ملازم ہے۔"

ہاں بیٹی لیکن وہ ان کی لڑکی ہے۔ کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ سلیم صاحب سنجیدگی سے بولے۔

"تو یوں کہیئے آپ مجھے اپنی بیٹی نہیں سمجھتے۔"

یہ کیا کہا میری بچی تو نے خدا گواہ ہے ہم بشرہ سے کم نہیں سمجھتے۔" بشرہ کی امی بولیں۔

تو پھر اجازت دے دیجیئے نا خالہ جان۔ مصروف رہنے سے خیالات بٹ جاتے ہیں۔ طوسیہ التجا آمیز لہجہ میں بولی۔

لیکن بیٹی۔ آخر کن خیالات میں کھوئی رہتی ہو ہر وقت۔ بشرہ کی والدہ بے چینی سے بولیں۔

کیا بتاؤں خالہ جان۔ میری خود سمجھ میں نہیں آتا۔ اپنی بخت ست کی کہانی بار بار آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔" طوسیہ رو دینے والے

انداز میں بولی۔
امی ایک بات تو ہے۔ اگر طوسیہ انٹرویو میں کامیاب ہوگئیں
تو یہ ہر وقت سوچتے رہنے کی عادت بھی ختم ہو جائے گی ان
کی۔ ہر وقت بچوں سے دماغ کھپانا پڑے گا۔ ایسے میں خیالات
کہاں آتے ہیں دماغ میں۔
طوسیہ کے خاموش ہوتے ہی بشرہ بول پڑی۔
اچھا بھئی سوچیں گے" سلیم صاحب موضوع ختم کرتے ہوئے
بولے۔
اس میں سوچنے کی بات ہی کیا ہے خالو جان۔ پھر پرسوں تو
جانا ہی ہے طوسیہ جلدی سے بولی۔
وہ سمجھ گئی تھی کہ سلیم صاحب ٹالنا چاہتے ہیں۔
پھر بھی کچھ تو سوچنا ہی پڑے گا۔
تو میں یہ سمجھوں کہ میری درخواست منظور نہیں کی آپ نے
طوسیہ اٹھتے ہوئے افسردگی سے بولی۔
جا کہاں رہی ہو کھانا تو کھا لو" بشرہ طوسیہ کا ہاتھ پکڑتے
ہوئے بولی۔
بس بشو۔ میرا پیٹ بھر گیا" طوسیہ پھیکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ

لاتی ہوئی بولی۔
"امی میری سمجھ میں نہیں آتا اس نوکری میں برائی کیا ہے۔"
طوسیہ کے جانے کے بعد بشرہ اپنی امی سے بولی۔
"برائی تو کچھ نہیں۔ صرف یہ خیال ہے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے اسکو نوکری کیلئے مجبور کیا ہے۔
بشرہ کی والدہ سے پہلے سلیم صاحب بول پڑے۔
واہ" برائی کیوں نہیں۔ شریف زادیاں نوکری کرتی پھریں یہ تو کبھی سنا نہیں۔" بشرہ کی والدہ بولیں
بیگم زمانہ بدل گیا ہے۔ تعلیم جسقدر عام ہوتی جارہی ہے اتنی ہی لوگوں کے خیالات میں وسعت پیدا ہوتی جارہی ہے سلیم صاحب نے جواب دیا۔
"ہاں ہم تو جاہل ہیں۔" بشرہ کی والدہ نے منہ بنایا۔
"لو بھئی اپنی امی کو سنبھالو۔" سلیم صاحب مسکراتے ہوئے بیٹی کی طرف دیکھنے لگے۔ "میں کہتا ہوں بیگم اس زمانے میں لڑکیوں کا ملازمت کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا اور پھر ابھی تو انٹرویو ہی دینا ہے یہ یقینی تو نہیں کہ وہ کامیاب ہی ہو جائے۔ سلیم صاحب بیگم کو سمجھانے لگے۔

یہ نہ کہیئے ابو۔ اگر جانبداری سے کام نہ لیا جائے۔ تو طوسیہ کی کامیابی سو فیصدی یقینی ہے۔" بشرہ بولی۔

"خیر خیر جیسی تم لوگوں کی مرضی ہو کرو۔"

ایک بات تو بشرہ ٹھیک کہتی ہے بچوں کو پڑھانے میں اسے اتنا وقت نہیں ملے گا۔ کہ پچھلی اگلی پر دھیان جائے ایسا کرو بشرہ طوسیہ سے کہو وہ اپنا دل تھوڑا نہ کرے۔ انٹرویو دے آئے .... اور بیگم دیکھو اگر اسے یہ ملازمت مل گئی تو ہمیں اس کی تنخواہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ سلیم صاحب نے اپنی اہلیہ اور بشرہ دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی بشرہ طوسیہ کے کمرے کی طرف دوڑی طوسیہ منہ لپیٹے بستر پر دراز تھی نے جاتے ہی گدگدیاں کرنا شروع کی۔

ارے کیا زعفران کا کھیت دیکھ کر آئی ہو۔ جو اس قدر خوشی کا اظہار ہو رہا ہے" طوسیہ منہ سے چادر ہٹا کر بشرہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی

"ابو مان گئے ہیں طوسیہ!"

"سچ .. کتنے اچھے ہیں خالو جان" طوسیہ بشرہ سے لپٹ گئی۔

فرناز بے صد اداس تھی۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں پیشانی شکن آلود۔ پسینے سے شرابور۔ وہ اس وقت تنہا اپنے کمرے میں بیٹھی خیالات کے دھندلکوں میں ابھی اپنا ہونٹ چبا رہی تھی امکان بھر کوشش کے بعد بھی وہ جمیل کے دل ودماغ پر چھائی طوسیہ کی جگہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی تھی پتھر سے کب تک سر مارتی۔ اس نے جمیل کو اپنانے کیلئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا لیکن جمیل اسکے لئے پتھر ہی ثابت ہوا تھا۔ اپنی کوششوں کو رائیگاں جاتے دیکھکر وہ اکثر جھنجلا اٹھتی۔ دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی ہوئی آئندہ اسکی شکل تک نہ دیکھنے کا عہد کر لیتی۔

لیکن مستقبل کے سنہرے خواب پھر امیدوں کے چراغ روشن کر دیتے۔ وہ دوبارہ اپنی باتوں اپنے حسن سلوک اور اپنی اداؤں سے جمیل کو متاثر کرنے میں لگ جاتی مگر نتیجے میں وہی ڈھاک کے تین پات جمیل اسمیں دلچسپی لینے کے بجائے اس سے اور زیادہ دور رہنے کی

کوشش کرنے لگتا۔

فرناز کی موجودگی میں جمیل خود کو قابو میں رکھنے کی بے حد کوشش کرتا اس کے باوجود وارفتگی کے عالم میں اس سے عجیب عجیب حرکتیں سرزد ہونے لگتیں اور فرناز جل کر رہ جاتی۔

ایک طرف اپنی شکست کا احساس اور دوسری جانب جمیل کو اپنانے کی خواہش۔ وہ عجیب سے خلفشار میں مبتلا ہو کر رہ گئی تھی حقیقی محبت تو تھی نہیں کہ جمیل کی خوشی کو اپنی خوشی جان کر اسکے زخموں پر مرہم رکھتی۔ دل چاہے روئے مگر ہونٹوں کی مسکراہٹ میں فرق نہ آنے دیتی۔ جذباتی لگاؤ تھا۔ جمیل کے رویہ نے اسے شدت بخش دی تھی۔ جذباتی لگاؤ عاشق کا طالب ہے عشق کا نہیں اسے مصلحت اور وقت کے تقاضے کی بنا پر ہمدردی جتائی تھی۔

جمیل کے اس سلوک کیوجہ سے جذبات کی چنگاریاں سرد ہو چکی تھیں اب اسکی جگہ نفرت اور بیزاری نے لے لی تھی۔ اپنی کوشش کی ناکامی پر پیچ و تاب کھاتے ہوئے اس نے اس گھر سے جلد از جلد چلے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

لیکن اپنے بھائی عامر کی شادی اس فیصلہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ یہ لوگ آئے ہی اس غرض سے تھے اتنے دن انتظار

کرنے کے بعد یونہی واپس لوٹ جانا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
دفعتاً اس نے اپنے دل میں کوئی فیصلہ کیا۔ اور بے ساختہ کھڑی ہو گئی۔ اس کا رخ دروازے کی جانب تھا۔ لیکن وہ ابھی دروازے تک پہنچی بھی نہیں تھی کہ پردے میں حرکت ہوئی۔ فرناز کی امی کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔
آداب عرض ہے امی جان ... فرناز نے ٹھٹھک کر رکتے ہوئے اپنی امی کو آداب کیا۔
"جیتی رہو بیٹی۔ کیا بات ہے" شاہدہ بیگم فرناز کو بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔
میں آپ ہی کے پاس آ رہی تھی۔ فرناز سنجیدہ لہجہ میں بولی۔
"یہ تمہارا چہرہ کیوں تمتا رہا ہے۔" فرناز کی امی نے پوچھا۔
"کچھ نہیں آپ تشریف رکھیں" فرناز نے جواب دیا۔
"کیا بات ہے آخر" شاہدہ بیگم ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولیں۔
"امی کل ہم یہاں سے چلے جائیں گے" فرناز نے حسرت زدہ لہجہ میں کہا۔
ہوں ... میں بھی یہی سوچ رہی تھی ... شاہدہ بیگم سوچتے ہوئے بولیں۔

"لیکن عامر بھائی کیلئے کیا سوچا آپ نے" اس نے چند لمحوں کے توقف سے کہا۔

"کیا سوچوں بیٹی۔ یہاں کے حالات ہی کچھ عجیب سے ہو گئے ہیں۔" شاہدہ بیگم اداس لہجہ میں بولیں۔

"دیکھئے نا۔ ہمارے یہاں آنے کا مقصد ہی یہ تھا۔ کہ نیلا کو بھابھی بنا کر ساتھ لے جائیں گے۔ تمام ارمان اور امنگوں کا خون ہو گیا۔ اتنے عرصہ یہاں رہنے کے بعد بغیر نیلا کے جانا مجھے تو گوارا نہیں۔" فرناز عجیب سے انداز میں بولی۔"

"مگر بیٹی تم یہاں کے حالات تو دیکھ ہی رہی ہو۔" شاہدہ بیگم اسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"کیسے حالات امی۔ آپ کہاں الجھ گئیں یہ سب کچھ تو محض ایک ناٹک ہے۔ آپ ہی سوچیئے ایک معمولی سی لڑکی جس کو زبردستی اس گھر میں رکھا گیا تھا۔ کوئی موقع پا کر فرار ہو گئی تو ایسی صورت میں تمام گھر کا پریشان ہو جانا اور ہمیں لئے اپنوں کو بھلا کر دینا انکی اخبار کر لینا کہاں تک مناسب ہے اگر ایسی ہی ہمدردی تھی تو شادی ہی کیوں نہ کر ڈالی میں تو کہتی ہوں یہ سب ڈھکوسلہ ہم لوگوں کیلئے ہی کھڑا کیا گیا ہے تاکہ ہم نیلا کیلئے اپنا خیال ترک کر دیں۔ ورنہ مجھے تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس سے اس

شادی پر کسی قسم کا اثر پڑ سکے۔ فرناز اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولی۔

لیکن بیٹی نبیلا کے متعلق خیال بدلنے والی بات تو خود باجی ہی کیخلاف جاتی ہے۔" شاہدہ بیگم حیرت سے بولیں۔"

آپ بھی کتنی سیدھی ہیں امی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اب ان کا خیال نبیلا کا رشتہ کہیں اور کرنے کا ہو۔"

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بات پکی ہو چکی ہے۔ اور پھر ان کی منشا پر ہی تو ہم آئے تھے۔"

سب کچھ ممکن ہے امی۔ جب ایک معمولی لڑکی کیلئے پورا گھر پاگل ہو سکتا ہے تو نبیلا کا رشتہ کہیں اور کرنے کیلئے کیا نہیں ہو سکتا۔ فرناز منہ بناتے ہوئے بولی۔" طوسیہ کوئی معمولی لڑکی نہیں.... وہ... کون جانے امی خود طوسیہ نے کبھی اپنے متعلق تفصیل سے آگاہ نہیں کیا۔ ہمیشہ ہوں ہاں کر کے ٹالتی رہی۔ فرناز تیوریوں پر بل ڈالتی ہوئی بات کاٹ کر بولی۔

میری تو کچھ سمجھ میں آ نہیں رہا۔ شاہدہ بیگم عجیب سے انداز میں بولیں۔" اس میں سمجھ میں نہ آنیوالی بات ہی کیا ہے امی۔ آپ تو جا کر خالہ جان سے دو تین دنوں کے اندر اندر کوئی تاریخ مقرر کر لیں۔

ورنہ نبیلا کا خیال ہی دل سے نکال دیں۔

اچھا۔ میں ابھی جا کر باجی سے بات کرتی ہوں شاہدہ بیگم اٹھتے ہوئے بولیں
وہ بیٹی کی باتوں سے عجیب ہی الجھن میں مبتلا ہو کر رہ گئی تھیں۔ انہیں
یقین نہیں آرہا تھا کہ انکی بہن اپنے کئے ہوئے وعدے سے پھرنا چاہتی
ہیں لیکن فرناز کی بات بھی وہ بالکل ہی رد کر دینے کیلئے تیار نہیں تھیں
وہ اپنے شوہر کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھیں وہ سوچ رہی تھیں
اگر حقیقتاً ایسا ہی ہوا تو پھر کیا ہوگا۔ دونوں بہنیں ہمیشہ کیلئے ایک
دوسرے سے چھوٹ جائیں گی۔ دونوں خاندانوں کے آئندہ کے
تعلقات منقطع ہو کر رہ جائیں گے۔ شاہدہ بیگم سیدھی سادھی سی پرانے
وقتوں کی عورت تھیں۔ کسی گتھی کو سلجھانے کی صلاحیت ان میں کم ہی
تھی۔ وہ سوچنے لگیں بڑی بہن کے سامنے وہ یہ باتیں کیسے کہہ سکیں گی
بچپن سے ابتک انھوں نے اپنی بہن کی کسی بات کی تردید کبھی نہیں کی
تھی۔ ہمیشہ پاسِ ادب کا خیال رکھتیں۔ اگر کسی بات پر کبھی اختلاف
پیدا بھی ہوتا تو خاموش ہو کر رہ جاتیں۔

بیگم شہاب اپنے کمرے میں فکرمند بیٹھی گہری سوچ میں مستغرق تھیں۔
جمیل کی دن بدن گرتی ہوئی حالت ماں کی فکروں کا سبب تھی۔ دن رات
جمیل کی سوچ انھیں گھن کی طرح کھائے جا رہی تھی۔ جوان اور اکلوتا

بچہ نظروں کے سامنے اس حال ہو تو کون ماں ہے جس کا کلیجہ شق نہ ہو جائے گا
کبھی کبھی تو طوسیہ پر انھیں غصہ آجاتا اور اسے بُرا بھلا کہنے لگ جاتیں لیکن
تھوڑی دیر کے بعد جب ان کا غصہ رفع ہو جاتا - حالت اعتدال پر آجاتی
تو سوچتیں اس میں طوسیہ کا بھی کیا قصور اور پھر وہ تمام حالات کو قسمت کا
لکھا جان کر ایک طویل سرد سانس لے کر خاموش ہو رہتیں۔

شاہدہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو قدموں کی آہٹ سنکر بیگم شہاب
نے سر اٹھایا - پریشاں سا چہرا اور فکر میں ڈوبی ہوئیں دیکھکر شاہدہ بیگم بجھ سی
ہو گئیں اپنے آنے کا مقصد بھولکر بہن کے قریب بیٹھ ان کی دلجوئی کی غرض
سے بولیں -

" باجی اتنی ہراسان نہ ہوں - اللہ اپنا فضل کرے گا۔

بہن کی بات سن کر بیگم شہاب کی آنکھوں میں آنسو تیر آئے - پونچھ
کے آنچل سے آنسو خشک کرتے ہوئے بولیں

ہاں شاہدہ اب تو اسی پر ڈوری چھوڑی ہے - دیکھیں کبتک ہم
گنہگاروں کا امتحاں لیتا ہے -

" مایوس نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا باجی ." شاہدہ بیگم بہن کو
دلاسا دیتے ہوئے بولیں۔

بیگم شہاب ٹھنڈی سی سانس لیکر رہ گئیں چند لمحے خاموش رہ کر

شاہدہ بیگم نے کہا۔

"میرا خیال ہے کل کسی گاڑی سے واپس چلی جاؤں گی۔"

"اتنی بھی کیا جلدی۔ چلی جانا ابھی دن بھی کے ہوئے ہیں آئے ہوئے!"

"ساری زندگی بھی ساتھ رہیں تو یہی معلوم ہوگا۔ ابھی دو دن بھی نہیں گزرے لیکن باجی وہاں کا خیال بھی دل میں لگا رہتا ہے۔"

پھر فرناز کے پپا بھی فکر مند ہوں گے۔ شاہدہ بیگم بولیں۔"

خیر تو دو چار دن کے بعد چلی جانا۔ کل ہی جانے کی بات کیا ہے۔

بیگم شہاب نے جواب دیا۔"

کل بھی جانا ہے اور دو چار دنوں کے بعد بھی۔ پھر اگر ان دو چار دنوں میں کسی مناسب تاریخ کا تعین کر دیں تو یہ بھی سہی میں فرناز کے پپا کو تار دے دوں۔ شاہدہ بیگم بات آگے بڑھاتے ہوئے بولیں۔"

اتنی بھی کیا جلدی ہے شاہدہ۔ نبیلا تمہاری امانت ہے فکر نہ کرو میری کوشش یہی ہوگی کہ جلد از جلد تمہاری امانت تمھیں سونپ دوں۔"

بیگم شہاب سوچتے ہوئے بولیں۔

وہ تو ٹھیک ہے باجی لیکن اب جبکہ ہم لوگ یہاں موجود ہی ہیں تو اس مسئلہ کو پھر کبھی کیلئے اٹھا رکھنا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

شاہدہ بیگم آہستہ سے بولیں۔

تم دیکھ تو رہی ہو۔ یہاں کے حالات سب تمھارے آنکھوں کے سامنے ہیں۔" بیگم شہاب کی آنکھوں میں اداسی اور گہری ہو گئی۔

"ان حالات کو دیکھتے ہوئے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ لڑکی کی شادی کا خیال ہی نہیں ہے۔" شاہدہ بیگم بولیں۔

لڑکیوں کو ساری زندگی کون بٹھایا کرتا ہے شاہدہ۔" بیگم شہاب حسرت زدہ لہجہ میں بولی۔

پھر جب شادی کرنی ہی ہے۔ تو آج کیا کل کیا۔

میری مانئیے تو اس قصے کو دو چار دن میں ہی ختم کر دیجئے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ یہاں کسی کا دل تو ٹھکانے ہے نہیں۔ تم حالات کی نزاکت کا علم رکھتے ہوئے بھی انجان بن رہی ہو جمیل پیرا کلوتا بچہ ہے۔ اسی کے دم سے میں زندہ ہوں۔ کیا وہ ایسی حالت میں نظر آتا ہے کہ کسی خوشی میں شریک ہو سکے۔ جب اسی کا دل مردہ ہو رہا ہے تو ہم کیا خاک خوش ہو سکیں گے۔ تم تنہا اپنی خوشی کے لئے پورے گھر کی خوشی خاک میں نہ ملاؤ شاہدہ۔ زیادہ نہیں کچھ عرصے کے لئے اور رک جاؤ نبیلا تمھاری ہے میں جلد تمھیں سونپ دونگی۔ بیگم شہاب بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔"

ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا شاہدہ بیگم نے

جو اپنی بہن کی یہ حالت دیکھی تو کوشش کے باوجود ضبط نہ کر سکیں
بہن کے گلے لگ کر وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ فرناز کی
باتیں ان کے ذہن کے خدشے سے نکل چکی تھیں اور اپنے آپ سے
شرمندگی محسوس کر رہی تھیں۔ اپنی بہن کی مظلومیت پر انھیں رہ
رہ کر رونا آرہا تھا۔

کافی دیر تک روتے رہنے کے بعد جب دونوں بہنوں کے
دل ہلکے ہوئے تو وہ ایک دوسرے سے الگ ہو کر بیٹھ گئیں۔ کمرے
میں خاموشی طاری تھی اور پورا ماحول افسردہ سا لگ رہا تھا۔ شاہدہ
بیگم نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ بڑی بہن سے آنکھیں ملاتے ہوئے انھیں
ندامت سی محسوس ہو رہی تھی۔ انھوں نے بڑی بہن کا دل دکھایا تھا
یہ خیال رہ رہ کر ان کے دل میں ہتھوڑے کی سی ضربیں لگا رہا تھا۔
بیگم شہاب کبھی کبھی خاموش نظریں جھکائے بیٹھی بہن کو دیکھتیں
اور شاہدہ بیگم کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر خلا میں گھورنے لگ جاتیں کافی
دیر کی خاموشی کے بعد بالآخر بیگم شہاب ہی نے کمرے میں چھائے ہوئے
سکوت کو توڑا۔

"کیا سوچنے لگیں شاہدہ۔"

"میں معافی چاہتی ہوں باجی۔ میں نے آپ کو دکھ پہنچایا ہے۔"

شاہدہ بیگم آہستہ آہستہ نظریں اٹھاتے ہوئے بولیں۔
"بھول جاؤ ان باتوں کو۔" بیگم شہاب کی نظروں میں پیار تھا
"میں دراصل یہ سمجھی تھی۔ آپ نبیلا کا رشتہ کہیں اور کرنے کیلئے
چل رہی ہیں۔" شاہدہ بیگم کی آنکھوں سے ندامت کا اظہار ہو رہا تھا
"پگلی ہیں یہ تونے کیسے سمجھ لیا۔ میری بچی کے لئے عامر سے بہتر رشتہ
اور کہاں ہو سکتا ہے۔ عامر جیسا لڑکا تو چراغ لیکر ڈھونڈنے سے
بھی میسر نہ آئے گا۔" بیگم شہاب شاہدہ بیگم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولیں
"یہ تو باجی آپ کی عنایت ہے ورنہ وہ کس قابل ہے۔"
"پھر دو چار دنوں کیلئے رک رہی ہو نا" بیگم شہاب نے موضوع
بدلتے ہوئے کہا۔
"کیا بتاؤں باجی۔ میرا دل تو خود جانے کو نہیں کر رہا ہے لیکن
آئے ہوئے دن بھی کافی گذر چکے ہیں۔ پھر فرزانہ کی طبیعت بھی اچاٹ
ہو گئی ہے۔ کئی دنوں سے جانے جانے کو کہہ رہی ہے۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔" بیگم شہاب افسردہ لہجہ میں بولیں۔
"وہاں جا کر بھی دھیان تو میرا یہیں لگا رہے گا۔ انشاء اللہ
جلد ہی آنے کی کوشش کروں گی۔"
گھر پہنچنے کے بعد چھٹکارا ملنا مشکل ہے جناب کے ہی کتنے عرصہ بعد آئی ہو۔

وہ تو ہے لیکن اب تو حالات ہی دوسرے ہیں ۔ پروردگار اپنا کرم کرے ۔" شاہدہ بیگم اٹھتے ہوئے بولیں ۔
ہاں بہن دعا کرو ۔ بیگم شہاب نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا اور خاموش نظروں سے شاہدہ بیگم کو کمرہ سے نکلتا دیکھتی رہیں ۔

شاہدہ بیگم کے جانے کے بعد بیگم شہاب پھر سوچ میں ڈوب گئیں ۔ آج پہلی بار چھوٹی بہن نے ان کے سامنے زبان کھولی تھی دونوں بہنوں کے دل صاف ہو چکے تھے ۔ دلوں کی غلط فہمیاں دور ہو چکی تھیں لیکن اس کے باوجود ان کے دل میں ایک کسک سی رہ گئی تھی ۔ وہ سوچ رہی تھیں کیا معلوم ایک مرتبہ دل میں خیال آنے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر پھر شاہدہ کے ذہن میں کوئی بات آ جائے ۔"
وہ نہ جانے کب تک انھیں خیالات میں غلطاں رہتیں کہ شہاب صاحب کمرے میں داخل ہوئے ۔ بیگم کو گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے دیکھ کر ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولے ۔"

کیا سوچ رہی ہو بیگم۔"
کچھ نہیں یونہی جمیل کے متعلق سوچ رہی تھی۔ بیگم شہاب نے شاہدہ بیگم کا تذکرہ نامناسب سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کی حالت دن بدن گرتی ہی جا رہی ہے۔" شہاب صاحب افسردہ لہجہ میں بولے۔

"سوچا کیا تھا۔ اور ہوا کیا۔"

اب ان باتوں کو بھول جاؤ۔ طوسیہ اچھی لڑکی تھی۔ نجانے کہاں ہوگی بیچاری۔ اس نالائق نے ایک قیمتی ہیرا کھو دیا۔" شہاب صاحب نے

"کتنا تلاش کیا مگر ہماری قسمت ہی بری ہے۔"

"مگر اب اس کا یہ مطلب تو نہیں بیگم کہ محض اس کی یاد کے سہارے زندہ رہا جائے۔" شہاب صاحب نے کہا۔

یہی سب کچھ میں بھی سوچا کرتی ہوں لیکن کوئی طریقہ ہی سمجھ میں نہیں آتا۔ بیگم شہاب نے افسردہ لہجہ میں جواب دیا۔

میرا خیال ہے اس کی شادی کر ڈالو۔" شہاب صاحب سوچتے ہوئے بولے۔"

لیکن جب اس کی ہی منشا نہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بیگم شہاب

نے جواب دیا۔"

بکنے دو اس نالائق کو۔ زبردستی کر ڈالو۔" شادی کے بعد اپنے آپ ٹھیک ہو جائے گا۔ شہاب صاحب تیز لہجے میں بولے۔

"اور کہیں بھری محفل میں انکار کر دیا تو۔"

بیگم شہاب نے تشویش آمیز لہجے میں اپنے شوہر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر توڑ دوں گا نالائق کا شہاب صاحب غصہ سے بولے توبہ ہے آپ سے تو بات کرنا ہی گناہ ہے۔"

یعنی... شہاب صاحب بیگم کو گھورتے ہوئے بولے۔"

جوانی میں جذبات انسان کو اندھا کر دیتے ہیں اس میں اپنا برا بھلا سوچنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی۔ اگر ہم بھی اسکے ساتھ اندھے بن جائیں تو نتیجہ ظاہر ہے۔ جوان لڑکا ہے۔ ہمیں ایسی تدبیر سوچنی چاہیئے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" بیگم شہاب اپنے شوہر کو سمجھاتے ہوئے نرم لہجے میں بولیں۔"

میں ان باتوں کو نہیں جانتا۔ بہرحال تم جانو تمھارا کام جیسا مناسب سمجھو کرو۔ شہاب صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے

میرا خیال ہے جمیل کو کچھ عرصہ کیلئے باہر بھیجدیا جائے ہو سکتا ہے

باہر کی فضا موجودہ گھٹن کو ختم کر دیگی بیگم شہاب سوچتے ہوئے بولیں
بے کار ہے ایک شخص جب اپنے بے تکلف ماحول میں خود کو
نہیں سنبھال سکتا تو اجنبی فضا میں کیسے مانوس ہو جائیگا۔ ایسے لوگ
جو دیوانگی کی حدود کو چھونے لگیں کہیں بھی سکون حاصل نہیں کر سکتے
اسے تو اپنے ہی حال پر چھوڑ دو۔ ایکدن خود ہی زخم بھر جائے گا۔"
"خدا آپ کے منہ کا کہا کرے میرا بچہ جلد ٹھیک ہو جائے۔"
بیگم شہاب نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سرد سانس لی۔"
پھر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ کمرے میں سکوت چھا گیا۔" اپنی
اپنی جگہ دونوں گہری سوچ میں غرق تھے شکن آلود پیشانیاں گہری فکر
کی ترجمانی کر رہی تھیں۔"

اس مبتلائے غم گھرانے کی کہانی کوئی نئی نہیں تھی۔ آج بھی یہ
کہانیاں گھر گھر جنم لے رہی ہیں لیکن ہر گھر میں اس کہانی کا دخل ایک
نئے انداز سے ہے۔ کہیں یہ جذبات سے مغلوب ہو جانے والے افراد
کیلئے گناہوں کی جنت ہے اور کہیں روحانی تسکین کا سرچشمہ لیکن یہاں اسکا
انداز جدا تھا۔ امید اور ناامیدی کے درمیان پروان چڑھتی ہوئی غم و
اندوہ کے کنارے کھڑی تھی اور اب کسی کو نہیں معلوم کہ اس کا انجام
کیا ہو گا۔"

شہاب صاحب اور ان کی بیگم دونوں ہی اپنے اپنے خیالوں میں کھوئے ہوئے بیٹھے تھے بشروں پر غور و فکر کی علامتیں نمایاں تھیں کہ نبیلا کمرے میں داخل ہوئی۔

"آؤ بیٹی... کہاں تھیں؟..." شہاب صاحب نے نبیلا کے جانب دیکھتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نبیلا آداب عرض کر کے ایک طرف بیٹھتی ہوئی بولی۔"

"بھائی جان کے پاس سے آ رہی ہوں۔"

"کیا کر رہا ہے جمیل۔" بیگم شہاب نے پژمردہ لہجہ میں پوچھا

"نجانے کیا بڑبڑا رہے ہیں۔" نبیلا افسردہ لہجے میں بولی۔"

"طوسیہ کا کچھ پتہ چلا۔" شہاب صاحب نے کرب انگیز لہجہ میں پوچھا

"نہیں پپا۔" نبیلا سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔"

"نجانے کس حال میں ہو گی بیچاری۔" شہاب صاحب مضمحل لہجہ میں بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔"

"کہاں چلے۔" بیگم شہاب صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں

"اپنے کمرے میں چند ضروری خطوط لکھنے ہیں۔" شہاب صاحب نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے جواب دیا۔ اور بیگم شہاب سر کو جنبش دیکر رہ گئیں۔

"یہ فرناز اور عامر ناشتہ کے بعد سے نظر نہیں آئے"، شہاب صاحب کے جانے کے بعد بیگم شہاب نے نبیلا سے پوچھا۔
فرناز تو اپنے گھر جانے کی تیاری کر رہی ہے۔ اور عامر کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔" نبیلا بولی۔
"نجانے شاہدہ اپنے دل میں کیا سوچتی ہو گی" بیگم شہاب دھیرے سے بڑبڑائیں۔
"یعنی۔" نبیلا نے کن انکھیوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"یہی کہ جمیل نے فرناز کو لفٹ نہیں دی۔"
"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے ممی۔ سب ہی جانتے ہیں کہ بھائی جان طوسیہ کو پسند کرتے ہیں۔
کہہ تو ٹھیک رہی ہو لیکن ان باتوں کو کون سمجھتا ہے مجھے تو یہی دھڑکا کھائے جا رہا ہے کہ کہیں وہ عامر کی نسبت نہ توڑ دیں" بیگم شہاب اپنے خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے بولیں۔"
نبیلا نے خاموشی سے گردن جھکا لی۔
بیگم شہاب نے ایک نظر نبیلا پر ڈالی اور ایک سرد سانس لیتے ہوئے بولیں۔"
"تم فکر نہ کرو انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اوہ .... لاحول ولا .... مجھے اس کی پرواہ نہیں ممّی۔ مجھے اپنا بیٹا سب سے زیادہ پیارا ہے۔ بیگم شہاب جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھیں کہ عامر دروازے پر کھڑا نظر آیا

کون عامر آؤ بیٹا۔ اندر آجاؤ۔

عامر کلائنڈرے انداز میں چلتا ہوا نبیلا کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

"کہاں گھوم آئے بیٹا" بیگم شہاب نے شفقت سے پوچھا۔

"یونہی ذرا بازار گیا تھا" عامر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں بھئی دو چار دن اور نہیں رک سکتے۔ تم لوگوں کے جانے کے بعد گھر سونا سونا لگے گا۔

میرا تو خود جانے کو دل نہیں چاہ رہا لیکن فرناز کی بچی نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ چلئے چلئے ... جیسے وہاں لڈو پیڑے بٹ رہے ہیں" عامر نے منہ بسورتے ہوئے بیگم شہاب کو جواب دیا۔"

خیریت کا خط تو بھیجتے رہو گے نا" بیگم شہاب نے پوچھا۔

آپ اطمینان رکھیں ممی۔ جاتے ہی خط روانہ کروں گا۔ ویسے مجھے امید ہے آپ لوگ بھی جواب دینے میں کوتاہی نہیں برتیں گے" عامر نبیلا کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

ہماری طرف سے مطمئن رہو۔ بیگم شہاب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

فرناز کے جانے کے بعد جمیل خود کو آزاد محسوس کرنے لگا تھا
اس کے جانے کے بعد فرناز ہر وقت اس کے قریب رہنے کی کوشش
کرتی۔ اسے یقین تھا کہ اس کی راہ میں حائل دیوار گر چکی ہے۔ ایسے میں
ذرا سی توجہ اور کوشش جمیل کو ہمیشہ کیلئے اپنا بنا لینے کیلئے کافی ہے
اس لئے اس نے کئی روپ دھارے کبھی وہ جدید ترین فیشن ایبل ماڈرن
لڑکی کے روپ میں جمیل کا دل موہ لینے کی کوشش کرتی اور کبھی
سیدھی سادھی ایک عام لڑکی کی طرح سامنے آتی۔ پھر جب اس
نے کبھی اسے دیکھ کر جمیل کی آنکھوں میں محبت کی چمک پیدا نہ ہو سکی
تو اس نے مجسم ایثار و قربانی کی دیوی بن کر اس کی محبت جیتنے کی
کوشش شروع کر دی۔

وہ بڑے سلیقے سے اس کا بستر درست کرتی۔ کمرے کو جھاڑ پونچھ کر
ہر چیز قرینے سے رکھتی۔ دریچوں اور دروازوں کے پردے بدلتی
بال جان کر بکھرے ہوئے اچھے اچھے رکھتی چہرے پر عجیب سی بیچارگی

ہونٹ خشک پپڑی زدہ سے رہتے ایسا لگتا جیسے اسکی زندگی کا مقصد ہی جمیل کی خدمت رہ گیا ہو۔

جمیل فرناز کی اس خدمت گزاری سے متاثر ہو کر اگر کبھی نانہ دو چار باتیں کر لیتا تو فرناز بڑے انداز سے پیار کا اظہار کرتی جمیل اس طرح بھڑک اٹھتا جیسے اسے گالی دے دی گئی ہو۔ فرناز کی خدمت پر پانی پھر جاتا۔ جمیل کی حقارت بھری زہریلی نظریں دیکھ کر اکثر جل جاتی۔"

فرناز جا چکی تھی۔ اسکے دل و دماغ پر بلند رسی ہلچل مچانے والا کوئی نہ تھا۔ لیکن طوسیہ کیلئے اس کا اضطراب اور بڑھ گیا تھا انتہائی کوشش کے بعد بھی وہ اسے اب تک تلاش نہ کر پایا تھا۔ شہر کی ہر گلی کوچہ کو اس نے کھنگال ڈالا لیکن طوسیہ کا کہیں پتہ نہ چلتا تقریباً روز ہی وہ مختلف سڑکوں کے چکر لگاتا ہوا اس سڑک سے گذرتا جہاں پہلی مرتبہ طوسیہ اس کی کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوتا... گویا طوسیہ سڑک پر کھڑی اسکی کار کی زد میں آنا چاہتی ہے۔"

وہ گھبرا کر بے اختیار بریکوں پر پوری قوت سے دباؤ ڈالتا۔ کار چرچراتی ہوئی رک جاتی وہ بے ساختہ چونک کر چاروں طرف گھور

نظروں سے طوسیہ کو تلاش کرتا۔
مگر تصور میں نظر آنے والی طوسیہ حقیقی نظروں کے سامنے دور دور تک دکھائی نہیں دیتی اس کا دل بیٹھنے لگتا۔ وہ کار آگے بڑھا دیتا
آج ہی وہ اپنے کمرے میں بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا بیگم شہاب ابھی ابھی اٹھ کر گئی تھیں۔ ذکر طوسیہ ہی کا تھا بیگم شہاب جمیل کو سمجھا رہی تھیں۔
"بیٹا اب طوسیہ کو بھول جاؤ۔ تم نے اس کو کہاں کہاں تلاش نہیں کیا۔ میں نے اس کی تلاش کے لئے کیا کچھ نہیں کیا مگر نتیجہ صفر ہی نکلا وہ کہیں بھی نہ مل سکی۔ بیٹا! میں سائے کے پیچھے بھاگنے سے کیا حاصل بھول جاؤ اسے۔ اس کی یاد کو ذہن سے نکال دو۔"
جواب میں جمیل اپنی ممی کو ایسی نظروں سے دیکھتا رہا گویا اس کے سامنے کوئی اجنبی بیٹھا ہو۔ اس نے گہری سانس لی۔ اس کی آنکھوں میں دنیا بھر کا درد سمٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔"
بیگم شہاب کا کلیجہ کسکنے لگا۔ دو ایک بار انھوں نے جمیل کو مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی جواب نہ پا کر وہاں سے اٹھ آئیں۔ ان کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔
بیگم شہاب کے جانے کے بعد وہ صوفہ پر نیم دراز کتنی دیر تک کمرے

سے دروازے کو گھورتا رہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کمرے کے باہر طوسیہ کے قدموں کی آہٹ سن چکا ہو اور اب کسی بھی لمحے طوسیہ دروازے سے کمرے میں داخل ہو کر اس کی طرف بڑھے گی۔ لیکن تصور حقیقت کا جامہ نہیں پہن سکا۔"

پھر اچانک نہ معلوم اس کے دل میں کیا آئی وہ تیزی سے اپنے کمرے سے نکلا.... اور باہر پورٹیکو میں کھڑی ہوئی کار میں جا بیٹھا کار کا انجن اسٹارٹ کیا اور چل پڑا۔

شام کا وقت تھا۔ وہ اب تک شہر کے کئی چکر لگا چکا تھا۔ اس نے ایسی کوئی سڑک نہیں چھوڑی تھی۔ جہاں اس کی کار گذر سکتی ہو اس وقت اس کی کار اس سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ جہاں پہلی مرتبہ اُس نے طوسیہ کو دیکھا تھا۔

ٹھیک اسی مقام پر پہنچتے ہی اس نے پوری قوت سے بریک لگا دیئے۔ ہوا سے باتیں کرتی ہوئی کار چرچراتی ہوئی چند گز آگے جا کر رک گئی۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ سے پسینے سے تر اور پیشانی کو پونچھا اور گرد و پیش کا جائزہ لینے لگا۔

جمیل کے پیچھے آنیوالی دوسری گاڑیاں اس کے یکلخت کار روک لینے پر ایک دوسرے کے ٹکرانے سے بال بال بچی تھیں۔ لیکن جمیل

سب سے لاپرواہ آس پاس کا جائزہ لے رہا تھا۔
اس کے دل و دماغ کا ہر گوشہ طوسیہ... طوسیہ پکار رہا تھا اس وقت یہ پکار اتنی شدید تھی کہ وہ دیوانہ سا نظر آرہا تھا کسی پاگل کی مانند۔ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں طوسیہ کو تلاش کر رہی تھیں۔
اور پھر اچانک ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کی کار سے چند قدم آگے طوسیہ گردن جھکائے سڑک عبور کر رہی تھی۔
طوسیہ.... جمیل بے اختیار چیخ اٹھا۔
دوسرے لمحے وہ کار کا دروازہ کھول کر اسکی طرف لپکا۔ طوسیہ نے اپنا نام سنکر گردن اٹھائی اور پھر جونہی اسکی نظر کار سے اترتے ہوئے جمیل پر پڑی وہ گھبرا گئی۔"
وہ اس وقت سڑک کے درمیان میں تھی۔ اس نے سوچا بھاگ کر سڑک عبور کر لے اور جلد از جلد کسی گلی میں داخل ہو کر جمیل کی نظروں سے چھپ جائے۔"
ٹریفک پہلے ہی جمیل کے کار روکنے سے معطل ہو کر رہ گئی تھی۔
وہ جیسے ہی چند قدم آگے بڑھی اس نے خود کو ایک دوسری کار کے سامنے پایا ایک کریہناک چیخ سڑک پر گونج کر رہ گئی۔ طوسیہ کار کی زد میں آگئی تھی۔

جمیل دیوانہ وار بھاگتا ہوا طوسیہ کے قریب پہنچا۔ طوسیہ کا چہرہ اور کپڑے خون آلود ہو چکے تھے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور آنکھیں بند ہوتی جارہی تھیں۔

اس نے جلدی سے طوسیہ کو گود میں اٹھالیا۔ اس کی آنکھوں میں دہشت سی برسنے لگی تھی۔ سڑک پر ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ ہر شخص کی نگاہیں جمیل ہی پر مرکوز تھیں۔ طوسیہ پر نزع کی سی حالت طاری ہونے لگی تھی۔ اچانک بھیڑ میں سے کسی کی آواز آئی۔

ارے جلدی سے اس کو ہسپتال لیجاؤ۔"

جمیل اس طرح چونکا جیسے اسے کرنٹ نے چھو لیا ہو۔ وہ طوسیہ کو سینے سے لگائے بے تحاشا کار کی طرف بھاگا۔ کار کی پچھلی نشست پر طوسیہ کو لٹا کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔ ڈوبتی ہوئی نبض بتا رہی تھی کہ ابھی کچھ جان باقی ہے۔ جمیل نے فوراً کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے قریبی ہسپتال کی جانب روانہ ہو گیا۔

ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں پہنچ کر جمیل نے کار روکی اور طوسیہ کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

سامنے ہی کاریڈور میں کھڑا ہوا ڈاکٹر کسی نرس کو ہدایات دے رہا تھا۔ کمپاؤنڈ میں اتنی تیزی سے داخل ہوتی ہوئی جمیل کی کار نے اسے

اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ جمیل کے بازوؤں پر زخمی طوسیہ کو دیکھ کر
اس کی طرف دوڑ پڑا۔
" اشرف... اسے بچاؤ... اسے کسی بھی قیمت پر بچاؤ میرے
دوست۔" وہ ڈاکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجہ میں بولا
جمیل اور ڈاکٹر اشرف ایکدوسرے کے دوست تھے۔ ان دونوں
نے ایک ساتھ ہی ڈاکٹری پاس کی تھیں۔ جمیل کی وحشت زدہ حالت
دیکھ کر ڈاکٹر اشرف بھی گھبرا کر حیرت زدہ سا کھڑا اسکی شکل دیکھنے لگا۔
" میری شکل کیا دیکھ رہے ہو اشرف۔" جمیل جھنجلا کر بولا۔
" تمھاری کار سے ایکسیڈنٹ ہوا ہے کیا۔ ڈاکٹر اشرف نے وارڈ
بوائے کو اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔"
وارڈ بوائے خود جمیل کی طرف اسٹریچر لئے دوڑ پڑے تھے
ان لوگوں نے جلدی سے طوسیہ کو اسٹریچر پہ ڈالا اور کمرے میں لیجا کر
لٹا دیا۔
جمیل ڈاکٹر اشرف کے ساتھ اسٹریچر کے آگے آگے تھا۔ اشرف
نے جمیل کی حالت دیکھ کر اندازہ لگایا تھا کہ زخمی لڑکی کا اس کی ذات
سے کوئی خاص تعلق ضرور ہے۔
وہ جانتا تھا جمیل کٹھن حالات میں گھبرانے والا نہیں ہے اس نے

جمیل کے ہاتھوں بڑے بڑے پیچیدہ کیس ٹھیک ہوتے دیکھے تھے
جمیل شہر کے اچھے ڈاکٹروں میں سے تھا خصوصاً سرجری میں تو شاید
ہی اس کے مقابلے کے دو تین ڈاکٹر مشکل سے پورے شہر میں ہوں۔
کمرے میں پہنچ کر جمیل طوسیہ پر جھک گیا اس کی بھیگی ہوئی وحشت زدہ
آنکھوں سے آنسو بہہ کر طوسیہ کے چہرے پر گرنے لگے۔
طوسی... میری طوسی... تم نہیں مر سکتیں۔ میں تمھیں مرنے
نہیں دونگا۔ جمیل اس کے خون میں بھیگے ہوئے۔ بالوں کو ماتھے
سے ہٹاتے ہوئے جذباتی لہجہ میں بولا۔
ڈاکٹر اشرف نے جمیل کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔
کتنے حساس ہو تم... تم نے ایسا کیوں سوچا کہ میں تمھاری وجہ
سے جا رہا ہوں۔ پگلی میں تو نرتا زکو بے وقوف بنا رہا تھا۔ دوسرے
کوئی بہانا بنا کر ٹال دیتا۔ تم میری حاصل حیات ہو تمھیں چھوڑ کر
میں کہاں جا سکتا ہوں۔،، ایسا لگ رہا تھا جمیل کی آواز کہیں
دور سے آرہی ہو۔
طوسیہ جمیل زندگی میں صرف تم سے متاثر ہوا ہے اس نے
صرف تمھاری پوجا کی ہے... آنکھیں کھولو۔ طوسیہ... بولو...
خدا کیلئے کچھ تو بولو... وہ دیوانوں کی مانند چیخنے لگا۔ اس کی آنکھوں

سے بے تحاشہ آنسو بہہ رہے تھے۔

"جمیل تم باہر جاؤ۔" اشرف جمیل کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔

"نہیں... نہیں ڈاکٹر... میں نہیں جاؤنگا۔" جمیل جھٹکے سے بازو چھوڑاتا ہوا بولا۔ "ضد نہ کرو جمیل۔ تم پھر ڈاکٹر ہو۔" ڈاکٹر اشرف ملتجی نظروں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

جمیل نے ایک لمحے کیلئے ڈاکٹر اشرف کے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر حسرت بھری نظروں سے طوسیہ کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آیا۔

اس کے نکلتے ہی کمرے کا دروازہ بند کرلیا گیا۔ جمیل بڑی بیتابی سے کمرے کے باہر ٹہل رہا تھا۔ وہ خود ڈاکٹر تھا اس لئے طوسیہ کی حالت اس سے پوشیدہ نہیں تھی۔"

وہ سوچنے لگا۔ کیا اتفاق ہے۔ اتنے دنوں کے بعد دل کی مراد برآئی لیکن اس طرح کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی زندگی کو موت و زندگی کے دوراہے پر کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

اس نے نگاہیں چھت کی طرف اٹھادیں۔ گویا اپنے خدا سے فریاد کررہا ہو۔

یا باری تعالیٰ۔ میں نے تیری بارگاہ میں ایسا کونسا قصور کیا تھا

جسکی تو مجھے سزا دینے جا رہا ہے۔ رحم کر پروردگار میں اتنی کٹھن آزمائش کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مجھ میں اتنی ہمت کہاں ہے کہ تیرے امتحان میں پورا اتر سکوں۔"

تو چاہے تو میری زندگی چھین لے لیکن میری طوسیہ کو بچا لے"

نجانے وہ کب تک خدا کے حضور گڑگڑاتا رہا۔ اور جب ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا۔ تو گیلری میں کمرے کے سامنے بچھی ہوئی بنچ پر بیٹھ گیا۔ اسکی نگاہیں بدستور کمرے کے بند دروازے پر لگی ہوئی تھیں، اور ذہن کمرے کے اندر بے ہوش طوسیہ کے گرد منڈلا رہا تھا۔"

کافی دیر کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر اشرف کمرے سے نکل کر سیدھا جمیل کے پاس پہنچا جمیل اسکو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔

کیا رہا.... اشرف..." جمیل نے بے تابی سے پوچھا"

ڈاکٹر اشرف نے آہستہ سے اسکے شانے پر ہاتھ رکھ دیا" اور جمیل کے چہرے پر بکھرے اضطراب کو محسوس کرتے ہوئے دھیرے سے بولا۔" میرے ساتھ آؤ جمیل۔"

جمیل ڈاکٹر اشرف کے ساتھ ہو لیا۔ کمرے میں پہنچکر۔ اشرف جمیل کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اسکی طرف تکنے لگا۔ اسکے اپنے چہرے پر بھی غور و فکر کے ساتھ ساتھ مایوسی کی لکیریں ابھر آئی تھیں

"تم بولتے کیوں نہیں ڈاکٹر۔ تم نے طوسیہ کو بچا لیا نا۔ جمیل مضطربانہ لہجے میں ڈاکٹر کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

جمیل میرے دوست ... ڈاکٹر اشرف کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

کہو ... کہو نا ... خاموش کیوں ہو گئے۔"

"تمام کوششیں بے کار ثابت ہو رہی ہیں جسم سے خون کافی مقدار میں نکل چکا ہے۔ ڈاکٹر مایوسی سے سر جھکاتے ہوئے بولا۔

اسے خون دو ... خون کیوں نہیں دیتے دیر کس لئے کر رہے ہو ڈاکٹر۔ اٹھو جلدی کرو جمیل پوری قوت سے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے چیخ کر بولا۔

اتنا گھبرانے سے کیا فائدہ۔ بیٹھو خون ٹیسٹ کیا جا رہا ہے۔"
ڈاکٹر اشرف ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

جمیل چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپاتا ہوا کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔
اسکی گھٹی گھٹی سانسوں میں چھپی ہوئی کراہیں۔ ڈاکٹر اشرف اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ ممکن ہے تسلی کا ایک جملہ کب سے رکے ہوئے بند کو بہا کر لے جائے۔

جمیل نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور آہستہ سے گردن اٹھا کر ڈاکٹر اشرف کی طرف دیکھنے لگا۔ اسکے ہونٹ کچھ کہنے کیلئے کھلے ہی تھے کہ نرس کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا رہا۔" ڈاکٹر اشرف نے نرس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

سوری ڈاکٹر۔ خون میچ نہیں کر رہا۔ نرس نے افسردہ سے لہجے میں جواب دیا۔" اوہ ..... اب کیا ہوگا۔ جمیل گھبرا کر بولا۔"

یہی سوال ڈاکٹر اشرف کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ نرس ڈاکٹر کی ہدایات کی منتظر خاموش کھڑی تھی۔ کبھی کبھی اس کی ایک اچٹتی سی نظر جمیل کے چہرے پر پڑ جاتی۔ جہاں یاس و محرومیاں رقم تھیں۔ کمرے میں موجود تینوں ہی اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ ہر لمحہ طوسیہ کو زندگی سے دور لے جا رہا ہے۔

"ڈاکٹر میرا خون ٹیسٹ کرو۔" دفعتاً جمیل کھڑے ہوتے ہوئے بولا

ڈاکٹر اشرف گہری سوچ میں غرق تھا۔ چونک کر جمیل کی طرف دیکھنے لگا۔

جلدی کرو ڈاکٹر۔ وقت کم ہے۔" جمیل ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا۔"

کیا کہہ رہے ہو جمیل۔ بالفرض خون میچ بھی کر گیا تو جانتے ہو کتنا

خون دینا پڑے گا۔" ڈاکٹر اشرف کے چہرے سے حیرت اور پریشانی کے ملے جلے جذبات ظاہر ہونے لگے۔

تم اٹھو تو جسم کا سارا خون بھی اگر اس کی زندگی کی ضمانت بن سکے۔ تو بھی یہ سودا مہنگا نہیں۔" جمیل نے پرعزم لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں پراسرار سی چمک سے روشن تھیں۔

لیکن میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دونگا۔" ڈاکٹر اشرف ہونٹ سکیڑتے ہوئے بولا۔

شکریہ ڈاکٹر۔ فی الحال تم خون ٹیسٹ کرکے تو دیکھو" جمیل ایک خفیف سی مسکراہٹ لئے بولا۔

ڈاکٹر اشرف نے خشمگین نگاہوں سے جمیل کی جانب دیکھا اور پھر اسے مجبوراً جمیل کا خون ٹیسٹ کرنے پر رضامند ہونا ہی پڑا۔

دونوں کے خون ایک ہی گروپ کے ثابت ہوئے اس کا مطلب تھا جمیل کا خون طوبیٰ کے لئے کارآمد تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے اور جمیل نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

اشرف یہ ایک زندگی کا سوال ہے۔ اگر تمھیں میرے جذبات کی پرواہ نہیں تو اپنے فرض کا تو خیال کرو۔ تمھاری غفلت کسی کسی کی موت ہے۔ بخدا اگر اس نے دم توڑ دیا تو جمیل بھی زندہ

نہ رہ سکے گا۔ ڈاکٹر اٹھو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ورنہ زندگی بھر پچھتاؤ گے
ڈاکٹر اشرف نے جواب میں دونوں ہونٹ دائرے کی شکل میں سکیڑتے ہوئے سر کو آہستہ سے جنبش دی اور کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد طوسیہ کے جسم میں جمیل کا خون منتقل کیا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر اشرف یاس زدہ نظروں سے طوسیہ اور جمیل کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کی پیشانی شکن آلود تھی۔

خون دینے کے بعد ڈاکٹر اشرف جمیل کو اس کمرے سے ہٹانے کی ہدایات دیتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے ذہن میں ابتک جمیل کا وہ جملہ گونج رہا تھا۔ جو اس نے خون دینے سے قبل، رازدارانہ انداز میں اس سے کہا تھا۔

ڈاکٹر اشرف تم میرے بہترین دوستوں میں سے ہو۔ تم اس بات کو اپنے تک ہی محدود رکھنا۔ طوسیہ کو معلوم نہ ہونے پائے کہ اس کے لئے خون دینے والا میں ہوں۔"

یہ بات اشرف کیلئے مزید خلفشار کا باعث بنی تھی۔ کہاں جمیل کا وہ انداز گفتگو..... جو طوسیہ سے گہرے لگاؤ کا اظہار کر رہا تھا۔ کہاں اس کے برعکس یہ جملے بات کچھ سمجھ میں نہ آنے والی تھی۔

یا پھر اس کا یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا تھا۔۔۔ کہ محبت یکطرفہ ہے
یکطرفہ محبت ۔۔۔ اور جمیل جیسا نوجوان سوچ سوچ کر ہی اسکا
دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ اور اسی سوچ بچار میں وہ سگریٹ پر سگریٹ
پھونکے چلا جا رہا تھا۔

طوسیہ اب رو بصحت تھی۔ ڈاکٹر اشرف اس پر اپنی پوری صلاحیتوں
کو بروئے کار لایا تھا۔ مگر جمیل کی حالت ابھی تک خطرے سے باہر نہیں
ہوئی تھی۔ جمیل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اشرف کے چہرے
پر پژمردگی چھا جاتی۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھتا جاتا
اور اسی لمحے اسے طوسیہ سے نفرت سی ہونے لگتی۔ اور اس کے منہ سے بے
اختیار نکل جاتا۔
میرا دوست آخر جوانی کے اندھے جذبات کا شکار ہو ہی گیا۔
جمیل کے گھر والوں کو ڈاکٹر اشرف نے کافی دیر کے بعد مطلع
کیا تھا۔ یہ بھی جمیل کی خواہش تھی اور اشرف جمیل کی اس خواہش

جھنجھلا کر رہ گیا تھا۔

ڈاکٹر اشرف اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ پیشانی شکن آلود اور آنکھوں میں گہری اداسی کی جھلکیاں صاف عیاں تھیں اچانک کسی نے ہلکے سے دروازے پر دستک دی۔

آجاؤ۔ ڈاکٹر اشرف دروازے کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

دروازہ کھلا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی طوسیہ اسکے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

"ڈاکٹر صاحب کیا میں اپنے گھر جا سکتی ہوں" طوسیہ نظریں جھکائے آہستہ سے بولی۔

نہیں تمھیں ابھی چند روز اور رکنا ہے یہاں۔ ڈاکٹر اشرف نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر۔ زیست کی تلخیاں تو اتنی ہیں کہ جینے کی تمنا ہی باقی نہیں رہی۔ پھر بھی میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مسیحا بنکر میری جان بچائی" چند لمحے خاموش رہ کر طوسیہ بولی۔

"غلط ہے۔ میں نے تمھاری جان نہیں بچائی تمھیں نئی زندگی دی۔ لا مسیحا خود موت کی گود میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی ڈاکٹر۔"

"سمجھنے کی ضرورت بھی کیا ہے دنیا میں ایسے بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ایک حسین مسکراہٹ کیلئے اپنی زندگی کی بازی لگا دینے سے بھی نہیں چوکتے"

ڈاکٹر اشرف کے ذہن میں جمیل کا چہرہ گھومنے لگا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ڈاکٹر۔" طوسیہ ڈاکٹر اشرف کو گھورتے ہوئے بولی۔

"کاش کچھ کہہ سکتا۔ دوستی کے ہاتھوں ہونٹوں پر پڑے ہوئے قفل کو کھول نہیں سکتا ورنہ تمھارے چہرے سے معصومیت کی یہ نقاب ضرور اتار پھینکتا۔"

طوسیہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ڈاکٹر اشرف کی طرف دیکھنے لگی پھر دفعتاً اس کے چہرے پر غصّہ کے جذبات ابھر آئے۔

میں آپ کی باتوں سے صرف اتنا اندازہ لگا سکی ہوں۔ کہ کوئی خاص بات ہے جس کی بنا پر آپ مجھ سے برہم ہیں۔ کیا بات ہے وہ غالباً آپ مجھے بتانا نہیں چاہتے۔ بہر حال مجھے اسکی تشویش نہیں میں تو آپ کو محسن سمجھکر شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔"

میں کہہ چکا ہوں۔ تمھاری زندگی کسی دوسرے کی مرہون منت ہے تمھیں خون کی سخت ضرورت تھی۔ تمھاری جان بچانے کیلئے اس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی اور اب خدا کیلئے نہ سے کوئی معجزہ ہی

اس کی جان بچا سکتا ہے۔

"اوہ...... ڈاکٹر کون ہے وہ فرشتہ؟"

"مجھے افسوس ہے محترمہ۔ اس سے آگے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"
ڈاکٹر اشرف نے رکھائی سے جواب دیا۔

"ڈاکٹر مجھے اس محسن کے پاس لے چلو۔ دوسروں کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دینے والے فرشتہ کو میں ایک نظر دیکھ لوں۔"

مجبور نہ کرو طوسیہ۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں" ڈاکٹر اشرف نے ناگوار سے لہجے میں جواب دیا۔

طوسیہ چند لمحوں تک بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔

اس کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں۔ اس کے کپکپاتے ہوئے ہونٹ کچھ کہنے کیلئے بے چین سے نظر آرہے تھے۔ لیکن ڈاکٹر اشرف کا رویہ دیکھکر اسے مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

اس نے ایک نظر ڈاکٹر پر ڈالی اور اٹھ کر تیزی سے کمرہ سے باہر چلی گئی۔

"ناگن....."

ڈاکٹر اشرف اس کے جانے کے بعد بڑبڑایا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں اس وقت

بھی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے آخری انجکشن جمیل کے لگایا تھا۔ یہ اس کی آخری کوشش تھی اگر ایک گھنٹے کے اندر اسے ہوش نہیں آیا تو پھر اس کا بچنا ممکن نہیں تھا۔ اس کا رُخ جمیل کے کمرے کی جانب تھا۔

جمیل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا جمیل کی والدہ اس کے سرہانے بیٹھی دیوانوں کی مانند بڑبڑا رہی تھیں قریب کھڑی نبیلا کی کربناک سسکیاں کمرے کے ماحول کو المناک بنا رہی تھیں۔

جمیل... بیٹا جمیل...... آنکھیں کھولو بیٹے... تمھاری ماں کی دنیا اندھیری ہوتی جا رہی ہے ـــ... کچھ بولو.... کچھ تو بولو میرے لال۔

ذرا صبر سے کام لیجئے ممّی۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ انشاء جلد صحتیاب ہو جائینگے ڈاکٹر اشرف آگے بڑھتا ہوا بولا۔

بیگم شہاب سسک کر رہ گئیں۔ ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ان پر سکتہ طاری ہو گیا ہے۔

بھیا کیا اپنی نبیلا سے بھی نہیں بولو گے۔ تم تو اپنی بہن کی

جھولی خوشیوں سے بھر رہے تھے۔ آنکھیں کھولو بھیا۔ اپنے سینے سے
لگالو۔ مجھے سب کچھ مل جائے گا۔

نبیلا کی سسکیوں میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری میرے ساتھ
آیئے۔"

ڈاکٹر اشرف بیگم شہاب کو اپنے ہمراہ لیجاتے ہوئے نبیلا سے بولا۔
"نبیلا بہن اس طرح رونے سے کیا فائدہ۔ خدا کے حضور
دعا کیجئے۔"

بیگم شہاب خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیں۔ ڈاکٹر
اشرف انھیں اپنے کمرے میں لے آیا۔

بیگم شہاب کی آنکھوں سے آنسو بہنا تو بند ہو چکے تھے
لیکن ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ دل اب بھی نوحہ کناں ہے۔

"ممی میں آپ کا درد سمجھتا ہوں۔ لیکن ضبط سے کام لیں۔
جب آپ ہی اس طرح بہہ جائیں گی تو نبیلا بہن کا کیا ہو گا۔
ڈاکٹر اشرف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔

"ہونہہ۔"

بیگم شہاب طویل سانس لیتی ہوئی بولیں۔
"بیٹا تم جمیل کے دوست ہو۔ میں بھی تو اس کی ماں ہوں

مجھے حقیقت سے آگاہ کر دو۔"
"کیسی حقیقت ممی۔"
اشرف، بیگم شہاب کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔
تمھارے اسپتال کی در و دیوار چہ مے گوئیاں کر رہی ہیں
"جمیل۔"
"کسی زخمی لڑکی کو اٹھائے یہاں آیا تھا۔"
ڈاکٹر اشرف ایک طویل سانس لیکر رہ گیا۔"
وہ چند ثانئے کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے تمام واقعہ بیگم شہاب
کو سنا دینا ہی مناسب سمجھا۔
"ڈاکٹر بیڈ نمبر گیارہ کی مریضہ گھر جانے کیلئے ضد کر رہی ہے۔"
اچانک کمرے میں نرس داخل ہوتے ہوئے بولی۔
"اس کے اپنے رسک پر ڈسچارج کر دو۔"
ڈاکٹر اشرف کے چہرے پر ناگواری کی لکیریں ابھر آئیں۔
"کون ہے وہ لڑکی۔"
"مجھے بھی تو دکھاؤ۔"
نرس کے جانے کے بعد بیگم شہاب بولیں۔ کیا کیجئے گا۔ ممی۔
دیکھنے میں بڑی معصوم ہے لیکن کسی ناگن سے زیادہ زہر ہے ایسی

"پھر بھی۔"

"اگر ممکن ہے تو مجھے اس لڑکی کو ضرور دکھاؤ۔"

"آپ کی مرضی۔"

"ابھی میں نے نرس سے اسی کے متعلق کہا تھا۔"

"آئیے دیکھے لیتے ہیں۔"

"ممکن ہے ابھی نہ گئی ہو۔"

ڈاکٹر اشرف کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

بیگم شہاب ڈاکٹر اشرف کے ہمراہ باہر آگئیں۔ برآمدے سے گزرتے ہوئے اچانک اس کی نگاہ گیٹ کی طرف جاتی ہوئی طوسیہ پر پڑی۔

"دیکھیے وہ جا رہی ہے۔" ڈاکٹر اشرف طوسیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

بیگم شہاب طوسیہ پر نظر پڑتے ہی چونک پڑیں۔

"تم ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔" بیگم شہاب طوسیہ کی جانب بڑھتے ہوئے بولیں۔

ڈاکٹر اشرف تحیر آمیز نظروں سے بیگم شہاب کو جاتے دیکھتا رہا۔ طوسیہ گردن جھکائے گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ بیگم شہاب

تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئیں۔
"ٹھہر جاؤ طوسیہ بیٹی۔" طوسیہ ٹھٹھک کر رکی اور بوکھلائی ہوئی تیزی سے پلٹ کر بیگم شہاب کی طرف دیکھنے لگی۔
"خالہ جان۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا اور وہ بیگم شہاب سے چمٹ گئی۔ "آپ یہاں کیسے۔" طوسیہ نڈھال سی آواز میں بولی۔
"اپنی بدقسمتی کا ماتم کرنے۔" بیگم شہاب نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔
"کیا مطلب... سب خیریت ہے نا۔"
"بعد میں بتاؤں گی۔ مجھے ابھی ابھی ڈاکٹر کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ تم بتاؤ اب کیسی طبیعت ہے تمھاری۔ کیا حال ہو گیا میری بچی کا۔"
"بڑی سخت جان ہوں۔ خالہ جان۔ یہ حادثہ بھی زندگی کی ڈور کو نہ توڑ سکا۔ سنا ہے کسی نے فرشتہ بن کر میری جان بچائی ہے۔"
"کس نے۔ کیا تم اسے نہیں جانتی۔"
"یہ بدقسمتی ہے میں اپنے محسن کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔ ڈاکٹر سے معلوم کیا تھا۔ لیکن اس نے بھی کچھ نہیں بتایا۔ بلکہ اس ذکر نے اس کی آنکھوں میں میرے لئے نفرت و حقارت بھر دی تھی۔"

میں نے سوچا تھا چلتے ہوئے کم از کم شکریہ ہی ادا کرتی جاتی۔"

"اوہ"........

"تو تمھیں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔"

"خیر"

"اگر چلنا چاہو تو میرے ساتھ آؤ میں جانتی ہوں اس کا کمرہ۔"

بیگم شہاب اپنے جذبات پر بڑی مشکل سے قابو پا رہی تھیں

"آپ کو معلوم ہے"۔ "چلیے خالہ جان۔"

میں سوچ رہی تھی۔ اس عظیم شخصیت سے ملے بغیر چلے جانا

ناشکری ہی نہیں بہت بڑا اخلاقی جرم بھی ہے۔"

طوسیہ بیگم شہاب کے ہمراہ جمیل کے کمرے میں داخل ہوئی

ڈاکٹر اشرف نے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔

جمیل کے سرہانے بیٹھی ہوئی نبیلا طوسیہ کو دیکھ کر چونک

پڑی۔ اور اس کی حسرت بھری نظریں جمیل کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

"طوسیہ تم ٹھیک وقت پر آگئیں۔"

"اپنے برباد کرنے والے کی حسرتناک موت پر اگر قہقہہ نہیں

لگا سکتیں تو مسکرا ہی دو۔"

"جمیل......"

" طوسیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا ۔"

اور اسکی آنکھیں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا پڑے پڑے ہوئے جمیل پر مرکوز ہو کر رہ گئیں ۔

طوسی ۔ ۔ ۔ نجانے ۔ ۔ ۔ تم غلط فہمی ۔ ۔ ۔ ۔ کا شکار ہو کر ۔ ۔ ۔ کہاں ۔ ۔ ۔ ۔ چلی گئیں ۔

" تمھیں یاد ہے ۔"

" وہ حسین شام ۔ جب تم میری کار کے نیچے آتے آتے بچی تھیں میں تمھیں دیوانوں کی مانند دیکھتا رہ گیا تھا ۔ تم گھبرا کر اپنی ویران نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی چلی گئیں ۔"

" میرے دل کی دنیا اپنی یادوں سے آباد کر گئی تھیں ۔ تمھارا ہی تصور تھا ۔ جس کی وجہ سے میں نے اپنی بہن کو ناراض کیا اپنے والدین سے سرکشی کرتے ہوئے شادی سے انکار کر دیا تم سمجھیں میں نے تمھاری عزت کا مذاق اڑایا ہے تمھیں یقین ہو گیا کہ میں تمھاری والدہ کا قاتل ہوں ۔ کاش ! میں تمھیں اپنی بے گناہی کا یقین دلا سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں طوسیہ ۔ غم تو یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھا نہیں ۔ تم مجھ سے دور رہنا چاہتی تھیں ۔ لو خوش ہو میں اس دنیا ہی سے جا رہا ہوں ۔

طوسیہ چند لمحے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بستر پر پڑے ہوئے جمیل کو دیکھتی رہی۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔

جمیل کے منہ سے دھیرے دھیرے نکلتے ہوئے جملے سب ہی سُن رہے تھے۔

ڈاکٹر اشرف اپنی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے طوسیہ کی جانب دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے پھوٹ کر بہہ نکلے تھے اس کے دل کو ٹھیس لگی تھی۔

بیگم شہاب سکتے کے عالم میں جمیل کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

ماحول پر گہری اداسی چھائی ہوئی تھی

"جمیل"۔

دفعتہً طوسیہ کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی جمیل سے لپٹ گئی۔

"نہیں... جمیل ..... تم نہیں مر سکتے۔ میں تمھیں نہیں مرنے دوں گی۔

مجھے معاف کردو جمیل۔ میں نے تمھیں غلط سمجھا ... خدا کے لئے مجھے معاف کردو۔

طوسیہ جمیل کے سینے پر سر رکھکر گہری گہری ... سسکیاں لینے لگی

دفعتاً جمیل کے چہرے پر کرب کے آثار سے نظر آئے ۔
ڈاکٹر اشرف لپک کر جمیل کے قریب پہنچا ۔ اس نے اپنی انگلیاں جمیل کی نبض پر رکھ دیں ۔
"جمیل ۔۔۔ مجھ سے نہیں بولو گے ۔ کیا مجھے معاف نہیں کرو گے ؟"
طوسیہ جمیل کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی !
"آنکھیں کھولو بیٹا ۔ دیکھو تمھاری طوسیہ تمھیں بلا رہی ہے ۔"
نبیلا جمیل کے قریب آتے ہوئے بولی ۔
اچانک جمیل کے پپوٹوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں کھلتی چلی گئیں ۔ اس نے ایک انجانی سی نظر طوسیہ پر ڈالی اور دھیرے سے آنکھیں بند کر لیں ۔
میں نے تمھیں غلط سمجھا ۔ مجھے معاف کر دو جمیل ۔ مجھے معاف کر دو ۔
"طوسیہ گڑگڑاتے ہوئے بولی ۔
جمیل کی پلکوں کے پردے آہستہ آہستہ دوبارہ سمٹنے لگے ۔ اس کی نظریں طوسیہ کے چہرے پر جم کر رہ گئیں ۔
"طو ۔۔۔ سیہ ۔۔۔۔" اس کے منہ سے بڑی مشکل سے نکلا ۔
"یا اللہ تیرا شکر ہے ۔" ڈاکٹر اشرف چھت کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولا ۔

بیگم شہاب حسرت بھری نظروں سے جمیل کی جانب دیکھ رہی تھیں۔
ڈاکٹر اشرف کی آواز سن کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔
ڈاکٹر اشرف مسکراتا ہوا بیگم شہاب کے قریب آ کر بولا۔
" اب جمیل کی زندگی خطرے سے باہر ہے۔"
نبیلا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ بیگم شہاب کے ہاتھ بے اختیار خدا کی بارگاہ میں اٹھ گئے۔

تمام شد